ابنِ صفی

جلد نمبر
22

جاسوسی دنیا

70- جاپان کا فتنہ

71- دشمنوں کا شہر

پیش رس

"جاپان کا فتنہ" اور "دشمنوں کا شہر" میں پُراسرار مجرم "ٹویوڈا" سے ملئے۔ وہ ایک دلیر مجرم تھا۔ قانون کو چیلنج کر کے خود کو خطرے میں ڈالنا اور پھر اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان خطرات سے نکل جانا اس کی تفریح تھی۔ وہ حقیقتاً عجیب تھا۔

"دشمنوں کا شہر" میں وہ کٹی پرکنس کو ایک تحفہ بھیجتا ہے اور وہیں سے کہانی کی داغ بیل پڑ جاتی ہے۔ پھر وہ فریدی کو چیلنج کرتا ہے۔ اپنی دانست میں وہ فریدی کو ذلیل کر رہا تھا۔ اس نے فریدی کو اطلاع دی تھی کہ وہ اُسے اسی طرح ذلیل کرتا رہے گا اور بالآخر ایک دن کسی

بے بس جانور کی طرح مار ڈالے گا لیکن آپ اس منظر کو کیا کہیں گے، جب فریدی ایک معمولی سے آدمی کے ہاتھوں ٹویوڈا کی مرمت کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا جو اُسے "حقیر" سمجھتے ہیں۔ یورپ کا ہوّا ٹویوڈا بڑی بے بسی سے پٹ رہا تھا اور فریدی قریب کھڑا ہنس رہا تھا۔ مگر اس دلخوش منظر کے لئے اسے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔

قاسم سے بھی اس کہانی میں ملئے۔ وہ اپنی تمام تر حماقتوں سمیت آپ کو ایک ایسی لڑکی کے چکر میں نظر آئے گا جو اس کی تصویر دیکھ کر بُری طرح عاشق ہو گئی تھی۔ حمید قاسم کے سیکریٹری کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن قاسم کو کبھی نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھا جس نے اُسے ایک بڑی تباہی سے بچا لیا تھا۔

آپ کو ایک بُرا آدمی ملے گا جو اچھا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسے آدمیوں کی راہ میں کیسی دشواریاں آ کھڑی ہوتی ہیں لیکن وہ لوگ جو جدوجہد کرتے رہنے کے عادی ہیں پیچھے نہیں ہٹتے..... پیچھے ہٹنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جو آدمی سمندر کا سینہ چیر سکتا ہے پہاڑوں کے دل ہلا سکتا ہے.....طوفان سے ٹکرا سکتا ہے کیا وہ اپنی کمزوریوں سے نہیں لڑ سکتا۔ کیا وہ

اپنی خواہشات کا گلا نہیں گھونٹ سکتا۔ اگر اسے اپنی لامحدود قوتوں کا احساس ہوجائے تو وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ نادر ایک ایسا ہی کردار ہے۔ وہ بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے اور بالآخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔

ابن صفی

۱۶؍دسمبر ۱۹۵۷

اُلو یا گدھا

کٹی نے بار میں داخل ہوکر ایک بھاری جبڑے والے آدمی کے شانے پر ہاتھ مارا اور وہ کسی بھیڑیے کی طرح غرا کر پلٹا مگر آن واحد میں اس کی جھلاہٹ غائب ہوگئی یہ اور بات ہے کہ کٹی اب بھی غصے میں بپھری رہی ہو۔

"آج تو ہوا سے لڑ رہی ہو، بیٹھو۔ یہ اسکاچ بڑی نفیس ہے۔"

"کارٹر کہاں ہے۔" کٹی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

بھاری جبڑے والے نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا کٹی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "مجھے شبہ ہے کہ تم نے اُسے قتل کردیا ہے۔"

"اوہ..... کیا بکواس ہے۔ آہستہ بولو۔" بھاری جبڑے والا میز پر جھک کر ادھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔

"میں شہر کی لڑکیوں میں چیختی پھروں گی کہ تم کارٹر کے قاتل ہو۔"

"اُو لڑکی ہوش میں آ..... کارٹر میرا بہترین دوست ہے۔"

"دشمن آسمان سے نہیں ٹپکا کرتے اور نہ کسی دوسری دنیا کی مٹی سے بنائے جاتے ہیں۔"

"تم بہت زیادہ پڑھی لکھی ہو کٹی اس لئے زیادہ سوچتی ہو اور جو لوگ زیادہ سوچتے ہیں وہ عموماً چھوٹی ہی سی عمر میں سٹھیا جاتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ کارٹر کہاں ہے ورنہ میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی۔"

"شوق سے دے دو۔" بھاری جبڑے والے نے کہا۔ "کارٹر جہنم میں ہے اور اس وقت وہ بھی اسکاچ ہی پی رہا ہوگا۔ تم میرا موڈ خراب نہ کرو۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"ٹونی میں تمہیں دیکھ لوں گی۔ اگر تم نے اُسے قتل کردیا ہوگا۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ میں اُسے قتل کیوں کرنے لگا۔"

"تم تقریباً قتل کرتے ہو۔ تم یہ نہیں دیکھتے کہ کون تمہارا کتنا گہرا دوست ہے۔"

"میں تقریباً قتل کرتا ہوں۔" ٹونی مسکرایا۔ "لیکن اس کے باوجود بھی تم مجھے اتنی دیر سے گالیاں دے رہی ہو۔"

"میں جانتی ہوں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"آہا..... تمہارے ہاتھی جیسے عاشق کو قتل کرسکتا ہوں لیکن تم جیسی چوہیوں کو اپنے کان کترنے کی اجازت دے دوں گا۔ شائد تم نے بہت زیادہ پی لی ہے یا پھر تمہیں کئی دن سے نصیب ہی نہیں ہوئی۔"

یک بیک کٹی کے چہرے پر بہت زیادہ پریشانی کے آثار نظر آنے لگے اور اس نے رو دینے والی آواز میں کہا۔ "خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو۔ بتادو۔"

"لڑکی..... میں بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں کہ مجھے علم نہیں۔ پچھلے ہفتے سے وہ نہیں دکھائی دیا۔"

"پھر بتاؤ۔ میں کیا کروں! اُسے کہاں سے ڈھونڈوں۔"

"کب سے نہیں ملا۔"

"پرسوں سے۔"

"بس! واقعی تم پاگل ہوگئی ہو۔ ہم جیسے لوگ مہینوں کے لئے بھی غائب ہو سکتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہی سال کی بات ہے کہ ہم دونوں تین ماہ تک غائب رہے تھے اگر ایسا نہ کرتے تو ہم میں سے ایک یقینی طور پر پھانسی پا چکا ہوتا۔ جاؤ..... اطمینان سے بیٹھو۔ میرا خیال ہے کہ اس نے کہیں لمبا ہاتھ مارا ہے۔"

"وہ ان دنوں بہت پریشان دکھائی دیتا رہا ہے۔" کٹی بولی۔

"آہا تب تو پولیس اس کے پیچھے ہوگی۔ اُس میں بس یہی ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ پولیس کی پرواہ کرتا ہے اور اپنے حلقے کے پولیس آفیسروں کے مکھن لگاتا رہتا ہے اس کے باوجود بھی بعض اوقات وہ اُسے نہیں بخشتے۔ میں کہتا ہوں آخر اتنا گرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتیں۔ عورتوں کے سامنے تو کیچوے بھی شیخیاں بگھارنے لگتے ہیں۔"

"تم اپنے دوست کے متعلق ایسی بُری رائے رکھتے ہو۔"

"سچی بات ہر حال میں کہی جاتی ہے۔"

"کبھی اُس کے منہ پر کہو۔"

"تم تو خواہ مخواہ لڑنے پر آمادہ ہو۔ اگر میرے دوست کی محبوبہ نہ ہوتیں تو بتاتا۔"

"کیا بتاتے۔"

"کچھ نہیں ختم کرو۔ غصہ تھوکو اور اسکاچ پیئو۔"

"میں نہیں پیتی۔"

"اچھا تم نے اُس سے پریشانی کی وجہ پوچھی تھی۔"

"اس نے کچھ نہیں بتایا۔"

"کہیں وہ کسی لڑکی کے چکر میں نہ ہو۔ ایسے مواقع پر بھی وہ بہت زیادہ پریشان رہتا ہے۔"

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہتا ہے کہ دیکھو ہاتھ آتی ہے یا نہیں۔"

"میرا مذاق مت اڑاؤ ٹونی۔"

ٹونی نے ایک ویٹر کو بلا کر دوسرا گلاس منگوایا۔

"تم پیو کٹی۔ اسکاچ ساری پریشانیاں رفع کر دیتی ہے۔ ایک گلاس تمہارے ذہن میں دس کارٹر پیدا کر دے گا۔ دوسرے گلاس پر تمہیں چاروں طرف کارٹر ہی کارٹر نظر آئیں گے۔"

کٹی کچھ نہ بولی۔ وہ اُسے گلاس میں شراب انڈیلتے دیکھتی رہی۔

"یہ لو۔ پہلے تم اپنا موڈ ٹھیک کر لو پھر میں تمہیں کارٹر کے متعلق بہت کچھ بتاؤں گا۔"

کٹی نے گلاس کو میز سے اٹھائے بغیر سر جھکا کر دو تین چسکیاں لیں اور سیدھی بیٹھ کر اپنا نچلا ہونٹ چوسنے لگی۔

ٹونی سگریٹ سلگا رہا تھا اُس نے دھوئیں کا کثیف بادل اگلتے ہوئے کہا۔ "دنیا میں وہی آدمی خوش رہ سکتا ہے جسے صرف اپنی ذات سے محبت ہو۔"

"تم اس مسئلے پر مجھ سے بحث نہیں کر سکو گے۔" کٹی فخریہ انداز میں بولی۔

"میں جانتا ہوں تم بہت پڑھی لکھی ہو مگر اُسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ کارٹر کو پڑھے لکھے ہونے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر ایک خارش زدہ کتیا بھی اُس کے لئے سکس اپیل رکھتی ہے تو وہ اُس کے لئے ضرور دم ہلائے گا..... علم ..... ہونہہ۔"

"تم آخر مجھ سے اتنی بے تکی باتیں کیوں کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں کٹی پُورکیٹ۔"

"خاموش رہو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

"وہ تم سے زیادہ حسین ہے بھولی لڑکی۔"

"کون۔"

"کوئی بہت امیر لڑکی۔ لیکن وہ تمہاری طرح یوریشین نہیں ہے بلکہ کسی خالص سفید نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ تصویر ہے تصویر..... لو اور لو۔"

اُس نے پھر اُس کے گلاس میں شراب انڈیل کر سائیفن سے سوڈے کی دھار ماری۔

"مجھے اُس کا پتہ بتاؤ۔"

"پتہ نہیں معلوم لیکن میں نے کارٹر کو پچھلے دنوں اُس کے ساتھ سی سائیڈ سوئمنگ کلب میں دیکھا تھا۔ اُف فوہ..... سرخ رنگ کے تیراکی کے لباس میں وہ شعلہ معلوم ہو رہی تھی اور کارٹر اس طرح اُس کے پیچھے دم ہلاتا پھر رہا تھا جیسے وہ سچ مچ اس کا بہت پرانا کتا ہو۔"

"بس کرو۔ ورنہ میں یہ گلاس تمہارے منہ پر کھینچ ماروں گی۔"

"ہاہا..... لیکن اس کے باوجود بھی تم کارٹر کو واپس نہ لا سکو گی۔ اب اُسے بھول جاؤ۔ تم اُس کے لئے پہلی لڑکی نہیں تھیں۔ مجھے دیکھو میں کتنا خوش رہتا ہوں۔ کتنا مگن رہتا ہوں، کیونکہ میں نے آج تک محبت کا روگ نہیں پالا۔ ہمارے پیشے کے لوگ عموماً محبت ہی کے چکر میں مارے جاتے ہیں۔"

"وہ صرف میرا پارٹنر ہے۔"

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن تم اتنی پریشان کیوں ہو۔ تمہیں دوسرا پارٹنر بھی مل سکتا ہے۔"

"بیکار باتیں نہ کرو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اُس نے آج تک مجھ پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ خطرات میں وہ میری ڈھال بن جاتا ہے۔"

"تم جس کے ساتھ کام کرو گی وہی بنے گا۔ آؤ چلو آج آزمائش کے طور پر کچھ ہو جائے۔ میں کارٹر سے بھی زیادہ لمبے ہاتھ مارنے والوں میں سے ہوں اور میں تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کی بھی آڑ نہیں لیتا لیکن اگر تم جیسی کوئی پارٹنر مل جائے تو مجھے بھی انکار نہ ہوگا۔ اس طرح ہمیں فائدہ ہی ہوگا نقصان نہیں۔"

"میں کارٹر کے علاوہ اور کسی کے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"بس وہی محبت۔" ٹونی حقارت سے ہنسا۔

"یہی سمجھ لو۔" کٹی دانت پیس کر بولی۔ "میں اُس کے علاوہ دنیا کے اور کسی مرد کو نہیں پسند کر سکتی سمجھے۔"

"حماقتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" ٹونی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور کرسی کی پشت سے

تک گیا۔

"اب میں جا رہی ہوں۔ تم کارٹر کے دوست ہرگز نہیں ہو۔ تم اس کے دشمن ہو۔ مجھے یقین ہے۔ اس کی روپوشی میں تمہارا ہی ہاتھ ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گی کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"جاؤ.....!" ٹونی بندروں کی طرح دانت نکال کر ہاتھ ہلاتا ہوا بولا۔

⁂

ھیونیشام لاج کے ایک کمرے میں ایک نوجوان یوریشین بیٹھا خوفزدہ نظروں سے اس آدمی کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے متعلق یہ کہنا دشوار تھا کہ وہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ کیونکہ اُس کے جسم پر سر سے پیروں تک سیاہ لبادہ تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا بڑا سا چابک تھا۔ دفعتاً اس نے یوریشین سے کہا۔ "تم پھر خاموش ہو گئے۔"

اس کی آواز سے بھی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے یا مرد۔

"اُو..... اُو..... ہو۔" یوریشین چونک کر کہنے لگا۔ "میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہوں۔ مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور ..... اور میرا باپ اُلو تھا۔ میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھی..... ارے..... ہا.....!"

وہ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا کیونکہ یک بیک سیاہ پوش کا چابک اس کی طرف لپکا تھا۔

"بھول جاتا ہے..... گدھے کے بچے۔" سیاہ پوش نے اُسے ڈانٹا۔

"اب نہیں..... بھ..... بھولوں گا۔" یوریشین اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ "میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہوں۔ مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور میرا باپ اُلو تھا۔"

"رک رک کر نہیں۔ تیزی سے کہو۔" سیاہ پوش نے پھر چابک گھمایا اور جمی کارٹر نے بچنے کی کوشش میں چھلانگ لگائی پھر زمین پر پیر لگتے ہی وہ تیزی سے کہنے لگا۔

"میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہوں۔ مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور میرا باپ اُلو تھا۔ میرا نام جمی کارٹر ہے۔ مجھے ایک گدھی.....!"

"پھر.....!" چابک پھر لہرایا اور جمی کارٹر نے بچنے کے لئے پھر چھلانگ لگائی اور پھر بکنے لگا۔ "میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہوں۔ مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور میرا باپ اُلو تھا۔"

وہ اسی طرح یہ تینوں جملے تیزی سے دہراتا رہا لیکن ساتھ ہی وہ سیاہ پوش کے چابک کی طرف بھی دیکھے جا رہا تھا اور جب بھی اُس کی زبان لڑکھڑاتی چابک ضرور گھومتا لیکن ابھی تک ایک بار بھی چابک اُس کے جسم پر نہیں پڑ سکا تھا کارٹر کافی پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً ایک جانب کا دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت سی سفید فام لڑکی اندر داخل ہوئی لیکن پھر الٹے قدموں چلتے ہوئے دروازے میں جا رکی۔

اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ کارٹر اسکی طرف دیکھنے لگا لیکن وہ برابر کہے جا رہا تھا۔

"میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہون۔ مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور میرا باپ اُلو تھا۔"

وہ کہتا رہا اور ایک بار اُس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ نظر لڑکی پر تھی اس لئے اس بار چابک اس کے جسم پر پڑ ہی گیا اور وہ کسی جانور کی طرح چیختا ہوا سیاہ پوش کی طرف جھپٹا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اچھل کو دیوار سے جا ٹکرایا کیونکہ نقاب پوش کے بائیں ہاتھ سے چنگاریاں سی نکلی تھیں۔

اب وہ زمین پر پڑا اپنے جسم کے مختلف حصوں کو بالکل اسی طرح مل رہا تھا جیسے وہ چنگاریاں وہاں چمٹ کر رہ گئی ہوں۔

"چلو کہتے رہو۔" سیاہ پوش غرایا اور کارٹر کراہتا ہوا وہی تینوں جملے دہرانے لگا۔ لڑکی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی لیکن اب بھی اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہی تھی۔

کارٹر زمین پر پڑا چیختا رہا اور وہیں تینوں جملے دہراتا رہا۔ لڑکی مسکراتی رہی اور سیاہ پوش کا چابک خلاء میں گردش کرتا رہا۔

پھر اچانک لڑکی نے سیاہ پوش کو کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ چابک والا ہاتھ روک کر چابک کو اپنی کلائی میں لپیٹنے لگا۔

اس کے بعد جمی کارٹر نے اُسے اس کمرے سے جاتے دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ اُس کے چہرے سے شدید قسم کی تکلیف کا اظہار ہو رہا تھا۔

لڑکی کو کارٹر نے بُرا سا منہ بنا کر دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے۔" لڑکی آہستہ سے بولی۔ "وہ میرے عاشقوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔"

یک بیک جمی کارٹر اٹھ بیٹھا۔ وہ قہر آلود نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دانت پیس کر کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "میں اس وقت بے بس ہوں۔ میں جمی کارٹر..... لیکن یہ مت بھولو کہ جیسے ہی مجھے موقعہ ملا.....!"

"اوہ..... جمی ڈیئر..... خدا کے لئے مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان سب حرکتوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔"

"نہیں! تم تو صرف عشق کرنا جانتی ہو۔"

"اُف فوہ..... میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔"

"پھر اُسی طرح مسکراؤ جیسے کچھ دیر پہلے مسکرا رہی تھی۔ سب کچھ میری سمجھ میں آ جائے گا۔"

"بس! اب بہت مشکل ہے کہ میری طرف سے تمہاری بدگمانی رفع ہو سکے۔"

"نہیں کوشش کرو رفع کرنے کی۔"

"اچھا جمی یہ بتاؤ۔ کیا میں تمہیں یہاں لائی تھی۔ کیا میں نے تم سے کہا تھا کہ اس عمارت میں قدم رکھو۔ پچھلی رات تم چوروں کی طرح یہاں داخل ہوئے تھے لہٰذا ایک چور ہی کی طرح پکڑ لئے گئے۔"

"اوہ..... تو مجھے پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہوتا۔ یہ سب کیا ہے وہ اُلو کی پٹھی یا پٹھا کون ہے۔"

"وہ اُلو کا پٹھا ہی ہے پٹھی نہیں۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔ "میں نے بھی آج تک اس کی شکل

نہیں دیکھی۔"

"وہ کیا چاہتا ہے۔"

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میں خود کس چکر میں پھنسی ہوئی ہوں۔"

"مگر تم میری طرح قید تو نہیں ہو۔"

"نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے۔ مگر میں جاؤں کہاں۔ اس ٹھکانے کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں اور میرا مقصد کیا ہے۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"کیا تم بتا سکو گے کہ تمہارے والدین کون تھے۔"

"یقیناً بتا سکوں گا۔"

"لیکن میں نہیں بتا سکتی کیونکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے یہی سیاہ پوش بھوت آنکھوں کے سامنے رہا ہے اور چابکوں کی شائیں شائیں سنتی رہی ہوں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم اسی بھوت کی صاحبزادی سفید چڑیل ہو۔"

"شوق سے گالیاں دو لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرا باپ ہی ہے۔ کیونکہ اس نے اس مسئلے پر کبھی گفتگو نہیں کی بلکہ اس مسئلے وہ زبان کھولنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ مجھ جیسی دو لڑکیاں اور بھی ہیں اور ان کے عاشق بھی اسی طرح آ پھنسے ہیں۔ چابک کھاتے ہیں اور اپنی زبان سے اعتراف کرتے ہیں کہ وہ گدھی کے بچے اور اُلو کے پٹھے ہیں۔"

جمی کارٹر اپنے بال مٹھی میں جکڑنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "میں سمجھتا ہوں تم لوگ چاہتے ہو کہ میں پاگل ہو جاؤں۔"

"جمی! تم پہلے ہی پاگل تھے۔ میں نے نہ تم سے دوستی کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی نہ دوستی ہو جانے کے بعد میں نے تمہیں اپنا پتہ بتایا تھا۔ نہ کبھی تمہیں کسی قسم کی دعوت دی تھی۔ تم خود ہی آئے اور پھنس گئے۔ میں جانتی تھی کہ اگر تم نے کبھی ادھر کا رخ کیا تو تمہیں بھی چابک کھا کھا کر اپنے گدھی کے بچے اور اُلو کے پٹھے ہونے کا اعلان کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ

میں نے تمہارے پوچھنے کے باوجود بھی اپنا پتہ نہیں بتایا تھا۔"

"مگر تم بار بار میرے سامنے کیوں آتی تھیں۔"

"کیا اس لئے آتی تھی کہ تم مجھ سے عشق کرنے لگو اور میں کیا کرتی۔ جب میں نے دیکھا کہ تم میرے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہو تو میں نے تم سے بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن تم نہ مانے۔ تم نے مجھے دھوکے میں رکھ کر میرا پتہ معلوم کیا اور پچھلی رات یہاں آ ٹپکے۔ مگر تم چوروں کی طرح کیوں آئے تھے؟"

"بس یہ دیکھنے چلا آیا تھا کہ تم سوتے میں کیسی لگتی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی شریف آدمی تو اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"تو میں نے کب کہا ہے کہ میں شریف آدمی ہوں۔"

"نہیں ہو۔" لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"سبھوں کو ایک دن اس کا مزہ چکھاؤں گا۔"

"خدا جانے۔" لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔ "میں اب تک تم جیسے سینکڑوں دیکھ چکی ہوں۔ وہ بھی اسی طرح مار کھاتے تھے اور بعد میں اینڈتے تھے۔ مگر آج وہی اس کے غلام ہیں۔ اس کے بوٹ چاٹتے ہیں۔ اس کے سامنے آ کر اب بھی اعتراف کرتے ہیں وہ گدھی کے جنے اور اُلو کے پٹھے ہیں۔"

"مگر تم کس کی پٹھی ہو۔" جمی کارٹر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ میں صرف اپنی پٹھی ہوں کیونکہ میں نے آج تک چابک نہیں کھائے اور نہ مجھ سے اعتراف کرایا گیا ہے کہ میں گدھی کی بچی ہوں۔"

"تم کس ملک سے تعلق رکھتی ہو۔"

"میں یہ بھی نہیں جانتی۔ بس انگریزی ہی بولتی ہوں انگریزی ہی لکھ پڑھ سکتی ہوں۔"

"مگر وہ کالا بھوت تو لہجے سے انگریز نہیں معلوم ہوتا۔"

"پتہ نہیں۔ اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ تم خوش رہنے کی کوشش کرو۔"

جواب میں جمی کارٹر کی زبان نہ جانے کیا کیا اگلنے لگی۔ لیکن لڑکی تو جا چکی تھی۔

بدحواسی

ملازم نے لیڈی شمشاد کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ کرنل فریدی حمید اور نیلم کو جھگڑتے چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔ اُن دونوں میں کافی دیر سے اس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا کہ نیلم حمید کو بابا کیوں کہتی ہے۔ حمید کو سچ مچ غصہ آ گیا تھا اور نیلم اُسے برابر کہے جا رہی تھی۔

"پھر میں تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کروں۔"

"ارے تو مخاطب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"واہ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں میرے پیارے بابا جی۔"

"او..... مردود اب تم بابا کے ساتھ جی بھی لگاؤ گی۔ خدا تمہیں غارت کرے۔" حمید اپنی پیشانی پر دونوں ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

اور پھر وہ وہاں سے اٹھ ہی گیا۔ نیلم اُس کے لئے ایک مستقل عذاب بن کر رہ گئی تھی لیکن مصیبت تو یہ تھی کہ کبھی کبھی اس کی شرارتوں پر پیار بھی آتا تھا۔

وہ سیدھا ڈرائینگ روم کی طرف آیا لیکن وہ جانتا تھا کہ لیڈی شمشاد ایک بوڑھی عورت ہے۔ دراز قد اور بھاری جسم والی۔ اور زیادہ تر ساری میں رہتی ہے۔ بال گو زیادہ گھنے نہیں ہیں لیکن پھر بھی وہ انہیں آئے دن نت نئی شکلیں دیتی رہتی ہے اور اُسے یہ بھی یاد آیا کہ گفتگو کرتے وقت وہ ناک سے اس قسم کی آوازیں نکالنے لگتی ہے جیسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہو رہی ہو۔

وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوا اور لیڈی شمشاد کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

فریدی نے مڑ کر دیکھا اور پھر اس سے بولا۔ "آپ اپنا بیان جاری رکھئے۔ یہ میرے اسسٹنٹ کیپٹن حمید ہیں اور ہر وہ بات ان کے علم میں لائی جا سکتی ہے جو میرے لئے مخصوص ہو۔"

''اوہ..... اچھا اچھا'' لیڈی شمشاد حمید کو اپنے لئے جھکتے دیکھ کر مسکرائی۔ ''مگر بیٹے مصیبت تو یہ ہے کہ وہ بات مجھے بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ تم نہ جانے کیا سوچو۔''

''میں کوئی غلط بات نہیں سوچوں گا۔ مجھ پر اعتماد کیجئے۔''

''میرے خدا.....!'' لیڈی شمشاد اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔ ''زبان نہیں کھلتی۔ بچوں کی سی باتیں۔''

''مجھے آئے دن ایسی باتوں سے الجھنا پڑتا ہے جن کی دوسروں کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن وہ انتہائی اہم ثابت ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ بھی کوئی ایسی ہی بات ہو۔''

لیڈی شمشاد تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''تقریباً ایک ماہ پہلے کی بات ہے ایک رات میں نے سر شمشاد کی پشت پر کچھ لکھا ہوا دیکھا۔ قریب سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی ربر اسٹامپ کا امپریشن تھا اور وہ تحریر.....!''

لیڈی شمشاد خاموش ہوگئی۔ لیکن اب فریدی کے انداز سے بھی لاپرواہی سی ظاہر ہونے لگی تھی۔ حمید جانتا تھا کہ فریدی پوری بات سننے کا متمنی ہے لیکن لاپروائی ظاہر کئے بغیر وقت کی بچت اس کی دانست میں ناممکن تھی۔ وہ ایسے مواقع پر عموماً یہی کرتا تھا۔

آخر لیڈی شمشاد خود ہی بولی ''وہ ایک مضحکہ خیز تحریر تھی بیٹے۔''

لیکن فریدی نے اب بھی اشتیاق ظاہر نہ کیا۔

''تحریر تھی۔ تم اُلو ہو۔'' لیڈی شمشاد نے کہا اور حمید اس طرح اچھل پڑا جیسے صوفے کے کسی اسپرنگ نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہو۔

لیکن فریدی نے ذرہ برابر بھی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

''آپ کہتی چلئے۔'' اُس نے کہا۔

''میں نے سر شمشاد کو کوٹ اتارنے کو کہا۔ پھر جب انہوں نے وہ تحریر دیکھی تو انہیں بہت غصہ آیا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ اُن کے کسی بے تکلف دوست کی حرکت تھی۔ مگر ظاہر ہے اس عمر میں ایسی غیر سنجیدگی انہیں بہت گراں گذری ہوگی۔ وہ کافی دیر تک بڑبڑاتے رہے پتہ نہیں باہر

کتنے آدمیوں کی نظریں اس پر پڑی ہوں گی اور انہوں نے کیا سوچا ہوگا۔ یہ چیز اُن کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ خیر بات رفع دفع ہوگئی لیکن ایک ہفتہ بعد پھر وہی تحریر ان کی پشت پر نظر آئی اور میں نے پھر انہیں ٹوکا۔ مگر اس بار نہ تو انہیں غصہ آیا اور نہ انہوں نے اپنے دوستوں کو بُرا بھلا کہا بلکہ میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ خائف نظر آنے لگے تھے۔ میں نے پوچھا کہ ایسی حرکت کرنے والا کون ہوسکتا ہے لیکن وہ الٹی سیدھی باتیں کر کے سونے کے لئے چلے گئے۔ دوسری صبح ان کا چہرہ بہت زیادہ اُترا ہوا تھا۔ پھر میں انہیں روز بروز اور زیادہ پریشان دیکھتی رہی۔ پھر ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ میں نے ان کی پشت پر لکھا ہوا دیکھا۔ تم اُلو نہیں ہو۔ انہوں نے بھی اُسے دیکھا اور یک بیک ان کی آنکھوں میں بشاشت نظر آنے لگی اور اب اُن کی حالت بہت ابتر ہو چکی ہے۔ وزن گھٹ گیا ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے نظر آنے لگے ہیں۔

''اُلو نہ ہونے کے باوجود بھی۔'' حمید بول پڑا۔ پھر یک بیک سنبھالا لے کر بولا۔ ''میرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ابھی فرمایا ہے تیسری بار کی تحریر نے اُن پر اچھا اثر ڈالا تھا۔''

''ہاں! لیکن وہ اثر وقتی تھا۔ اب وہ روز بروز زیادہ پریشان نظر آنے لگے ہیں۔ بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ برابر گھلتے جارہے ہیں۔ لیکن وہ مجھے کچھ نہیں بتاتے۔''

''آپ اس سلسلے میں ان کے دوستوں سے بھی ملی ہوں گی۔''

''ہرگز نہیں۔ وہ اکثر مجھ سے کہتے رہتے ہیں کہ میں اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کروں۔''

''اوہ.....!''

''اب تم بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تم سے اس کا تذکرہ ضرور کروں۔ ہمارے خاندانی تعلقات.....!''

''اوہ..... جی ہاں۔ میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔ مگر کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اس کا تذکرہ ہمارے علاوہ اور کسی سے نہیں کیا۔''

''تم پہلے آدمی ہو۔''

''پہلی بار جب یہ تحریر نظر آئی تھی تو وہ خوفزدہ تھے۔''

"نہیں ہرگز نہیں۔ انہیں اس پر بے حد غصہ آیا تھا اور وہ کافی دیر تک محض شبے کی بناء پر اپنے بعض دوستوں کو بُرا بھلا کہتے رہے تھے۔ خوفزدہ تو وہ دوسری بار نظر آئے تھے۔ بہت زیادہ اور انہوں نے مجھ سے اوٹ پٹانگ باتیں کی تھیں۔"

"مثلاً.....!"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ باتیں بے ربط سی تھیں۔ مثال کے طور پر دنیا بڑی واہیات جگہ ہے جہاں کوئی بھی چین سے نہیں رہ سکتا۔ کوئی چیز ڈھال نہیں بن سکتی۔ تم کسی ذی عزت آدمی کو سڑک پر پانچ جوتے مارو۔ تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ لعنت ہے، لعنت ہے آدمی کتنا بے بس ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہوں نے کہا تھا میرا موڈ خراب ہے۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔ پھر وہ اپنی خواب گاہ میں چلے گئے تھے۔"

"تیسری تحریر پر وہ کچھ دیر تک خوش نظر آئے تھے اور اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے تھے کچھ بولے ہی نہیں۔ میں نے لاکھ پوچھا۔"

"کیا حال میں کسی سے اُن کے تعلقات خراب ہو گئے ہیں۔"

"میری دانست میں تو نہیں۔"

"تو آج کل وہ بہت زیادہ پریشان رہتے ہیں۔"

"یہی کہنا چاہیے۔"

"آج کل اُن کے مشاغل کیا ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔ زیادہ تر گھر پر رہتے ہیں۔ ویسے دن میں عموماً ایک بار ہر کارخانے کا چکر ضرور لگاتے تھے۔ مگر اب کئی دن ہو جاتے ہیں وہ گھر سے باہر بھی نہیں نکلتے۔ ملاقات کے لئے آنے والوں سے کہلوا دیتے ہیں کہ وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"ان کے دوستوں میں سب سے زیادہ چالاک آدمی کون ہے۔"

لیڈی شمشاد اس طرح فریدی کو دیکھنے لگی جیسے اُس نے یہ سوال کسی غیر ملکی کے لئے ناقابل فہم زبان میں کیا ہو۔ لیکن فریدی نے اپنا جملہ دہرایا نہیں۔

"میں نہیں سمجھی۔" لیڈی شمشاد نے کچھ دیر بعد آہستہ سے کہا۔

"چالاک آدمی..... اُن کا کوئی بہت زیادہ چالاک دوست۔"

"اُن کے دوستوں میں سبھی ذہین ہیں۔ اگر چالاکی سے مراد ذہانت ہے تو آپ سبھوں کو بہت زیادہ چالاک پائیں گے۔"

"لفظ چالاک اچھے معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوتا۔"

"نہیں! مجھے افسوس ہے کہ میں ایسے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔"

"خیر اچھا..... میں کوشش کروں گا کہ اُن کی پریشانی کی وجہ معلوم ہو جائے۔"

لیڈی شمشاد جتنی دیر بھی بیٹھی اس کے متعلق گفتگو کرتی رہی اور اُس کے جانے کے بعد کیپٹن حمید نے ہنسنا شروع کر دیا۔ لیکن فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نہیں دکھائی دی۔ وہ فکر مند نظر آنے لگا تھا۔

جمی کارٹر نے ہیوپشام لاج سے نکل بھاگنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ کمپاؤنڈ میں چار بہترین قسم کے بلڈ ہاؤنڈ اُس کے پرتپاک استقبال کے لئے موجود تھے۔ وہ اس عمارت کے عقبی حصے کو راہ فرار بنانا چاہتا تھا۔

ابھی صرف آٹھ ہی بجے تھے لیکن سردیوں کا زمانہ تھا۔ اس لئے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے آدھی رات گذر چکی ہو۔ عمارت میں بھی خلاف معمول سناٹا تھا۔ ایسا سناٹا جیسے یا تو اس کے مکین سو گئے ہوں یا پوری عمارت ہی خالی پڑی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ کارٹر کے ذہن میں بھاگ نکلنے کا خیال کلبلایا تھا۔ مگر وہ کتے۔ جو بلائے بے درماں کی طرح عمارت کے چاروں طرف چکراتے پھر رہے تھے۔

وہ تھک ہار کر اپنے کمرے کی طرف واپس آیا لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ کیونکہ سیاہ پوش خبیث کمرے کے وسط میں کھڑا چابک گھما رہا تھا۔

کارٹر کے حلق سے چند بے ہنگم سی آوازیں نکلیں اور وہ کہنے لگا۔ ''میرا نام جمی کارٹر ہے۔ میں گدھا ہوں مجھے ایک گدھی نے جنا تھا اور میرا باپ اُلو تھا۔ میرا نام.....!''

''خاموش رہو۔'' سیاہ پوش غرایا۔

کارٹر خاموش ہوگیا اور سیاہ پوش نے کہا۔ ''تم انتہائی کوشش کرو تب بھی یہاں سے نہیں نکل سکتے۔''

اس نے جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی چابک ہلایا تھا مگر کارٹر نے بڑی پھرتی سے اس کا وار خالی دے کر پھر وہی بکواس شروع کر دی تھی۔

''خاموش رہو۔'' وہ پھر غرایا۔ ''اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ اس وقت سوا آٹھ بجے ہیں لیکن تم ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے یہاں واپس آجاؤ گے۔''

کارٹر نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا کہ میں ضرور واپس آؤں گا۔ خبیث کی اولاد۔ لیکن میری واپسی تمہارا بیڑا غرق کر دے گی۔

''میں واپس آجاؤں گا۔'' کارٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آنا ہی پڑے گا..... جاؤ۔''

''مگر باہر کتے۔''

''میں انہیں بلالوں گا۔''

کارٹر کمرے سے نکل آیا۔ وہ صدر دروازے کیطرف جا رہا تھا۔ مگر وہ یہ سوچنے پر مجبور تھا کہ کہیں وہ بھی کسی قسم کا پاگل پن ہی نہ کر رہا ہو کیونکہ وہ اس سیاہ پوش کو صحیح الدماغ نہیں سمجھتا تھا۔

جیسے ہی اُس نے صدر دروازے سے باہر قدم رکھا کتے بھاگتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔ عمارت کے بائیں بازو سے سیٹی کی آواز آئی تھی۔ کارٹر گویا ہوا میں اڑتا ہوا پھاٹک تک پہنچا۔ اُسے نہیں معلوم کہ پورچ سے پھاٹک تک کا راستہ کیسے طے ہوا تھا۔

•

اور پھر سڑک پر پہنچ کر تو وہ اس طرح دوڑنے لگا جیسے ملک الموت تعاقب کر رہا ہو۔ راہگیر اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اگر اس وقت ایک بچہ بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑتا تو لوگ یہی سمجھتے کہ وہ کچھ چُرا کر بھاگا ہے اور کارٹر کو جان بچانا مشکل ہوجاتا۔

ڈریک روڈ سے گوہن اسٹریٹ میں مڑتے وقت اُس کی رفتار بھی سست ہوگئی اور اُسے اپنی مضحکہ خیز پوزیشن کا بھی احساس ہوا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی جیل کی بہت اونچی دیوار سے کودنے کے بعد بھی اپنے ہاتھ پیر بچا لے گیا ہو۔

گوہن اسٹریٹ سے نکلتے ہی گرینچ بار سامنے پڑا اور وہ خبط الحواس کی طرح اُسی میں داخل ہوگیا۔ ویسے گرینچ بار اُس کے لئے کوئی نئی جگہ بھی نہیں تھی۔ وہ اکثر پہلے بھی اپنے احباب کے ساتھ یہاں راتیں گذار چکا تھا اور اس وقت بھی اُسے توقع تھی کہ اُس کا کوئی نہ کوئی دوست یہاں ضرور موجود ہوگا۔

بار میں تقریباً ساری میزیں گھری ہوئی تھیں لیکن کارٹر کو مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کا ایک پرانا ساتھی ٹونی ایڈونٹر وہاں موجود تھا۔ جیسے ہی ٹونی کی نظر اُس پر پڑی اس کا منہ کھل گیا لیکن پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر دکھائی دی۔

کارٹر کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ٹونی اپنی میز پر تنہا تھا مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کا منتظر رہا ہو اور کارٹر کی آمد اُسے گراں گذری ہو۔

وہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا لیکن کارٹر نے اُس سے کچھ کہے بغیر سب سے پہلے ایک ویٹر کو بلا کر گلاس طلب کیا اور پھر ٹونی کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے بولا۔ ''میں تم میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔''

''اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت کچھ کھو چکے ہو۔'' ٹونی نے اُس کے گلاس میں شراب انڈیل کر سائیفن سے سوڈے کی دھار مارتے ہوئے کہا۔ ''تم آخر اتنے دنوں سے تھے کہاں!''

''میں..... اوہ.....!'' دفعتاً کارٹر خاموش ہوگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ٹونی کو کیا بتائے کیا وہ اُسے یہ بتا دیتا کہ ایک گمنام آدمی نے اُسے چوہے دان میں بند کر رکھا تھا اور وہ کسی بے بس اور

یتیم بچے کی طرح اس کی زیادتیوں پر بلبلاتا اور سسکیاں لیتا تھا؟ اس نے سوچا کہ وہ اپنے ہم چشموں سے اس کا تذکرہ نہیں کر سکے گا۔ کبھی نہیں۔ اُس پُراسرار آدمی سے نپٹنے کے لئے اُسے کوئی دوسرا ہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔

''میں شہر میں نہیں تھا۔'' اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''مگر میں کیا کھو چکا ہوں۔''

''بہت کچھ۔'' ٹونی نے ایک طویل سانس لی اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ وہ کارٹر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''مجھ سے پہیلیوں میں بات نہ کرو۔ ہوسکتا ہے میں جوئے میں کچھ ہار گیا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں کھویا۔''

''ہوسکتا ہے۔'' ٹونی نے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''لیکن میں تم میں بھی بڑی تبدیلیاں محسوس کر رہا ہوں۔'' کارٹر بولا۔

''یہ بھی ممکن ہے۔'' ٹونی نے پھر ایک لمبی سانس لی اور سیدھا بیٹھ کر اپنے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

''کیا میں یہاں سے اٹھ جاؤں۔'' کارٹر جھلا کر بولا۔

''کیوں؟''

''تمہارے رویئے سے یہی ظاہر ہوتا ہے مگر میں اس تبدیلی کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ کیا ہمارے درمیان کبھی کسی قسم کے تکلفات بھی روا رہے ہیں۔''

''اس کی وجہ میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔'' ٹونی مسکرایا۔ ''وجہ یہ ہے کہ ہمارا پیشہ اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ ہم اپنی ہم پیشہ عورتوں کے علاوہ کسی اور قسم کی عورتوں سے بھی تعلق رکھیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اب یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔''

''اچھی بات ہے۔'' کارٹر میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔''

ٹھیک اُسی وقت کٹی تیر کی طرح اُن کی میز کی طرف آئی۔

''اوہ تم بھی..... کہاں تھے۔'' وہ آتے ہی بولی۔

''آہا..... کٹی..... ہاؤ ڈو یو ڈو۔'' کارٹر اٹھتا ہوا بولا۔

''بیٹھو جی۔ میرے خدا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم سالہا سال بعد ملے ہوں۔''

''تم بھی یہی محسوس کر رہی ہو نا۔'' ٹونی چہک کر بولا۔

''کیوں؟'' کٹی اُسے گھورنے لگی اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ ''مطلب یہ کہ جی کچھ بدلا بدلا سا نظر آتا ہے۔''

''بس خاموش رہو۔'' کارٹر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور ٹونی ہنسنے لگا۔

''ہاں تم کہاں تھے؟'' کٹی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ اس پر کارٹر نے اُسے ایک فرضی داستان سنائی کہ وہ کس طرح ایک مالدار جواری کا تعاقب کرتا ہوا نصیر آباد تک گیا تھا اور اُسے لوٹنے کی کوشش کی لیکن خود ہی بُری طرح لٹ گیا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ وہ شاپنگ کر کے اس جواری کا دیوالہ نکال دے گا لیکن خود ہی اس طرح ہارتا چلا گیا کہ آخر کار اُس کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہ رہ گئی۔ بغیر پیسوں کے واپسی ناممکن تھی کیونکہ وہ ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہوئے پکڑے جانا پسند نہیں کرتا۔ پھر اتفاق سے ایک دن ایک شناسا وہاں مل گیا۔ اس سے کچھ روپے قرض لینے کے بعد واپسی ہوئی۔ ٹونی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے اس کہانی پر یقین نہیں آیا۔ کارٹر نے اُسے محسوس کیا اور اپنا سا منہ بنا کر دوسروں کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر وہ تقریباً گیارہ بجے تک وہاں بیٹھا رہا۔ جب کلاک نے گیارہ بجائے تو وہ کچھ بے چین سا نظر آنے لگا۔ سیاہ پوش نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ ہر حال میں واپس آنا پڑے گا لیکن کارٹر نے اپنے بچاؤ کے لئے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ وہ کٹی کی باتوں میں الجھا رہا تھا، جو اُسے اپنی کسی نئی مہم کے لئے تیار کرنا چاہتی تھی۔

اچانک کارٹر کے حلق سے عجیب قسم کی آواز نکلی اور وہ اپنا داہنا بازو دبا کر رہ گیا۔ پھر ایسا

معلوم ہونے لگا جیسے وہ اپنا کوٹ اتار پھینکے گا۔ مگر وہ صرف بٹن ہی کھول کر رہ گیا کیونکہ اب اُسے اچھل کر اپنا داہنا بازو دبالینا پڑا تھا اور پھر اُس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔

''کیا بات ہے۔'' کٹی اور ٹونی نے بیک وقت سوال کیا۔

''کک.....کچھ نہیں.....اوہ۔'' وہ داہنا شانہ دبا کر دہرا ہو گیا۔

''میں جاؤں گا۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا اور پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا بار سے باہر آیا۔ اب وہ پھر گوہن اسٹریٹ میں داخل ہو رہا تھا اور گوہن اسٹریٹ سے ڈریک روڈ پر آیا۔ اُس کا رخ ہیوشام لاج کی طرف تھا اور ایک بار پھر وہ اسی طرح دوڑ رہا تھا جیسے ملک الموت تعاقب میں ہو۔

دوسرا اُلو

فریدی نے کتاب میز پر ڈال دی اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔ حمید تقریباً پانچ یا چھ منٹ سے اُس کے قریب ہی موجود تھا لیکن فریدی نے ایک، بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ حمید کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اُس سے کوئی ضروری بات کہنا چاہتا ہے۔ فریدی اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔ حمید نے کنکھار کر گلا صاف کیا اور بولا۔ ''میں نے کہا۔ آج اتوار ہے اور دوسرے اتوار کے ملنے پر پھر سات دن انتظار کرنا پڑے گا۔''

''پھر.....؟'' فریدی نے کھڑکی سے مڑے بغیر کہا۔ وہ باہر عقبی پارک میں دیکھ رہا تھا۔

''پھر کیا! اب ہم نیا گرہ نہیں جاسکیں گے۔''

''آہا.....ٹھیک ہے۔ آج ہم وہاں رسلنگ دیکھنے جار ہے ہیں۔''

''نہیں جاسکیں گے۔'' حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''کیوں؟''

''ڈرائنگ روم میں ایک دوسرے اُلو کی بیوی موجود ہے۔''

''کیا مطلب.....!'' فریدی مڑا۔

''اُس نے بھی بالکل ویسی ہی داستان سنائی ہے جیسی اُس دن لیڈی شمشاد نے سنائی تھی۔''

''اوہ.....مگر وہ کون ہے۔''

''کرنل اسمتھ کی بیوی۔''

''ارے ٹال دو'' فریدی نے کہا۔

یہ چیز حمید کے لئے غیر متوقع تھی کیونکہ فریدی نے آج تک کسی غرض مند کو ٹالا نہیں تھا۔

''اس وقت نہ میں کسی سے مل سکوں گا اور نہ نیا گرہ ہی جاسکوں گا۔'' فریدی سگار کو کھڑکی کے باہر پھینکتا ہوا بولا۔ ''اُس کی داستان سن ہی چکے ہو۔ لہٰذا تم بھی اُس کی مدد کر سکو گے۔''

''یہاں اُلو بہت کم پھنستے ہیں۔ ویسے اُس وقت تک شاید پھنس بھی جاتا جب تک کرنل اسمتھ اُلو تھا۔ اب تو بہت دیر ہوگئی۔ اب وہ اُلو نہیں ہے۔ اس لئے وہ بور بھی ہو رہا ہے اور اس کی صحت بھی خراب ہوتی جارہی ہے۔''

''اچھا! بس ختم کرو۔ اُس سے کہہ دو کہ میں بہت مشغول ہوں۔ ایک ہفتے سے پہلے نہیں مل سکوں گا۔''

''مگر آپ کا یہ رویہ۔''

''تمہارے لئے نیا ہے مگر تم اس کی فکر نہ کرو۔ جاؤ۔''

آج کل اُس کی فرصت کے لمحے عموماً لائبریری ہی میں گذرتے تھے ورنہ اس سے پہلے اکثر وہ اور نیلم بلیرڈ یا پنگ پانگ بھی کھیل لیا کرتے تھے۔

حمید کچھ دیر بعد واپس آ گیا اور فریدی نے پھر کتاب میز پر ڈال دی۔ سگار کے ڈبے سے ایک سگار منتخب کر کے اُس کا گوشہ توڑتے ہوئے اس نے کہا۔ ''کیا تم کٹی پرکنس سے واقف ہو۔''

''پرکٹی۔'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''کٹی پرکنس.....!'' فریدی نے ''پرکٹی'' نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''شاید۔ میں نے یہ نام کسی سلسلے میں پہلے بھی سنا ہے۔''

''صرف نام ہی سنا ہوگا ورنہ اس وقت تم کرنل اسمتھ کی بیوی کہنے کے بجائے کٹی پرکنس ہی کہتے۔''

''اوہ.....تو کیا اس کا نام کٹی پرکنس تھا۔''

''ہاں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے کٹی پرکنس کے متعلق کیا سنا ہے۔''

''غالباً یہ کہ وہ ایک فراڈ ہے۔''

''بہت کم سنا ہے تم نے۔ بہرحال اب وہ مالدار آدمی کی بیوی ہے لیکن اس کے باوجود شہر کے بدمعاشوں کی محبوبہ بننے میں فخر محسوس کرتی ہے۔''

''محبوبہ ہر حال میں محبوبہ ہوتی ہے خواہ وہ کسی کی بیوی ہو یا نہ ہو اور محبوبائیں عموماً بدمعاش ہی رکھتے ہیں۔ شریفوں میں تو بیوی رکھنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔''

''غیر متعلق باتیں نہ چھیڑا کرو۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''ہام.....تو آپ اُس سے اس لئے نہیں ملے کہ وہ کرنل اسمتھ کی بیوی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بدمعاشوں کی محبوبہ بھی ہے۔''

''نہیں..... بلکہ وہ بھی اُلو کی کہانی لے کر آئی تھی اور حمید صاحب یہ دوسری نہیں بلکہ آٹھویں عورت تھی۔ میں اس سے پہلے سات کیسز نوٹ کر چکا ہوں۔ یہ آٹھواں کیس ہے۔''

''وہ آٹھواں کیس نوٹ کرنا آپ نے مناسب نہیں سمجھا۔''

''تم سوچنے کی عادت ڈالو۔'' فریدی نے پھر کتاب اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''شاید تم کرنل اسمتھ سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہو۔''

''میں جانتا ہوں کہ وہ ایک پرانا سازشی ہے۔'' حمید نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ''آہا تو آپ کا خیال یہ ہے کہ ان حرکتوں میں خود کرنل اسمتھ کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔''

''خیر.....کچھ تو سمجھے۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔ اگر آپ اُس سے ملے ہوتے تو البتہ میں کچھ سمجھنے کی کوشش

کرتا۔ نہ مل کر آپ نے انہیں ہوشیار کر دیا۔''

''ضروری نہیں ہے کہ ہر کیس میں میرا لائحہ عمل یکساں ہو۔ کبھی میں مجرموں کو اپنے دھوکے میں رکھتا ہوں اور کبھی خود ہی دھوکے کھاتا ہوں۔ لیکن آخر اُس سے مل لینے پر کیوں مصر تھے۔''

''اُس کی آنکھیں مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ اُن کے متعلق آپ کی رائے بھی معلوم کرلوں۔ کیا حرج ہے۔''

''دفع ہو جاؤ۔'' فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ حمید باہر چلا آیا۔ اُس نے کرنل اسمتھ کی بیوی کو ٹال ضرور دیا تھا لیکن اُس سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اُس سے ضرور ملے گا اور اطمینان سے ان معاملات پر غور کرنیکے بعد کوئی مناسب قدم اٹھائے گا۔ ہوٹل ڈی فرانس میں ملنے کی ٹھہری تھی۔

حمید نے نیلم سے تذکرہ نہیں کیا تھا ویسے وہ اس وقت کوٹھی ہی میں موجود تھا جب کرنل اسمتھ کی بیوی ڈرائنگ روم میں اس سے گفتگو کر رہی تھی۔ کرنل اسمتھ کی بیوی میں حمید کو سرخاب کے پر نہیں نظر آئے تھے۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ وہ کرنل اسمتھ سے اچھی طرح واقف تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خرانٹ اتنی جوان بیوی رکھتا ہوگا۔ اُسے بوڑھوں کی نوجوان بیوی سے مل کر ہمیشہ بڑی خوشی ہوتی تھی اور وہ ایسے مواقع پر خدا کا شکر ادا کرتا تھا کہ نوجوان مردوں میں بوڑھیوں سے شادی کرنے کا رجحان نہیں پایا جاتا۔ ورنہ مہد سے لحد تک ''آغوشِ مادر'' کے علاوہ اور کسی قسم کا ماحول نصیب نہ ہو سکتا۔

ٹھیک آٹھ بجے وہ ہوٹل ڈی فرانس میں نظر آیا لیکن شاید مسز اسمتھ ابھی نہیں آئی تھی۔ وہ وقت گذارنے کے لئے بلیرڈ روم میں چلا گیا۔ یہاں اُس کے کئی شناسا بلیرڈ کھیل رہے تھے جنہوں نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ باغ و بہار قسم کے آدمیوں کی صحبت تو سبھی چاہتے ہیں مگر حمید یہاں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں رکنا چاہتا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ پھر ڈائننگ ہال میں تھا اور کٹی پرکنس یعنی کرنل اسمتھ کی بیوی بھی اب وہاں موجود تھی اور وہ وہاں پندرہ منٹ لیٹ پہنچی تھی۔ حمید نے یہی ظاہر کیا کہ وہ اکثر وہاں ہر شام ہی آجاتا ہے اور کافی

مسز اسمتھ نے پھر اپنی پریشانیوں کی داستان چھیڑ دی اور حمید بولا۔

"میں کرنل اسمتھ کو عرصے سے جانتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ تم سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔"

"کیوں...؟"

"کیا یہ ایک مشغلہ نیز دھوکہ نہیں ہے جسے دنیا کی کوئی سنجیدہ عورت نہیں برداشت کر سکتی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میں کرنل اسمتھ کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا۔"

"اور میرے متعلق.....؟" کٹی مسکرائی۔

"تم.....تم بہت اچھی ہو۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور کٹی ہنسنے لگی۔ پھر اُس نے کہا۔ "کیپٹن ذرا اپنے یہاں کٹی پرکنس کا فائیل ضرور دیکھنا۔ گو پولیس آج تک میرے خلاف کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکی۔ پھر بھی آپ کا محکمہ میرا فائیل رکھتا ہے۔"

"اوہ.....تو تم وہ کٹی ہو۔ میں نے تمہارے متعلق صرف سنا تھا۔ فائیل آج تک نظر سے نہیں گذرا۔"

"کرنل اسمتھ بھی ایسے ہی آدمیوں میں سے ہے، جس کا فائیل آپ کے محکمے میں ضرور ہوگا۔ لہٰذا کہنے کا مطلب یہ کہ وہ مجھ سے پیچھا چھڑا کر کیا کرے گا۔"

"تب تو وہ سچ مچ اُلو ہے۔"

"تم میرے سامنے میرے شوہر کی توہین نہیں کر سکتے۔"

"کیا کرو گی تم۔"

"میزالٹ دوں گی۔ زیادہ سے زیادہ تم مجھ پر دعویٰ کرو گے میں عدالت میں معافی مانگ لوں گی۔"

حمید ہنسنے لگا اور کٹی نے اُس کا ساتھ دیا مگر پھر جلد ہی وہ اصلی موضوع پر آ گئی۔

"بتاؤ۔ میں کیا کروں۔ جمی بہت خوفزدہ ہے۔ بہت زیادہ۔ مگر وہ کچھ بتاتا نہیں۔ بس روز

بروز اس کی صحت گرتی جا رہی ہے۔"

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ وہ کچھ مضطرب سی نظر آنے لگی ہے۔ مگر شاید موضوع گفتگو اس کی بے چینی کا باعث نہیں تھا کیونکہ اس کی نظر ایک سمت اٹھی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر اضطراب کروٹیں لے رہا تھا۔

پھر یک بیک وہ اٹھ گئی۔ حمید نے دیکھا کہ ایک میز سے ایک بھاری جبڑے والے آدمی نے اُسے اشارہ کیا تھا۔

"اچھا تو کیپٹن خیال رکھنا۔ میں بے حد مشکور ہوں گی۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

حمید کو بڑا غصہ آیا۔ گویا وہ یہی ایک جملہ سننے کے لئے گھر سے یہاں تک دوڑا آیا تھا۔ بس وہ شربت کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ خون کے گھونٹ تو اس وقت کہلاتے جب اُسے فوراً ہی ایک گلاس ٹھنڈا پانی دستیاب ہو جاتا۔

اس نے دیکھا کہ بھاری جبڑے والا بھی اپنی میز سے اٹھ گیا ہے۔ کٹی آگے تھی اور وہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ مگر وہ دونوں خود کو ایک دوسرے سے بے تعلق ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو حمید کی رگ تجسس ضرور پھڑکتی لیکن اس وقت تو وہ اس کے بغیر ہی اُن دونوں کا تعاقب کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

وہ آیا بھی ٹیکسی ہی میں تھا لہٰذا تعاقب کے لئے بھی ٹیکسی ہی لینی پڑی۔

جمی کارٹر قفل کے سوراخ سے دوسرے کمرے میں جھانک رہا تھا۔ اُس طرف متوجہ ہونے کی محرک چابک کی شائیں شائیں ہی تھی۔

دوسرے کمرے میں اُسے سیاہ پوش نظر آیا۔ حسب دستور چابک اُس کے ہاتھ میں موجود

تھا اور ایک آدمی اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ کبھی کبھی سیاہ پوش کا چابک اس کی طرف لپکتا اور وہ کسی بندر کی طرح اچھل کود کر خود کو بچانے کی کوشش کرتا لیکن وہ جو کچھ بھی کہہ رہا تھا چابک کی ''شائیں شائیں'' کے باوجود بھی کہتا رہا۔ البتہ چابک سے بچنے کے لئے اچھلتے وقت اس کی آواز کچھ بلند ضرور ہوجاتی تھی۔

کارٹر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ وہ کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی لاطینی سمجھ سکتا تھا۔ مگر اس خبیث کا کارنامہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

یہاں اُسے بہترین غذائیں ملتی تھیں۔ نفیس قسم کی پرتگالی شرابیں اُس کا دماغ گرماتی تھیں۔ تفریح کے لئے لڑکیاں بھی تھیں لیکن دن میں کم از کم تین بار اس خبیث کے چابک سے ضرور سابقہ پڑتا تھا اور چابک کی شائیں شائیں کے درمیان اُسے بار بار اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ اس کی ماں گدھی تھی اور باپ اُلو۔

اس کا مقصد سمجھنے کے لئے گھنٹوں غور کرتا اور تنگ آ کر اپنے بال نوچنے لگتا۔ کنپٹی کی رگیں پھٹتی ہوئی سی محسوس ہوئیں اور اس کا دل چاہتا کہ دیوار سے سر ٹکرا دے۔ وہ ایک کیچوے کی طرح بے بس تھا۔ وہ اپنے پچھلے کارنامے یاد کرتا اور سر دھنتا۔ نہ جانے کیسے کیسے جیالوں کے اس نے چھکے چھڑائے تھے مگر سیاہ پوش خبیث یہ اسے اس دنیا کا آدمی تو ہرگز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کاش وہ ایک ہی بار اُس پر قابو پا سکتا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے قفل کے سوراخ سے اپنی آنکھ ہٹالی کیونکہ وہ دونوں اب اس کمرے سے چلے گئے تھے۔

دفعتاً وہ چونک کر اپنی پشت والے دروازے کی طرف مڑا۔ وہی لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی جس کے چکر میں وہ مکڑی کے اس جالے میں آ پھنسا تھا۔

''ہلو جی کارٹر۔ ہاؤ ڈو یو ڈو۔'' لڑکی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''تاک جھانک کی عادت بُری کہلاتی ہے؟''

''بُرے آدمیوں میں بھی۔'' کارٹر کا لہجہ تلخ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ تلخیوں کا اظہار

حالات کو سازگار ہونے میں مدد نہیں دے گا۔ لہٰذا وہ اس ماحول میں خود کو زیادہ سے زیادہ خوش ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

''تمہاری حالت اب پہلے سے بہتر ہے۔''

''ہاں بہت بہتر۔'' کارٹر نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت سرخ بلاؤز اور زرد اسکرٹ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ کارٹر اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''آج تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھے کہیں لے جاؤ گی۔''

''چلو گے۔'' وہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔

''سر کے بل گریشی۔ تمہارے ساتھ تو میں جہنم میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔''

''چلو۔ آج ہم کسی بہترین تفریح گاہ میں چلیں گے لیکن جب میں کہوں تو واپسی کے لئے تیار ہوجانا ورنہ نتیجے کے خود ذمہ دار ہوگے۔''

''میں اُس سے پہلے بھی نتیجے کا ذمہ دار ہوچکا ہوں۔ آج بھی کبھی کبھی میرے جسم کے بعض حصوں میں چبھن سی ہونے لگتی ہے۔''

''کیا مطلب! میں نہیں سمجھی۔''

''ایک رات اس صورت حرام نے مجھے باہر جانے کی اجازت دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ میں ساڑھے گیارہ بجے واپس آجاؤں لہٰذا میں یہاں سے نکل کر ایک بار میں جا بیٹھا۔ وہاں چند دوست مل گئے اور میں یہ بھول گیا کہ مجھے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے یہاں واپس آنا ہے۔ اچانک میں نے اپنے داہنے بازو میں تیز قسم کی چبھن محسوس کی پھر بائیں بازو میں۔ پھر گردن میں پھر ران میں۔ غرضیکہ میں پاگل ہوگیا اور کسی پاگل کتے کی طرح ہیوشام لاج کی طرف بھاگ نکلا۔

گریشی ہنستی رہی اور کارٹر بھی ہنستا رہا۔ وہ خود کو ٹھنڈا رکھنے کیلئے کافی جدوجہد کررہا تھا۔

''پھر کیا ہوا۔'' گریشی نے پوچھا۔

''پھر جب میں یہاں آیا تو ان حصوں کو ٹٹول کر دیکھا جہاں تیز قسم کی چبھن ہو رہی تھی۔

میرے خدا نہ جانے کتنی چیخیں اُس وقت میرے حلق سے نکلی تھیں۔ وہ باریک سوئیاں تھیں جو ان حصوں میں چھپی ہوئی تھیں۔"

"نہیں!" گریشی کے لہجے میں حیرت تھی۔ پتہ نہیں وہ حقیقتاً متحیر تھی یا یہ بھی تصنع ہی تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہ دیا تھا کہ تم سے ایک زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔ تمہیں ادھر کا رخ ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہاں آ کر پھنسا پھر وہ کبھی نہیں نکل سکتا۔"

"مقصد۔ گریشی خدا کے لئے مجھے بتادو۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ ورنہ شائد میں پاگل ہوجاؤں۔"

"تم پاگل نہیں ہوسکو گے۔ اس کا ذمہ میں لیتی ہوں۔ مطمئن رہو۔" گریشی نے مسکرا کر کہا۔ "کیونکہ میں نے ابھی تک کسی کو پاگل ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ آج بھی چابک کی چوٹیں سہتے ہیں لیکن نہ تو انکے ہاتھ اس پر اٹھتے ہیں اور نہ وہ کبھی کسی قسم کا پاگل پن ہی ظاہر کرتے ہیں۔"

"تب پھر وہ مقصد سے واقف ہوگئے ہوں گے۔" کارٹر نے کہا۔

"پتہ نہیں۔"

"اچھا تم مجھے کہاں لے چلوگی۔"

"جہاں تم کہو۔ آج کی رات مجھے بڑی حسین لگ رہی ہے۔"

"چلو پھر باہر ہی نکل کر ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کہاں جانا ہے۔"

وہ باہر آئے۔ یہاں ایک شاندار گاڑی موجود تھی۔ گریشی ڈرائیو کرنے لگی۔ کارٹر اس کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ گریشی کا گلا گھونٹ کر خود کار ڈرائیو کرنا شروع کردے۔ ممکن ہے اسی طرح اس جال سے گلوخلاصی نصیب ہوجائے۔ مگر...... گریشی۔ کیا وہ گریشی کا گلا گھونٹ سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ اس کی خوب صورت گردن کی طرف بڑھے ہوئے ہاتھ کانپ کر رہ جاتے اور خفت کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آتا۔

وہ اس الجھن سے چھٹکارا پانے کے لئے بڑبڑایا۔ "ہائی سرکل نائٹ کلب۔"

"وہیں چلو۔ ہاں اچھی جگہ ہے۔"

وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں آئے۔ یہاں حسب معمول رونق ہی تھی۔ انہوں نے دو دو شیری کی کاک ٹیل لئے اور پھر ریکریئشن ہال میں چلے آئے۔ دونوں طرف کی گیلریاں بھری ہوئی تھیں، لیکن اکثر میزیں اب بھی خالی پڑی تھیں۔ آرکسٹرا ساز بجا رہا تھا، لیکن ابھی رقص میں دیر تھی۔

"بیٹھو......!" گریشی ایک میز کے قریب کرسی کھینچتی ہوئی بولی۔

وہ اس وقت تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے، جب تک کہ رقص کے لئے موسیقی نہیں شروع ہوگئی۔ پھر ایک راؤنڈ بھی ہوگیا اور پہلے راؤنڈ کے اختتام پر جب وہ گیلری کی طرف واپس جارہے تھے کارٹر کی نظر کٹی پرکنس پر پڑی اور وہ بُری طرح بوکھلا گیا۔ کٹی اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی اور کٹی کے ساتھ بھاری جبڑے والا ٹونی بھی تھا۔ کارٹر سمجھ گیا کہ ان دنوں ٹونی کٹی کو اس کے خلاف بھڑکاتا رہا ہے، اور اب اُسے وہ گفتگو یاد آئی، جو ان کے درمیان ایک رات گرینچ بار میں ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ گریشی کے ساتھ اپنی میز پر واپس آگیا۔

کٹی کے تیور کہہ رہے تھے کہ وہ اسی وقت کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کر بیٹھے گی۔ مگر یک بیک کارٹر بے حد خوش نظر آنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دونوں ہیویشام لاج تک ان کا تعاقب ضرور کریں گے۔

اندھیرا

حمید کٹی اور بھاری جبڑے والے کا تعاقب کرتا ہوا ہائی سرکل نائٹ کلب تک آیا تھا۔ یہاں اس کی نظروں کی پہنچ انہیں دونوں کے ذریعہ ایک بے حد حسین لڑکی تک ہوئی۔ یہ کوئی یوروپین تھی اور اس کے ساتھ ایک یوریشین نوجوان تھا۔ یہ دونوں کٹی اور بھاری جبڑے والے کی

توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ حمید نے کٹی کی آنکھوں میں کینہ اور نفرت کی جھلک دیکھی۔ کٹی اپنے ساتھی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی۔ حمید ان دونوں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور شاید دو ایک بار کٹی نے اُسے دیکھا بھی تھا لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے اس کی پرواہ کی ہو۔ مگر اب حمید کو کٹی یا اس کے ساتھی سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ تو اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کیلئے اس نے کٹی کی آنکھوں میں نفرت اور غصے کی جھلک دیکھی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد اس نے لڑکی کے ساتھی کی طرف توجہ دی۔ وہ کچھ نروس سا نظر آ رہا تھا اور حمید نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ کٹی سے نظریں چرانے کی کوشش کر رہا ہے۔

تو کیا حمید ایسی جگہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہتا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے آگے بڑھا اور سیدھا اسی میز کی طرف چلا گیا جہاں کٹی اپنے ساتھی سمیت بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے کرسی کھسکائی اور نہایت اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اب بھاری جبڑے والا نروس نظر آنے لگا۔

"کیوں کیپٹن۔" کٹی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم اس طرح یک بیک اٹھ کر وہاں سے چلی آئی تھیں اور مجھے بے حد غصہ آیا تھا۔"

"پھر کیا کرتی۔"

"کچھ بھی کرتیں لیکن یہ نہ کرنا چاہئے تھا۔ کیا تم نے گھر سے ہوٹل ڈی فرانس۔"

"پلیز کیپٹن۔" وہ جلدی سے بولی۔ "میرا یہاں آنا بھی ضروری تھا۔"

"ایسی صورت میں وجہ ضرور پوچھوں گا۔ جب کہ تم مجھے اپنے متعلق سب کچھ بتا چکی ہو۔"

"اور اگر میں وجہ نہ بتاؤں تو۔" کٹی مسکرائی اور اس کا ساتھی اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا اب میں جاؤں گا۔"

کٹی نے اُسے روکا نہیں اور وہ اس سے مصافحہ کئے بغیر رخصت ہو گیا۔

"کیا قصہ ہے۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔ "تم اس لڑکی کو بڑی قہر آلود نگاہوں سے گھور رہی ہو۔"

"آپ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ میری نجی معاملات میں دخل انداز ہو سکیں۔"

"ہاں۔ یہ تو صحیح ہے لیکن دنیا کی ہر خوبصورت عورت پر میں اپنا حق جتانے کے لئے آزاد ہوں۔ لہٰذا اب تم اسے اس طرح نہیں گھور سکتیں۔"

"آپ خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ کوشش کئے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تکلف کیلئے بھی کوشش ہی کرنی پڑتی ہے۔"

"میں نے اس وقت آپ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت نہیں دی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ دنیا کی ہر خوبصورت عورت پر اپنا حق جتانے کیلئے میں آزاد ہوں۔ تم بھی اس لڑکی سے کم حسین نہیں ہو۔" حمید قربان ہو جانے والے انداز میں مسکرایا۔

"خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تو میں اپنے حال پر کب چھوڑ رہا ہوں۔ تم آخر اتنی پریشان کیوں ہو۔ کیا تمہارے شوہر کے اُلو پن سے اس لڑکی کا بھی کچھ تعلق ہے۔"

"اب کیا میں چیخ کر کہوں کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

"ایسے مواقع پر عموماً اونچا سننے لگتا ہوں۔ لیکن مجھے کوئی بھی پاگل نہیں سمجھتا۔"

"میں نے یہ عذاب اپنے پیچھے کیوں لگا لیا۔" کٹی بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑائی۔

"ہاں اس پر تمہیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ مگر اس وقت نہیں۔ آہا۔ دوسرا راؤنڈ شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم میرے ساتھ ناچنا پسند کرو گی۔"

کٹی کچھ نہ بولی۔ مگر یک بیک اس کے چہرے سے الجھن اور غصے کے آثار غائب ہو گئے تھے۔

"میں اسے بُرا بھی نہیں سمجھتی۔" وہ کچھ دیر بعد مسکرا کر بولی۔

"گڈ..... تو تم کیا پیؤ گی۔ جلدی بتاؤ۔"

"جو تم پیتے ہو۔"

"میں تو کافی یا پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔ لیکن تم جیسی حسین ساتھیوں کے لئے شراب ضرور مہیا کرسکتا ہوں۔"

"تمہارے پیشے کے لئے یہ بہت اچھا ہے کہ تم شراب نہیں پیتے۔"

"کیا پیو گی۔"

"سکاچ۔"

حمید نے ایک ویٹر کو بلا کر اسکاچ کے بڑے پگ کا آرڈر دیا۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔" کٹی نے پوچھا۔

"فی الحال اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ تم میری ہم رقص بن جاؤ۔"

"محکمہ پولیس مجھے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔"

"میں محکمہ پولیس نہیں ہوں۔"

اسکاچ آ گئی اور کٹی اس پر اس طرح ٹوٹ پڑی جیسے برسوں سے پیاسی رہی ہو۔ حمید نے اس انداز میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی جیسے وہ اس دعوت پر مطمئن ہو۔

ویٹر میز کے پاس سے ہٹ ہی رہا تھا کہ حمید نے دوسرے پگ کے لئے بھی کہہ دیا۔ پھر پہلا گلاس ختم ہونے سے پہلے ہی دوسرا گلاس بھی موجود تھا۔

کٹی نے اُسے بھی خالی میز پر رکھتے وقت رومال سے اپنے ہونٹ خشک کئے اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ میں بہت مغموم ہوں کیپٹن۔ آدمی اور کتے میں کوئی فرق نہیں۔ مگر آدمی احسان فراموش بھی ہوتا ہے۔

"اسلئے مجھے توقع ہے کہ یہ دونوں پگ ہمیشہ تمہیں یاد رہیں گے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں؟" وہ اُسے نشیلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تمہیں اس وقت ان کی ضرورت نہیں تھی۔"

"بے حد۔" وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسکرائی تھی۔

اور حمید کے دیوتا کوچ کر گئے کیونکہ وہ ایک بے جھجک اور تقریباً فاحشہ قسم کی عورت تھی۔

اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا لیکن اسی دوران میں رقص کے لئے موسیقی بھی شروع ہوگئی اور حمید نے پائپ سلگانے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ وہ اس عورت کے ساتھ ہر حال میں ناچنا چاہتا تھا محض اس لئے کہ کرنل فریدی نے اس سے ملنے سے انکار کردیا تھا اور وہ ایسی عورت تھی جو فریدی کے لئے ایک کیس کے سلسلے میں آٹھویں اطلاع لائی تھی۔ حمید جانتا تھا کہ وہ اس وقت شدت سے شراب کی ضرورت محسوس کررہی ہے۔ اس لئے اس نے شراب کا آرڈر دینے میں جلدی کی تھی۔ اس کا یہ انداز بھی صحیح نکلا کہ ذہن پر شراب کا اثر ہوتے ہی وہ اس سے کھل جائے گی۔

دونوں چوبی فرش پر آگئے مگر حمید کی نظر اُسی جوڑے پر تھی۔ کٹی نے کہا کہ وہ بہت اداس ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ چیخ چیخ کر رونا شروع کردے۔

"ہرگز نہیں۔ تمہیں صبر کرنا چاہئے۔ کیا اس کا ساتھی کبھی تمہارا محبوب بھی رہ چکا ہے۔" حمید نے کہا۔

"آہ..... کیپٹن میں اس وقت انگاروں میں لوٹ رہی ہوں۔"

"تم میری توہین کررہی ہو۔"

"کیوں؟"

"تم انگاروں میں نہیں لوٹ رہی بلکہ میرے ساتھ ناچ رہی ہو۔"

"میری مدد کرو کیپٹن۔"

"یقیناً..... میں پتہ لگاؤں گا کہ اس کو کس نے اُلو بنایا ہے۔"

"اُسے جہنم میں جھونکو۔"

"پھر.....!"

"میں کارٹر کو بے حد چاہتی ہوں لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ وہ کس طرح اس لڑکی کے ساتھ.....!"

"اوہو تو اس کا نام کارٹر ہے۔"

’’جمی کارٹر۔‘‘

’’شاید یہ نام بھی میرا سنا ہوا ہے۔‘‘

’’یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ کارٹر بھی مطلب یہ کہ کوئی شریف آدمی نہیں ہے۔ یعنی وہ پولیس کے ریکارڈ میں ضرور ہوگا۔‘‘

’’کیا وہ جانتا ہے کہ تم نے کرنل اسمتھ سے شادی کرلی ہے۔‘‘

’’نہیں۔ وہ مجھے صرف اپنی ہم پیشہ سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی میرے گھر پر نہیں گئے۔‘‘

’’تم کئی آدمیوں کا تذکرہ کررہی تھیں۔‘‘

’’دو آدمیوں کا۔ جمی کارٹر اور ٹونی۔ وہ جو ابھی میرے ساتھ تھا ٹونی ہے۔ کارٹر اور ٹونی عموماً شرکت کا بزنس کرتے ہیں۔‘‘

’’آہا تو اس بزنس میں تمہاری کیا پوزیشن ہے۔‘‘

’’میرا مذاق نہ اڑاؤ کیپٹن۔‘‘

اچانک سارے ہال میں اندھیرا ہوگیا۔ لوگ شور مچانے لگے۔

اس اندھیرے میں کارٹر نے محسوس کیا کہ گریشی اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جارہی ہے۔

’’کیوں کیا بات ہے؟‘‘ کارٹر نے آہستہ سے پوچھا۔

’’کچھ نہیں چلو۔ میں اپنے بازوؤں میں چبھن محسوس کررہی ہوں۔‘‘

’’اوہ.....اچھا.....!‘‘

کارٹر اس کے ساتھ کھنچا چلا گیا۔ باہر کمپاؤنڈ میں بھی اندھیرا ہی تھا۔ وہ اس طرف آئے جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔

’’ٹارچ ہے تمہارے پاس۔‘‘ کارٹر نے پوچھا۔

’’نہیں مجھے یاد ہے کہ میں نے گاڑی کہاں کھڑی کی تھی۔‘‘

کارٹر نے سگریٹ لائٹر روشن کرلیا۔ وہ کار میں بیٹھے اور کار کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ باہر سڑک کے بلب روشن تھے۔ اس لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ صرف کلب ہی کے برقی نظام میں کوئی خلل واقع ہوا تھا۔

’’کیوں نہ کہیں رک جاؤ اور میں تمہارے جسم سے سوئیاں نکال دوں۔‘‘

گریشی ہنس پڑی۔ روانگی کے وقت اس نے کار کا اندرونی بلب روشن کرلیا تھا۔ کارٹر نے اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں دیکھے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گریشی خود ہی بول پڑی۔ ’’زندگی میں ایسے نادر مواقع کم ہی نصیب ہوتے ہیں۔‘‘

’’میں نہیں سمجھا۔‘‘

’’نہیں سمجھے تو تم بالکل ہی گدھے ہو اور مجھے تم سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں۔‘‘

’’آہا.....کیا تمہیں بھی کبھی مجھ سے ہمدردی رہی ہے۔‘‘

’’یقیناً.....!‘‘

’’خیر چھوڑو۔ جو کچھ میں نہیں سمجھا مجھے سمجھانے کی کوشش کرو۔‘‘

’’سمجھو! اس سے بہتر موقع اور کبھی نہیں ملتا اور یہ موقع ہمیں قدرت ہی کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے جسم میں چبھنے والی سوئیاں آسمان سے ٹپکی تھیں۔‘‘

’’میں کچھ بھی نہیں سمجھا تھا۔‘‘

’’اب تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کررہے ہو۔‘‘

’’نہیں تو سنو گریشی۔ ان چند دنوں میں میری ذہنی صلاحیتیں پہلے کی آدھی بھی نہیں رہ گئیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ میں پاگل کیوں نہیں ہوگیا۔‘‘

’’مرد ہوکر ایسی باتیں کرتے ہو۔ چھی.....خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تو یہ بتانا چاہتی تھی کہ ہم میں سے جب بھی کوئی باہر نکلتا ہے ہمارے آس پاس اس خبیث کے آدمی

موجود رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم نکل بھاگنا بھی چاہیں تو یہ ہمارے لئے ناممکن ہوگا۔"

"اچھا تو پھر.....!"

"یہ بہترین موقع تھا۔ ہم انہیں اندھیرے میں چھوڑ آئے۔"

"نہیں۔" کارٹر مسرت آمیز لہجے میں چیخ پڑا۔ گریشی کے ہونٹوں پر ایک معصوم سی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "میں شاید اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئی ہوں۔ اب ہم آزاد ہیں۔ لیکن اب اس.....!"

"بہت مناسب خیال ہے۔" کارٹر نے خوش ہوکر کہا۔ "ہاں ہمیں اب یہاں نہ ٹھہرنا چاہئے۔"

گریشی کچھ نہ بولی۔ اب اس نے اندر کی روشنی گل کر دی تھی اور کار شہر کی مختلف سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ کارٹر بے حد خوش تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نہ صرف گلوخلاصی ہوئی بلکہ یہ اتنی حسین لڑکی بھی مفت ہاتھ آئی۔ اب وہ کسی دوسرے شہر میں جا کر ایک نئی زندگی شروع کر سکیں گے۔

"مگر ہم جائیں گے کہاں۔" کارٹر نے کہا۔

"فی الحال تارجام۔"

"بہت مناسب ہے۔" کارٹر سر ہلا کر بولا۔

کچھ دیر بعد کار اس ویران سڑک پر آ گئی جو تارجام کی طرف جاتی تھی اور دفعتاً کارٹر چونک پڑا۔ کیونکہ اُسے عقب نما آئینے میں کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئی تھیں۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ حقیقتاً کوئی دوسری گاڑی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ چونکہ فاصلہ زیادہ تھا اس لئے اس کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کوئی کار ہے یا ٹرک۔

"پیچھے ایک گاڑی ہے۔" کارٹر نے آہستہ سے کہا۔

"ہوگی۔" گریشی لاپروائی سے بولی۔

"اوہ..... کہیں ہمارا تعاقب۔"

"شش..... چھوڑو بھی۔ میرے اندازے بہت کم غلط ہوتے ہیں۔"

کارٹر خاموش ہوگیا۔ لیکن وہ مطمئن نہیں تھا اس لئے مڑ مڑ کر دیکھتا رہا۔ پچھلی گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی اور اس سے بار بار ہارن دیا جا رہا تھا۔ گریشی نے اپنی گاڑی ایک طرف کر لی اور کارٹر نے اس کار کو برابر سے گزرتے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی روح فنا ہوگئی۔ ساتھ ہی گریشی کے حلق سے بھی ایک ہلکی سی چیخ نکلی۔ دوسری کار کے اندر روشنی تھی اور کارٹر نے اس میں سیاہ پوش خبیث کو صاف دیکھا تھا اور پھر خوف کے مارے اس کے ذہن کی کھڑکیاں کھلنے لگیں۔ اس نے سوچا کہ وہ جن لوگوں کی قید میں ہے وہ اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ وہ کِٹی کو بھی جانتے ہوں گے اور شاید اس آدمی سے بھی واقف ہوں جو کٹی کے ساتھ تھا۔ ہوسکتا ہے انہوں نے سوچا ہو کہ اب میں اس آدمی کی نظروں میں آ گیا ہوں جسے جرائم پیشہ لوگ اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ لہٰذا کہیں اس وقت مجھے ختم کر دینے کے لئے انہوں نے کوئی پلاٹ نہ بنایا ہو۔ محض اس ڈر سے کہ کہیں کیپٹن حمید کی رسائی میرے ذریعہ سے ان تک نہ ہو جائے۔

"اوہ..... کارٹر۔ وہ گاڑی رک گئی ہے۔" گریشی نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

کارٹر نے بھی دیکھا۔ اگلی گاڑی ترچھی سڑک پر رکی تھی اور بچا کر نکال لے جانے کی جگہ نہیں تھی۔ کارٹر نے اپنے حواس قابو میں رکھے اور دوسرے ہی لمحے میں اس کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر پڑا۔ گریشی نے بریک لگائے اور کارٹر نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔

"ارے یہ کیا۔" گریشی بیساختہ چیخی اور اگلی کار سے بیک وقت کئی فائر ہوئے۔ مگر کارٹر کے پیروں میں گویا پر لگ گئے تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ہال میں روشنی ہوئی اور لوگ اپنی میزوں کی طرف جانے لگے۔ ریکریئیشن ہال کا منتظم مائیکروفون پر معذرت طلب کر رہا تھا۔ کسی وجہ سے عمارت کا برقی نظام بگڑ گیا تھا۔

حمید اور کٹی بھی اپنی میز پر آ بیٹھے مگر انہیں کارٹر کی میز خالی نظر آئی اور کٹی مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔ ''اوہ..... کیپٹن وہ چلا گیا۔''

''چلو..... اچھا ہی ہوا۔ خس کم جہاں پاک۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''نہیں..... وہ مجھے دھوکا دے کر نکل گیا۔'' وہ دردناک آواز میں بولی۔ ''میں نے تہیہ کیا تھا کہ آج اس کا تعاقب کر کے پتہ لگاؤں کہ وہ کہاں رہتا ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اوہ کیپٹن! وہ پچھلے پندرہ دنوں سے غائب تھا اور اطلاع یہ ملی تھی کہ وہ کسی لڑکی کے چکر میں پڑ گیا ہے۔ پھر تین دن پہلے کی بات ہے وہ ایک رات گرینج بار میں ملا اور کافی بدلا ہوا سا نظر آیا۔ میں تو کہتی ہوں کہ وہ کچھ خوفزدہ بھی تھا۔ میرے خدا میں آج تک نہ سمجھ سکی کہ وہ سب کیا تھا۔ وہ اچانک اٹھا تھا اور دوڑتا ہوا بار سے باہر نکل گیا تھا۔''

''چڑھ گئی ہوگی۔''

''نہیں کبھی نہیں۔ میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی۔ ٹونی نے بھی بتایا تھا کہ اس نے بہت ہی معمولی مقدار میں اسکاچ لی تھی اور وہ تو ایک بلانوش آدمی ہے دو چار پگ میں اس کا کیا بنتا بگڑتا ہے۔ بہت زیادہ پی جانے پر بھی اس کی حالت پاگلوں کی سی کبھی نہیں ہوتی۔ مگر اس رات..... پہلے تو وہ دو تین بار چیخا تھا اور پھر اٹھ کر دوڑتا چلا گیا تھا۔ جب تک ہم باہر آتے '' نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔''

''کیا تم دو ہی پگ میں بول جاتی ہو۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''اوہ..... تو تم مجھے نشے میں سمجھ رہے ہو۔ نہیں کیپٹن میں ہوش میں ہوں۔''

''خیر میں تسلیم کیے لیتا ہوں کہ تم ہوش میں ہو۔''

''میں کیا کروں۔'' کٹی نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور پھر حمید نے ہلکی ہلکی سسکیاں لیں۔ لیکن اُسے اب نہ تو اس سے دلچسپی رہ گئی تھی اور نہ اس کی کہانی سے۔ وہ تو اس لڑکی کے متعلق سوچ رہا تھا جسے اندھیرا نگل گیا تھا۔

''میں جا رہی ہوں۔ مجھے جانے دو۔'' کٹی اٹھتی ہوئی بولی۔

''میں نے تمہیں روکا کب تھا۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''حالانکہ وہ بالکل صاف ہوتی ہیں۔ مجھے ایسی عورتوں پر بے حد غصہ آتا ہے جو میرے پاس بیٹھ کر دوسرے مردوں کے لئے روتی ہیں۔''

کٹی بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی اور حمید سوچنے لگا کہ زندگی میں ایسی راتیں بھی آتی ہیں جن کا حساب کتاب رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔

ایک انگلی اور لاش

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے اخبار سے نظر ہٹائے بغیر نیلم سے کہا۔ ''دیکھو.....!''

نیلم قریب ہی بیٹھی ہوئی سوئیٹر بن رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر کال ریسیو کی اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''آپ کی کال ہے۔''

''کون ہے؟''

''لیڈی شمشاد.....!''

''..... ٹھہرو۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا اور نیلم نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو...... جی ہاں۔ فریدی...... ارے...... کب...... اوہ...... اچھا...... میں پندرہ منٹ کے اندر پہنچ جاؤں گا۔" اس نے ریسیور رکھ دیا اور ہینگر سے کوٹ اتار کر پہنتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

"کیوں...... انکل" نیلم نے سوال کیا۔

"واپس آ کر بتاؤں گا۔" اس نے کہا اور حمید کے کمرے کے قریب سے گزرتے وقت اسے بھی باہر آنے کی ہدایت کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

حمید کمرے سے نکلا ہی تھا کہ نیلم سے مڈبھیڑ ہو گئی اور حمید نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"یہ باہر آنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بس کہتے ہوئے تشریف لے گئے ہیں کہ باہر آؤ۔"

"شاید لیڈی شمشاد کا فون تھا۔" نیلم جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

"بوڑھی عورتوں کے فون پر وہ اسی طرح طوفان ایکسپریس ہو جاتے ہیں۔ ہام...... تو میں کپڑے تبدیل کر لوں۔ یعنی لعنت ہے اس زندگی پر ابھی ناشتہ بھی نہیں نصیب ہوا۔"

"میں ایک ہفتے تک ناشتہ نہ کروں تب بھی مجھے پرواہ نہ ہوگی۔" نیلم بولی۔

"میں کسی ریگستان میں نہیں پیدا ہوا تھا۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا اور پھر کمرے میں واپس چلا گیا

دروازہ بند کر کے اس نے لباس تبدیل کیا اور باورچی خانے سے آنے والی خوشبوئیں اپنے پھیپھڑوں میں ٹھونستا ہوا باہر لان پر نکل آیا۔

فریدی لنکن میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"مجھے اس سے بڑی نفرت ہے کہ بیدار ہو جانے کے بعد بھی شب خوابی کا لباس جسم پر موجود رہے۔" اس نے کہا۔

"جس چیز سے آپ کو محبت ہو اسی کا نام بھی لے لیجئے۔" حمید اس کے برابر بیٹھ کر دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

کار پھاٹک سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ فریدی نے حمید کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کیا لیڈی شمشاد نے ناشتے پر مدعو کیا ہے یا سر شمشاد کی لاش ہمیں ناشتہ بنائے گی۔"

حمید نے پوچھا۔

"تم غلط سمجھے۔ شمشاد کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ صرف اس کے بائیں پیر کی سب سے چھوٹی انگلی کاٹی گئی ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"بائیں پیر کا مطلب بتاؤں یا سب سے چھوٹی انگلی کا۔"

حمید کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب کچھ نہ پوچھے گا۔

کچھ دیر بعد کار شمشاد ولا کے سامنے رکی۔ یہاں کئی اور کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں، جن پر لگی ہوئی "ایم" کی تختیاں ظاہر کر رہی تھیں کہ اس وقت شمشاد ولا میں شہر کے ڈاکٹروں کا جم غفیر نظر آ رہا ہوگا۔

وہ جلد ہی لیڈی شمشاد کے پاس پہنچا دیئے گئے جو ان کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ سچ مچ بیوہ ہو گئی ہو۔

فریدی نے خود ہی گفتگو چھیڑی تھی ورنہ اس کے ہونٹ تو اتنی مضبوطی سے بند تھے کہ جبڑوں کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"ان کی چیخ سن کر ملازم بیدار ہوا تھا۔" لیڈی شمشاد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ چھ بجے صبح کی بات ہے۔ اس نے خواب گاہ میں جا کر دیکھا وہ بستر پر تڑپ رہے تھے اور چادر خون سے رنگین تھی۔"

"کیا وہ اس وقت ہوش میں تھے۔"

"ہاں اس وقت تو ہوش میں تھے لیکن اس کے بعد سے پھر ہوش نہیں آیا۔"

"انگلی الگ ہو گئی ہے۔"

"بالکل...... لیکن کٹی ہوئی انگلی کمرے میں نہیں ملی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ زخم تازہ نہیں ہے بلکہ وہ کم از کم چھ گھنٹے کا ہے۔ یعنی انگلی اسی وقت نہیں کٹی تھی جب ان کی چیخ سنی گئی تھی۔"

"ٹھہرئیے۔ میں اس کے متعلق ڈاکٹروں ہی سے گفت وشنید کروں گا۔ کیا وہ ان کے

کمرے میں ہیں۔“

”ہاں میرے ساتھ آؤ۔“ لیڈی شمشاد نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

وہ انہیں سر شمشاد کی خواب گاہ میں لے جانا چاہتی تھی لیکن پھر ایک ملازم سے معلوم ہوا کہ خواب گاہ میں ایک نرس موجود ہے۔ ڈاکٹر لائبریری میں آ گئے ہیں۔

ڈاکٹروں میں ایک فریدی کا شناسا بھی تھا۔ وہ فریدی کو دیکھتے ہی لائبریری سے نکل آیا۔

”میں انہیں الگ لے جا کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر لیڈی شمشاد سے کہا۔

”اوہ..... ضرور۔“ لیڈی شمشاد نے کہا اور دوسری راہداری میں مڑ گئی۔

”کیا انگلی بالکل الگ ہو گئی ہے ڈاکٹر صاحب۔“ فریدی نے پوچھا۔

”جی ہاں..... اور وہ کمرے میں بھی نہیں ملی۔ وہ چاقو یقیناً بہت تیز تھا کیونکہ ہڈی بالکل موم کی طرح ترشی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔“

”زخم کتنی دیر پہلے کا ہو سکتا ہے۔“

”کم از کم چھ گھنٹے پہلے کا۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”لیکن چیخ تقریباً چھ بجے سنی گئی تھی اور سر شمشاد اس وقت ہوش میں تھے۔“

”ہو سکتا ہے، اسی وقت ہوش میں آئے ہوں۔“

”مگر چھ بجے سے پہلے ان کی کوئی چیخ نہیں سنی گئی۔ ظاہر ہے کہ انگلی کٹتے وقت وہ چیخے ضرور ہوں گے۔“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ چیخے ہی ہوں گے۔“

”کیوں.....!“

”ان کے سسٹم پر کلوروفارم کے اثرات بھی پائے گئے ہیں۔“

”اوہ.....!“ فریدی کے ہونٹوں نے دائرے کی شکل اختیار کر لی۔

”انگلی کاٹنے سے پہلے یقینی طور پر کلوروفارم دیا گیا تھا۔“ ڈاکٹر بولا۔

”شکریہ ڈاکٹر۔ بس مجھے اب اور کچھ نہیں پوچھنا ہے۔ ویسے حالت تشویش ناک تو نہیں ہے۔“

”نہیں یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ خون زیادہ مقدار میں نہیں نکلا۔ حالانکہ چھ گھنٹے میں سارے جسم کی رگیں خشک ہونی چاہیے تھیں۔“

”حیرت انگیز کیوں خون جم گیا ہوگا۔ سردیوں کے دن ہیں۔“

”نہیں کرنل صاحب۔ زخم پر کسی دوا کے آثار بھی ہیں جس نے خون جمنے سے پہلے ہی رگوں کے منہ بند کر دیئے تھے۔“

فریدی خاموش ہی رہا۔ حمید اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ ڈاکٹر سے مصافحہ کر کے اسی راہداری میں مڑ گیا جس میں کچھ دیر پہلے لیڈی شمشاد داخل ہوئی تھی۔ وہ انہیں ایک کمرے میں مل گئی۔

”اب میں سر شمشاد کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”چلو..... مگر..... ڈاکٹر نے کیا کہا ہے۔“

”اوہ..... آپ فکر نہ کیجئے۔ ڈاکٹر مطمئن ہیں۔ خارج ہونے والے خون کی مقدار تشویشناک نہیں ہے۔“

”تم سچ کہہ رہے ہونا۔“ لیڈی شمشاد روہانسی ہو کر بولی۔

”بالکل فکر نہ کیجئے۔“ فریدی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں بولا۔ ”چلئے۔“

وہ سر شمشاد کی خواب گاہ میں آئے اور حمید اُسے دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی اسے بارہا دیکھ چکا تھا مگر اب اُسے پہچاننے میں بھی دشواری ہو سکتی تھی۔ گال بیٹھ گئے تھے اور آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ جن کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سالہا سال سے صاحب فراش رہا ہو۔

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اتنے بدل گئے ہوں گے۔“ فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

”بس دیکھ لو۔ اسی وقت سے حالت بگڑنی شروع ہو گئی تھی۔ جب دوسری بار وہ نامراد تحریر ان کی پشت پر دیکھی گئی تھی۔“

"اس درمیان میں بھی انہوں نے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"ہرگز نہیں۔ اگر بتاتے تو میں تمہیں ضرور اطلاع دیتی۔"

"اوہو.....اچھا چلئے۔ باہر گفتگو کریں گے۔"

وہ پھر خواب گاہ سے باہر آگئے۔ حمید زخم نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ بائیں پیر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ویسے اس کی خواہش تھی کہ ایک نظر زخم کو بھی دیکھ لیتا مگر جب فریدی ہی نے اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا تو وہ اپنی زبان کیسے کھولتا۔

وہ ایک دوسرے کمرے میں آئے۔

"میں ان کے سارے احباب کو بھی چیک کر چکا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "مگر ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"مگر انگلی کیسے کٹی۔ اس کا مطلب ہے.....!"

"مطلب تو ابھی تک کسی چیز کا بھی واضح نہیں ہو سکا۔ تحریر ہی کے متعلق ہم نے یا کسی نے کیا معلوم کرلیا ہے۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"فکر نہ کیجئے۔ جلد ہی کوئی بہتر صورت پیدا ہوگی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ سر شمشاد کے کسی دشمن سے بھی واقف ہیں۔"

"نہیں! ویسے تو ایک نہیں ہزاروں دشمن ہوں گے۔ کاروبار میں ہر قسم کی دشمنیاں چلتی رہتی ہیں۔"

"بہرحال آپ کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتیں جس سے تفتیش کو کسی خاص رخ پر آگے بڑھایا جا سکے۔"

"میں سوچوں گی۔ اس وقت تو میرا دماغ قابو میں نہیں ہے۔"

"ان کی نجی ڈاک گھر کے پتہ پر آتی ہے یا دفتر کے پتہ پر۔"

"ڈاک دفتر کے پتہ پر آتی ہے اور نجی خطوط یہ دفتر میں نہ ہوں تو گھر آجاتے ہیں۔"

"ان دنوں کی ڈاک کہاں ہے۔"

"اس کے لئے ان کے مخصوص ملازم سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

تقریباً آدھے گھنٹے تک فریدی ملازم سے حاصل کئے ہوئے خطوط دیکھتا رہا لیکن حمید نے اس کے چہرے سے اندازہ کرلیا تھا کہ اُسے کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی۔

فریدی کی دوسری تجویز یہ بھی تھی کہ سر شمشاد کے نجی صندوقوں کی تلاشی لی جائے۔ لیکن لیڈی شمشاد اس پر رضامند نہیں ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کام سر شمشاد کی لاعلمی میں ہرگز نہ ہو سکے گا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ فریدی نے لیڈی شمشاد کو بہتیری تشفی دی تھی، لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں مٹے تھے۔

راہ میں حمید نے پچھلی رات کا قصہ چھیڑ دیا۔ ابھی تک اس نے فریدی کو اس سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ اس نے پچھلی رات کا کچھ حصہ کٹی پرکنس کے ساتھ بھی گزارا تھا۔

"جمی کارٹر اور ٹونی میں دونوں ہی سے واقف ہوں۔ یہ بہت ہی شاطر قسم کے شارپر ہیں۔ اول درجے کے مکار اور تم بڑے گدھے ہو کہ تم نے اس کا تذکرہ پہلے ہی نہیں کیا۔" فریدی غرایا۔

"پہلے سے مراد ہے.....غالباً ناشتے سے پہلے۔" حمید دردناک آواز میں بولا۔ "مگر ابھی ہم نے ناشتہ کیا ہی کب ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ہو سکتا ہے کارٹر اور ٹونی ہی نے کوئی جال پھیلایا ہو۔"

"ناشتے سے پہلے اب میرے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکے گی۔ ویسے ابھی میرے پاس بہتیری اہم اطلاعات ہیں۔"

فریدی نے کار ایک ریسٹوران کے سامنے روک دی۔

"چلو اترو۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "پہلے کچھ زہر مار کرلو۔"

"پہلے ہی زہر مار کروا دیا ہوتا تو کیا حرج تھا۔"

وہ ریستوران میں آ بیٹھے اور حمید ہی نے اپنی پسند سے آرڈر دیا۔

اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ مختلف چیزوں کے بڑے بڑے ٹکڑے نگلتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ''ان دونوں گدھوں کو اس کا علم ہے کہ کٹی پرکنس کرنل اسمتھ کی بیوی بھی ہے۔''

''یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔''

''صرف زبان ہلا کر۔'' حمید نے کافی سعادت مندانہ انداز میں جواب دیا۔

''حمید میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔''

''اس کے باوجود بھی زبان ہلانے کے لئے ناشتے کا محتاج رہوں گا۔ کیونکہ ناشتہ ہر حال میں گردن سے گزرتا ہے۔ خواہ وہ ٹوٹی ہوئی ہو یا نہ ہو۔''

فریدی بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''اوہاں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ بات مجھے کٹی ہی نے بتائی تھی کہ وہ دونوں اس حقیقت سے لاعلم ہیں۔''

''اور کٹی ہی نے گرینج بار کا واقعہ بھی بتایا تھا۔''

''جی ہاں۔''

''ہوں۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''ٹونی تم دونوں کو وہیں چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔''

''یہ بھی درست ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ ہائی سرکل نائٹ کلب کا اندھیرا لائین کی خرابی کا نتیجہ نہیں تھا۔''

''خود کلب ہی کی طرف سے مائیک پر اس کا اعلان ہوا تھا کہ صرف عمارت ہی کے برقی نظام میں کوئی گڑبڑ ہوگئی تھی۔''

اور پھر روشنی ہونے پر جمی کارٹر اور وہ لڑکی وہاں نظر نہیں آئے تھے۔

''یہ بھی درست ہے۔''

''اس کا ردعمل کٹی پرکنس پر کیا ہوا تھا؟''

''وہ بہت زیادہ مغموم نظر آنے لگی تھی۔ بلکہ کچھ دیر تک روتی بھی رہی تھی۔''

''پھر تم دونوں کہاں گئے تھے۔''

''پھر وہ چلی گئی تھی اور میں وہیں بیٹھا سر پیٹتا رہا۔''

فریدی نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔ ناشتہ ختم کر کے وہ کاؤنٹر پر آئے۔ حمید تو بل کی رقم ادا کرنے لگا اور فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو! گیت یوا۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''ٹونی کہاں ہے۔ میں جمی کارٹر بول رہا ہوں۔ اوہ..... شکریہ۔''

''فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا اور وہ دونوں باہر نکل آئے۔''

کار پھر چل پڑی اور فریدی نے پوچھا۔ ''تو ٹونی کٹی کو ہائی سرکل میں اسی لئے لے گیا تھا کہ اُسے جمی کو اس لڑکی کے ساتھ دکھائے۔''

''ہاں..... کٹی نے تو یہی بتایا تھا۔ مگر اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

''میں ٹونی کو چیک کروں گا۔''

''ٹونی کی سات پشتوں کو چیک کیجئے۔ میں ناشتہ کر چکا ہوں۔'' حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ویسے حقیقتاً وہ اس کیس میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔

''کیا آپ کرنل اسمتھ سے نہیں ملیں گے۔'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''ملوں گا۔ مگر اس سے پہلے ہی ٹونی کو چیک کروں گا۔''

''وہ کہاں ملے گا۔''

''اپنے گھر پر۔ کیونکہ وہ ابھی تک آفس نہیں پہنچا۔''

''آفس.....!'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں۔ کیوں تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔ وہ ایک جاپانی فرم میں اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے کام بھی کرتا ہے۔''

''اس سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ آپ کو اس جاپانی فرم کے ٹیلی فون نمبر بھی یاد تھے۔''

"ہاں.....!"

"اسے میں کیا سمجھوں۔ ارے دنیا کی کوئی ایسی بات بھی ہے جو آپ کے علم میں نہ ہو۔"

فریدی ہنسنے لگا پھر بولا۔ "اب تم غالباً شرلاک ہومز والی پھبتی دہراؤ گے۔"

"نہیں۔ میں کسی دن حیرت کی زیادتی کی وجہ سے مر ہی جاؤں گا۔"

"بات یہ ہے کہ اس فرم سے تعلق رکھنے والے بعض افراد سے میں ان دنوں ملتا رہا ہوں۔"

"اوہو..... اب میں سمجھا۔ جاپانی فرم ہے نا۔"

"ہاں جاپانی۔ مگر بہت دیر میں سمجھے۔"

"تو کیا اس فرم سے ٹویوڈا کا کوئی تعلق ثابت ہوتا ہے۔"

"مجھے شبہ ہے۔"

ٹویوڈا کے چکر میں فریدی عرصہ سے تھا۔ ٹویوڈا ساری دنیا میں جاپان کا فتنہ کہلاتا تھا اور دنیا کے کسی بھی ملک میں اس کی موجودگی ناممکن نہیں سمجھی جاتی تھی۔ فریدی کو شبہ تھا کہ وہ ان دنوں اسی کے ملک میں مقیم ہے نہ صرف ملک بلکہ دارالسلطنت میں۔

"تم ٹویوڈا کے متعلق کیا جانتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"جو کچھ نہ جانتا ہوں گا وہ آپ جانتے ہوں گے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"اس لئے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔"

فریدی پھر ہنسنے لگا۔ کار سینٹ جوزف کالونی میں داخل ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں اترے اور فریدی برآمدے کیطرف بڑھتا چلا گیا۔

پھر وہ کافی دیر تک کال بل کا بٹن دباتا رہا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تنگ آ کر حمید نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ مگر جواب ندارد۔ آخر وہ گھوم کر عمارت کی پشت پر پہنچے۔ لیکن ادھر بھی اندر جانے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ وہ پھر برآمدے کی طرف واپس آئے جب کوئی اور صورت باقی نہ رہ گئی تو فریدی نے فیصلہ کیا کہ وہ دروازہ ہی توڑ دیا جائے۔ اتنی دیر میں وہاں اچھی خاصی بھیڑ ہو گئی تھی۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ دونوں محکمہ پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔

دروازہ توڑا گیا اور وہ اندر گھسے۔ مگر وہاں..... انہیں ٹونی کی لاش ملی۔ وہ فرش پر پیٹ کے بل پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت میں ایک خنجر دستے تک پیوست تھا۔ آس پاس کی زمین خون سے سرخ تھی۔"

"فون..... کوتوالی۔" فریدی نے حمید سے صرف اتنا ہی کہا اور پھر لاش کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نئے اُلو

سینٹ جوزف کالونی کے پوسٹ آفس سے کوتوالی فون کر کے حمید پھر واپس آ گیا۔ اس وقت اس کے ذہن میں ٹویوڈا کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ مگر ٹویوڈا تھا کہاں اور فریدی کے شبہات کی بنیاد کیا تھی؟ اُسے کیسے علم ہوا تھا کہ ٹویوڈا دارالسلطنت میں مقیم ہے؟ حمید کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

ٹویوڈا کوئی غیر معروف ہستی نہیں تھی۔ یورپ کے لوگ تو اُسے شیطان ہی کا جاپانی ترجمہ سمجھتے تھے اور اس کی شکارگاہ بھی یورپ ہی تصور کیا جاتا تھا۔ یورپ کے جس ملک میں بھی اس کی موجودگی کا شبہ کیا جاتا وہاں کے سرمایہ دار پوری نیند چھوڑ دیتے تھے اور انہیں ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔

مگر ٹویوڈا..... یہاں؟ یہ بات حمید کے حلق سے نہیں اترتی تھی۔ آخر فریدی کو کس بناء پر یہاں اس کی موجودگی کا شبہ ہوا تھا۔ فریدی نے آج تک اپنے شبہے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک پولیس کار وہاں پہنچ گئی۔ کوتوالی انچارج کے ساتھ پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر بھی آیا تھا۔

حمید کو ایک بار پھر باہر جانا پڑا کیونکہ وہ اپنے محکمے کے فنگر پرنٹ سیکشن کے فوٹوگرافروں کو فون کرنا بھول گیا تھا۔

واپسی پر اس نے فریدی کو چھان بین میں مشغول پایا۔ ڈاکٹر لاش کا معائنہ کر چکا تھا اس کے خیال کے مطابق قتل رات کے پچھلے حصے میں ہوا تھا۔ دو اور تین کے درمیان۔

فریدی خاموش تھا۔ اس نے ابھی تک نہ کسی سے اختلاف کیا تھا اور نہ کسی پوائنٹ کو موضوع بحث بنایا تھا۔ حالانکہ کئی آفیسروں نے بحث چھیڑنی بھی چاہی تھی، مگر فریدی ٹال گیا تھا۔

پھر وہ دونوں فوٹو گرافروں کو بعض ضروری ہدایات دیتے ہوئے باہر آ گئے۔

"کیا خیال ہے۔" حمید نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹویوڈا" فریدی نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کوئی دلیل۔"

"اوہ.....حمید.....کٹی پرکنس۔"

"کیا مطلب.....!"

"میرا خیال ہے کہ کٹی پرکنس بھی خطرے میں ہو سکتی ہے یا ہو سکتا ہے اب تک اس کا بھی یہی حشر ہو چکا ہو۔"

حمید کے دل کو دھچکا سا لگا۔ کسی عورت کا قتل ہمیشہ اس کے لئے تھوڑا بہت تکلیف دہ ضرور ہوتا تھا خواہ مقتولہ مجرمہ ہی کیوں نہ ہو اور کٹی تو بہت صاف گو تھی۔ وہ اگر چاہتی تو حمید کو جی کارڈ کے متعلق کچھ نہ بتاتی۔ یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ کسی کی بیوی ہونے کے باوجود بھی دوسرے مردوں سے تعلقات رکھتی ہے۔

"کیوں نہ ہم اُسے بھی دیکھ لیں۔" حمید نے کہا۔

"وہیں چل رہے ہیں۔"

"مگر ٹویوڈا۔ آخر آپ کس بناء پر یہاں اس کی موجودگی.....!"

"فی الحال اُسے الگ ہی رکھو۔" فریدی بات کاٹ کر بولا۔

"میں الگ نہیں رکھوں گا۔ آپ کو بتانا پڑے گا۔"

"اگر تم نے اس کے متعلق کچھ معلوم بھی کر لیا تو کیا کر سکو گے۔"

"یہ بعد میں سوچوں گا۔"

"جو کچھ بھی سوچو گے غلط ہی سوچو گے۔"

"اگر غلط نہ سوچوں گا تو صحیح سوچوں گا۔ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی تیسرا معیار نہیں ہے۔"

"ٹویوڈا کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔"

"یورپ کا ہوّا۔ جو جاپان میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا خوف یورپ کے سرمایہ داروں پر اس طرح مسلط ہے کہ اکثر ٹویوڈا کے نام پر انہیں دوسرے بھی لوٹ لیتے ہیں۔"

"بس اتنا ہی جانتے ہو۔"

"اگر اس سے زیادہ جانتا ہوتا تو یہی نہ تسلیم کر لیتا کہ آج کل ٹویوڈا یہاں موجود ہے۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کتنی دیر سے انگارے چبا رہے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔

"ٹویوڈا ایک مقامی سرمایہ دار کا تعاقب کرتا ہوا جرمنی سے یہاں آیا ہے۔ اس سرمایہ دار نے خود ہی مجھے اطلاع دی تھی کہ ٹویوڈا ایک شکاری کتے کی طرح اس کا پیچھا کر رہا ہے۔"

"تب پھر اُسے شبہ کیوں کہئے۔ آپ کو یقین ہونا چاہئے کہ ٹویوڈا یہاں موجود ہے۔"

"جب تک کہ مجھے واضح ثبوت نہ مل جائیں، میں کسی معاملے کو شبہات کی حدود سے نہیں نکلنے دیتا۔"

"اس سرمایہ دار کا کیا حشر ہوا۔"

"اُسے اپنے حشر کا علم ہی نہ ہو سکے گا۔ اگر اس کا شبہ درست ہے۔"

"کیوں؟"

"یہی تو تم نہیں جانتے۔" فریدی مسکرایا۔ "ٹویوڈا کا طریق کار یہی ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"بھئی انہیں اچانک ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی نقصان ہو گیا۔ خواہ وہ نقصان سال

بھر سے کیوں نہ ہوتا رہا ہو۔ مثلاً تمہاری کوئی رقم کسی بینک کے سیونگ بینک اکاؤنٹ میں پڑی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ تم اس کی طرف سے مطمئن ہو۔ لیکن اچانک ایک دن تمہیں علم ہوگا کہ لاکھوں میں صرف پانچ روپے باقی بچے ہیں۔"

"جعلی چیک.....!"

"ہاں..... یا تو وہ خود ہی جعلی دستخط بنانے کا ماہر ہے یا اس کے گروہ کا کوئی آدمی۔"

"وہ سرمایہ دار دراصل ایک تجارتی معاہدے کے سلسلے میں جرمنی گیا تھا۔ ٹویوڈا کو کسی وجہ سے یہ معاہدہ پسند نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ٹویوڈا کی اس ناپسندیدگی کے پس منظر میں کسی دوسرے سرمایہ دار کا مفاد ہو۔ وہ اکثر دوسروں کے لئے کام بھی کرتا ہے۔"

"کیا وہ سرمایہ دار سر شمشاد ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ ان آٹھوں اُلوؤں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔"

"مگر وہ اس سرمایہ دار کا تعاقب کیوں کر رہا تھا۔"

"اس نے اُسے وارننگ دی تھی کہ اگر اس نے جرمنی کی کسی فرم سے کوئی معاہدہ کیا تو وہ قبر تک اس کا تعاقب کرے گا۔ ٹویوڈا کی وارننگ کچھ اس قسم کی ہوتی ہے جو لوگوں کو ذہنی ہیجان میں مبتلا کردے۔ لوگ نہیں جانتے کہ وہ کیا کیا کر گزرے گا۔ اس لئے اس کی وارننگ ہی ان کی موت کا پیغام بن جاتی ہے اور وہ جو کچھ بھی کہتا ہے کر گزرتا ہے۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ پیدا کر دی جائیں۔"

"اوہ..... تب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس کی شامت ہی اُسے یہاں لائی ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار کرنل اسمتھ کی کوٹھی کے قریب پہنچ گئی تھی۔ فریدی اُسے کمپاؤنڈ کے اندر لیتا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ملازم کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ فریدی نے کٹی پرکنس کے لئے اپنا کارڈ بھی بھجوایا لیکن ملازم کو یقین نہیں تھا کہ وہ اندر موجود ہی ہوگی۔

اپنے خیال کے مطابق وہ بے نیل و مرام واپس آیا۔ وہ اندر موجود نہیں تھی۔ لیکن نوکر کے

پیچھے ہی کرنل اسمتھ کی شکل بھی نظر آئی۔ وہ ایک دبلا پتلا اور لمبا آدمی تھا۔ گو اس کی عمر اب ڈھل گئی تھی، لیکن پھر بھی اس کی آنکھوں سے جوانوں کی سی چستی اور طاقت کا اظہار ہوتا تھا۔

"آپ کٹی پرکنس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔" کرنل اسمتھ نے فریدی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میری دوست ہیں۔" حمید بول پڑا۔

"میں آپ دونوں کو پہچانتا ہوں۔" کرنل اسمتھ غرایا۔

"یقیناً ہماری خوش قسمتی ہے کرنل اسمتھ" فریدی مسکرایا۔

"لیکن میرا ہاتھ دوست کے لئے نہیں بڑھ سکتا۔"

"یہ بھی ظاہر ہے۔"

"میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میرے گھر تشریف لائیں۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

"پھر میں دوست سے کہاں ملا کروں کرنل۔" حمید نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"جہنم میں۔" کرنل اسمتھ تقریباً چیخ پڑا۔ "اگر وہ تمہاری دوست ہے تو اُسے یہاں سے لے جاؤ۔ اپنے ساتھ رکھو لیکن میرے گھر پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوہو..... تم اپنی بیوی کی توہین کر رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"وہ میری بیوی ہے اس لئے تمہیں اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔"

"مجھے اس کی فکر ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ خطرے میں ہے کرنل اسمتھ۔"

"گڈ.....!" کرنل اسمتھ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ لیکن ان سے حیرت بھی جھانک رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا۔ "یہ خطرہ کب تک خطرے ہی کے اسٹیج میں رہے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"خطرہ ٹل جائے تو اُسے کیا کہیں گے۔" کرنل اسمتھ نے پوچھا۔

"اگر شوہر کے سر سے خطرہ ٹل جائے تو بیوی بیوہ نہیں کہلائے گی۔" حمید بول پڑا۔ "اور

اگر بیوی کے سر سے خطرہ ٹل گیا تو شوہر کی شامت بدستور موجود رہے گی۔ کیا سمجھے۔"

"میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں۔" کرنل اسمتھ کسی بدمزاج بوڑھی عورت کی طرح نتھنے پھلا کر بولا۔

"کیا تم چاہتے ہو کہ کٹی مرجائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر آج ہی اس کی لاش مل گئی تو میں تمہیں پھر تکلیف دوں گا۔" فریدی نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"اُوہ..... آہ.....!" کرنل اسمتھ کھانس کر بولا۔ "ٹھہرو..... ٹھہرو۔ پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

فریدی رک گیا۔

"میں یہ کہہ رہا ہوں۔" اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "کہ تم ابھی اس کی موت کے خواہاں ہونے کا اعتراف کر چکے ہو۔ اس لئے اگر اس کی لاش ہی ملی تو.....!"

"مم..... مطلب..... یہ کہ..... میں سمجھتا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن اس کی موت کا تعلق میری ذات سے نہیں ہوسکتا۔"

"اسے تو صرف عدالت ہی میں ثابت کیا جاسکے گا۔"

"ہوں.....!" اس نے آنکھیں نکال کر ہونٹ سختی سے بھینچ لئے اور پھر بولا۔ "تو میں یہ سمجھ لوں کہ میرے لئے کوئی جال پھیلایا جارہا ہے۔"

"کس قسم کا جال..... کرنل اسمتھ۔"

"یہ کٹی جان سکتی ہے۔ یا تم جان سکتے ہو۔"

"او ہو تو کیا تمہاری بیوی تمہارے لئے کسی قسم کا جال بھی پھیلا سکتی ہے۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ کٹی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"میں تمہارے متعلق کیا نہیں جانتا اور کب سے نہیں جانتا۔" فریدی کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

"لیکن جاننے کے باوجود بھی میرا کیا بگاڑ سکے۔"

"یہ ایک دوسری بحث ہے اس وقت اس میں نہیں پڑنا چاہتا تھا لیکن اگر تم نے اپنی اور کٹی کی پوزیشن صاف نہ کی تو تم دونوں ہی پریشانیوں کا شکار ہو جاؤ گے۔"

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں قطعی مطمئن ہوں کیونکہ پریشانیوں سے نپٹنا میرا محبوب مشغلہ ہے لیکن بتاؤ کہ کٹی کو کس بات کا خطرہ لاحق ہے۔"

"ہم زیادہ دیر تک کھڑے نہیں رہ سکتے۔" حمید نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی چھت کے نیچے پولیس والوں کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

"تب تم دوبارہ اُلو ہو اور تیسری بار نہیں ہو۔" حمید نے کہا اور کرنل اسمتھ یک بیک اس طرح چونک پڑا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اور آنکھوں میں بادل سے چھا گئے تھے۔ پہلی سی آب و تاب باقی نہیں رہی تھی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ یہی ہوتا مگر اُسے برآمدے کے ستون کا سہارا مل گیا۔

حمید نے فریدی کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ دیکھی۔ ویسے حمید ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ اس اُلو کے حوالے کے لئے اس سے باز پرس نہ کر بیٹھے۔

"کیا تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے۔" فریدی آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"جاؤ..... خدا کے لئے چلے جاؤ۔ جاؤ یہاں سے۔" کرنل اسمتھ نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔ "اس سُوّر کی بچی نے آخر..... نہیں کچھ نہیں..... جاؤ۔"

پھر یک بیک وہ حلق پھاڑنے لگا۔ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ "نکل جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ..... بھاگو۔ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔ میں تمہیں ملازمت نہیں دے سکتا۔ تم لٹیرے معلوم ہوتے ہو..... جاؤ۔"

اس کے بعد وہ ا[illegible] نوکر[illegible]ں کو پکارنے لگا۔

"آؤ چلیں۔" فریدی حمید کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے بولا۔

"دو چار ہاتھ نہ جھاڑ دوں۔"

"نہیں..... بیکار باتیں نہ کرو۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کار کی طرف آئے اور پھر فریدی نے وہاں سے روانہ ہوجا[نے] میں اتنی جلدی کی جیسے وہ سچ مچ کرنل اسمتھ سے دب گیا ہو۔

حمید بُری طرح جھلایا تھا۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو شائد کرنل اسمتھ ہسپتال پہنچ گیا ہوتا۔

"یہ کیا کیا آپ نے۔"

"یہی مناسب تھا۔"

"اتنی عقل میں بھی رکھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے اُلو پن کا راز چھپانا چاہتے ہیں۔"

"جانتے ہو لیکن اس کے باوجود بھی میرے دماغ کے لئے دیمک بننے کی کوشش کر[تے] ہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کٹی بھی ختم کردی گئی۔"

"ہاں۔ گھر میں تو اس کی موجودگی نہیں ثابت ہوتی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کئی طرح کے خیالات اس کے ذہن میں گڈ مڈ ہوگئے تھے اور وہ انہیں مربوط کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ سر شمشاد کا معاملہ اور دوسرے سات آدمی جن میں کرنل اسمتھ بھی شامل تھا کٹی کی کہانی..... ٹونی کا قتل..... ان کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ظاہر ہوتا تھا۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ کٹی نے اُسے اصلیت ہی سے نہ آگاہ کیا ہو۔ اس نے اُسے جمی کارٹر کی کہانی سنائی تھی۔ لیکن خود حمید کے پاس اس کا کیا ثبوت تھا کہ وہ کہانی درست ہی تھی اور اگر درست بھی ہوتی تو اس کا کرنل اسمتھ اور دوسرے سات آدمیوں کے اُلو پن سے کیا تعلق ہوتا۔

وہ سوچتا رہا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ کٹی خود ہی ان سارے حادثات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے کیونکہ اس کا ریکارڈ بھی اچھا نہیں تھا۔

دفعتاً فریدی نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب کار روک دی اور خود اُتر گیا۔

حمید اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ واپسی جلد ہی ہوگئی۔

"گھر پر کٹی موجود ہے۔" فریدی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کس کے گھر پر۔"

"اپنے یہاں۔ میں نے نصیر کو فون کیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لیڈی شمشاد کی طرف سے کوئی پیغام تو نہیں ہے لیکن وہ ایک برقعہ پوش یوریشین عورت کی کہانی لے بیٹھا۔"

"برقعہ پوش یوریشین عورت..... کیا مطلب....."

"کٹی برقعے میں آئی ہے۔" فریدی نے کہا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ کار کی رفتار بتدریج تیز کرتا جارہا ہے۔

کٹی برقعے میں آئی ہے۔ وہ سوچنے لگا۔ تو کیا اس نے بھی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔

دفعتاً فریدی بولا۔ "کیا تم کٹی پر اعتماد کرلو گے۔"

"ہام.....!" حمید نے ایک طویل سانس لی، تھوڑی دیر تک سر کھجاتا رہا پھر بولا۔ "کٹی پر آج سے دس سال پہلے ضرور اعتماد کرلیتا مگر اس وقت شائد وہ تیس سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ مگر یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ اس سوال کا مقصد کیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے خود کٹی ہی نے کسی قسم کا جال پھیلایا ہو۔ کیا تم نے نہیں محسوس کیا کہ کرنل اسمتھ اس سے کتنی نفرت ظاہر کررہا تھا۔"

"جی ہاں..... لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اُلو کے تذکرے پر اس کی حالت غیر ہوگئی تھی۔"

"بہت اچھے۔ تم غالباً یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر اس کی حالت غیر نہ ہوئی ہوتی تو صرف اسی صورت میں کٹی پر شبہ کیا جاسکتا۔ ہاں میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ اُلو والا معاملہ بظاہر کٹی یا اس کی امکانی سازشوں سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ کرنل اسمتھ اُلو کے تذکرے پر بہت زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگا تھا اور یہ کوئی بات بھی نہیں تھی۔ ان آٹھوں کا یہی حال ہے۔ وہ صرف خوفزدہ نظر آتے ہیں لیکن خوف کی وجہ کسی نے بھی نہیں بتائی۔ ہوسکتا ہے کرنل اسمتھ کٹی سے اسی بناء پر متنفر ہوگیا ہو کہ اس نے اُلو کی کہانی ہم تک پہنچائی تھی۔"

"کیا آپ نے اس کے انداز گفتگو پر غور کیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"جب تم کر سکتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ میں.....!"

"اس کے متعلق کیا خیال ہے۔" حمید نے فریدی کو جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔

"وہ غالباً کسی کو اپنی گفتگو سنانا چاہتا تھا۔ لہٰذا غیر ضروری طور پر بلند آواز سے بول رہا تھا اس غیر فطری انداز تخاطب کو ایک بچہ بھی محسوس کر لیتا۔ تم نے کونسا بڑا تیر مارا ہے حمید صاحب۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر بعد کار کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

جیسے ہی وہ برآمدے میں داخل ہوئے نصیر نے فریدی کو ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا

"صاحب وہ چلی گئی۔"

"ہوں.....!" فریدی نے لفافہ چاک کر کے خط نکالا اور پھر اُسے فوراً ہی حمید کی طرف بڑھا دیا۔

"ہائیں.....!" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

فریدی نصیر سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا وہ وہی عورت تھی جو پچھلی شام کو یہاں آئی تھی۔"

"جی نہیں۔ صاحب.....وہ تو نہیں تھی۔"

حمید فریدی کا منہ دیکھنے لگا اور فریدی نے کہا۔ "اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ کوئی برقعہ پوش یوریشین لڑکی ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے کٹی ہو.....لیکن.....!"

حمید نے ایک بار پھر خط پر نظر ڈالی جس میں تحریر تھا۔

"تم دونوں بھی اُلو ہو۔ اس لئے آج رات اپنے انگوٹھوں کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔"

گردن اور چیخیں

فریدی نے نصیر سے پوچھا۔ "کیا اس نے کچھ دیر انتظار کیا تھا۔"

"جی ہاں۔ جب آپ کی کال آئی تھی میں نے اُسے بھی بتایا تھا کہ آپ جلد ہی واپس آ جائیں گے۔ لیکن اس نے لفافہ نکال کر دیا اور بولی کہ وہ اب دو منٹ بھی انتظار نہیں کر سکے گی۔ یہ لفافہ آپ کو دے دیا جائے۔"

"ہوں.....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ بیٹھی کہاں تھی۔"

"ڈرائنگ روم میں۔"

"چلو مجھے بتاؤ۔ کہاں۔" فریدی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

نصیر نے ڈرائنگ روم کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور فریدی جھک کر اس کے ہتھوں کا جائزہ لینے لگا۔ تقریباً دس منٹ تک وہ مشغول رہا پھر سیدھا کھڑا ہو کر محدب شیشہ جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "بہت چالاک تھی۔ اس نے کسی قسم کے نشانات نہیں چھوڑے۔"

حمید نصیر سے اس کا حلیہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ نصیر کبھی کچھ بتاتا اور کبھی کچھ۔ شاید اُسے حلیہ یاد ہی نہیں تھا۔ یا وہ لڑکی ہی اتنی چالاک تھی کہ اس نے کسی کو بھی اپنا تفصیلی جائزہ نہ لینے دیا ہو۔

"اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ وہ ٹویوڈا ہی ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"وہ کوئی بھی ہو۔" حمید غمگین آواز میں بولا۔ "میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ کسی کو ٹھینگا دکھانے کے قابل بھی نہ رہ جاؤں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"مگر اس خط میں وضاحت نہیں ہے کہ انگوٹھے ہاتھ کے ہوں گے یا پیر کے۔" حمید بولا۔

نیلم اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھی ورنہ شاید وہ فائدے ہی میں رہتے۔ جب وہ واپس آئی اور اُسے واقعات کا علم ہوا تو اس نے بے تحاشہ ہنس شروع کر دیا اور حمید کو اس قدر پریشان کیا کہ اسے اپنے کمرے میں بند ہو جانا پڑا.....وہ اُسے اسی طرح پریشان کرتی تھی۔

کچھ دیر تک اُس نے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا۔ پھر باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ فریدی نے تجربہ گاہ سے اُسے مخاطب کیا تھا۔

"یہاں آجاؤ۔" اس نے کہا۔ "نیلم شمشاد ولا جاچکی ہے۔"

"ارے تو کیا میں نیلم سے ڈرتا ہوں۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"یہ تم ہی بہتر جان سکتے ہو۔"

"وہ شمشاد ولا کیوں گئی ہے۔"

"ایک اسکیم ہے۔ وقت نہ برباد کرو۔ یہاں آجاؤ۔"

حمید نے ایک طویل سانس کیساتھ ریسیور کریڈل میں رکھ دیا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا فریدی تجربہ گاہ میں تنہا تھا اور حمید کو وہ بیکار ہی نظر آیا یعنی وہ نہ تو "تجربے" کی میز پر اور نہ اس طرف تھا جہاں میک اپ کا سامان رہتا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ تم اس لفافے کے متعلق بہت کچھ سوچتے رہے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا

"نہیں۔ ضرورت ہی کیا تھی۔ اس قسم کے دعوت ناموں کا انجام پلاؤ اور بریانی کے علا اور کیا ہوسکتا ہے۔"

"حمید سنجیدگی اختیار کرو۔ کہیں سچ مچ تمہیں اپنے انگوٹھے سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔"

"اس کے بعد ہاتھ دھونے ہی پڑیں گے۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ لیکن ٹھ اسی وقت تجربہ گاہ کے فون کی گھنٹی بجی۔

دوسری طرف سے بولنے والا نصیر تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ خواب گاہ والے فون فریدی کی کال ہے۔

"اسی فون سے کنکٹ کردو۔" فریدی نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "ہیلو! فریدی اسپیکنگ۔ کون جمی کارٹر..... مگر میں کسی جمی کارٹر سے واقف نہیں..... اوہ..... مگر ٹھہرو تم ٹونی کے ساتھیوں میں سے تو نہیں ہو۔ اچھا..... اچھا..... دیکھو..... فوراً کوتوالی پہنچ جاؤ میرا نیک مشورہ ہے۔ پولیس کو تمہاری ضرورت ہے۔ ٹونی کے قتل کے سلسلے میں۔ ہاں رات..... کسی نے ٹونی کو قتل کردیا..... کیوں..... ہاں کیپٹن حمید موجود ہیں مگر تم ان سے جو بھی کہنا چاہتے ہو مجھ سے کہو..... اچھا..... اچھا..... ٹھہرو۔"

وہ خاموش ہو کر حمید کی طرف مڑا۔

اب ریسیور حمید کے ہاتھ میں تھا اور وہ پلکیں جھپکاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "ہیلو..... حمید اسپیکنگ.....!"

"کیپٹن..... میں جمی کارٹر ہوں۔ خدا کے لئے بتائیے کہ کٹی کا کیا حشر ہوا۔ ٹونی کی موت کی خبر تو میں نے سن ہی لی۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس کٹی کا تذکرہ کررہے ہو۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا اور فریدی نے اس انداز میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی جیسے وہ حمید کے اس جواب سے مطمئن ہو۔

دوسری طرف سے بولنے والا کہہ رہا تھا۔ "اوہ کیپٹن..... وہ عورت جو پچھلی رات کو آپ کے ساتھ ہائی سرکل نائٹ کلب میں تھی۔"

"اوہ..... وہ..... کرنل اسمتھ کی بیوی۔ ہاں تھی تو۔"

"میں کٹی پرکنس کی بات کررہا ہوں کیپٹن۔ وہ کسی کرنل اسمتھ کی بیوی نہیں ہے۔"

"اگر وہ کسی کرنل اسمتھ کی بیوی نہیں ہے تو میں کسی کٹی پرکنس کو نہیں جانتا۔ ہاں وہ مقتول ٹونی ضرور اس کے ساتھ تھا۔"

دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کی آواز آئی جو یقیناً اضطراری ہی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد بولنے والے کے لہجے میں مزید سنجیدگی کا اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ممکن ہے اس نے آپ کو یہی بتایا ہو کہ وہ کسی کرنل اسمتھ کی بیوی ہے۔ خیر بہر حال میں آپ سے صرف اس عورت کی خیریت دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے ساتھ ہر قسم کی عورتوں کی خیریت ہی رہتی ہے، خواہ کسی کی بیوی ہوں۔"

"میں پوچھتا ہوں وہ زندہ ہے یا مرگئی۔" دوسری طرف سے جھلا کر کہا گیا۔

"اگر مری نہ ہوگی تو زندہ ہی ہوگی۔"

"خدا سمجھے۔ اچھا اگر آپ کسی بہت بڑے مجرم پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہوں تو ہیویشام لاج کے گرد گھیرا ڈال دیجیے۔"

"میں فی الحال صرف شام کی چائے پینا چاہتا ہوں۔ مگر تم ہو کہاں۔ کوتوالی آکر ٹونی کے سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرو۔ میرا خیال ہے کہ ٹونی کے قاتل تم ہی ہو سکتے ہو۔"

"یہ خیال نہیں بلکہ مجھ پر سراسر ظلم ہے۔"

"کیوں.....!" حمید غرایا۔

"کیونکہ اگر میں بھی پچھلی رات ہوشیار نہ رہتا تو میرا بھی وہی حشر ہوتا جو ٹونی کا ہوا ہے۔"

"کیوں.....؟"

"کیا کٹی نے میرے متعلق کوئی گفتگو کی تھی۔"

"میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ ویسے تمہارا نام ٹونی کے دوستوں کی فہرست میں ضرور دیکھا تھا۔"

"یہ حیرت کی بات ہے کہ آپ ٹونی کو پہچانتے ہیں اور مجھے نہیں پہچانتے۔"

"میں اسے بھی نہیں پہچانتا تھا۔ آج اس کی لاش دیکھ کر خیال آیا کہ اس آدمی کو تو پچھلی رات مسز اسمتھ کے ساتھ دیکھا تھا اور پھر اس کا نام بھی معلوم ہوا..... مگر تم ہو کہاں؟"

"یہ اسی صورت میں بتاؤں گا جب میری حفاظت کا ذمہ لیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ بتاؤ ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بڑی مصیبت تمہاری منتظر ہو۔"

"اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی کہ میں کھلے آسمان کے نیچے آنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ سنئے کیپٹن۔ میں نے کسی قسم کا کوئی فراڈ نہیں کیا۔ بلکہ خود ہی فراڈ کا شکار ہوتا رہا ہوں اور ٹونی کے قتل کے ذمہ دار صرف آپ ہیں اور آپ کی وجہ سے میں بھی موت کے گھاٹ اتر ہوتا۔ مگر کٹی..... خدا کے لئے بتا دیجئے کہ اس کا کیا حشر ہوا؟"

"بکواس بند کرو۔" حمید نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا۔

"کیوں؟" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"ضروری نہیں کہ وہ جی کارٹر ہی رہا ہو۔ ابھی ابھی ہم ایک برقعہ پوش عورت پر کٹی دھوکہ کھا چکے ہیں۔"

"وہ جی کارٹر ہی تھا۔ میں اس کی آواز پہچانتا ہوں۔"

"رہا ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "خواہ مخواہ دماغ چاٹ رہا تھا۔"

"کہا کیا اس نے۔"

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے اس کی گفتگو دہراتا رہا۔

"تم سے حماقت سرزد ہوئی حمید۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اسے کچھ دیر اور الجھائے رہتے۔ دوسرے فون پر انکوائری سے معلوم کر لیتا کہ وہ کہاں سے بول رہا ہے۔"

"تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سامنے نہیں آئے گا۔"

"موت کا خوف پولیس کے خوف سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔"

"آپ نے یقین کر لیا اس کی بکواس پر۔"

"نہ یقین کرنے کی صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ جی کارٹر ہی کسی سازش کا بانی ہے اور اگر اُلو والی سازش سے اس کا علاقہ جوڑو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کم از کم جی کارٹر جیسے کندہ ناتراش کرنل اسمتھ کو خائف نہیں کر سکتے۔ تم کرنل اسمتھ کو کیا سمجھتے ہو۔ یہ وہ شخص ہے جسے ایک بار میں نے بھی قانونی گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہا تھا۔"

"کٹی کی کہانی میں آپ کو سنا چکا ہوں۔"

"ہاں..... آں..... نہ میں اس کی صحت سے انکار کر سکتا ہوں اور نہ یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس نے سب کچھ غلط کہا تھا۔ اس کے بیان کی تائید صرف ٹونی ہی کر سکتا تھا۔ مگر ہم اس سے اس وقت ملے جب وہ کسی قابل ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اب فی الحال تاوقتیکہ کٹی سے دوبارہ ملاقات نہ ہو ہم کوئی رائے قائم نہیں کر سکیں گے۔ ویسے تمہیں کارٹر کی بات بھی سننی چاہئے تھی۔"

"ہیوئیشام لاج کے گرد گھیرا ڈال دیجئے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"آج نہیں..... آج تو ہر حال میں وہی کرنا ہوگا جو میں سوچ چکا ہوں۔"

"انگوٹھوں کی حفاظت۔" حمید کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

"نہیں شائد اب کسی کی گردن کی حفاظت کرنی پڑے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ضروری نہیں ہے کہ سب کچھ تمہاری سمجھ ہی میں آ جائے۔"

"پھر مجھے بلایا کیوں تھا۔"

"یہ بتانے کے لئے کہ آج رات تاروں کی چھاؤں میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"کہاں؟"

"ابھی سے اس فکر میں نہ پڑو۔ جاؤ.....!" فریدی نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "نو بجے سے پہلے نہ روانہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر تم کچھ دیر سونا بھی چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اعتراض تو آپ کو اس پر بھی نہ ہوگا اگر میں دو چار رائفلیں چبا ڈالوں یا ایک آ ریوالور نگل لوں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اس الماری کی طرف متوجہ ہو گیا جس میں کئی رنگوں کے متعدد مرتبانوں میں نظر آ رہے تھے۔

حمید نیچے چلا آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فی الحال شمشاد ولا کے علاوہ اور کوئی ایسی عمارت نہیں جو فریدی کی توجہ کا مرکز بن سکے کیونکہ آٹھوں اُلوؤں میں سے ایک اپنے جسم کا ایک حصہ پُرا طور پر کھو چکا تھا اور وہ تھا سر شمشاد۔ نیلم بھی وہیں بھیجی گئی تھی۔ مگر نیلم؟ وہ وہاں کیا کرے گی۔

حمید نے فون کا ریسیور اٹھا کر تجربہ گاہ سے سلسلہ ملایا۔ کچھ دیر بعد دوسری طرف فریدی کی آواز آئی اور حمید نے پوچھا۔ "نیلم وہاں بھیجی گئی ہے۔"

"نیلم ایک تجربہ کار نرس کے فرائض بخوبی انجام دے سکتی ہے۔"

"اوہ.....اور آپ کا خیال ہے کہ وہ سر شمشاد کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو جائے"

"اُمید پر دنیا قائم ہے۔"

"کیا.....؟"

"اب کچھ بھی نہیں۔" فریدی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا اور حمید جھلاہٹ میں ا کریڈل پر پٹختا ہوا آرام کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔ اسے یقین تھا کہ رات ضرور برباد ہو گی لئے اس نے سچ مچ اونگھنا شروع کر دیا۔

اونگھنے کے بعد سو جانے ہی کا اسٹیج آتا ہے۔

پھر تقریباً آٹھ بجے فریدی ہی نے اُسے جگایا۔ خود باہر جانے کے لئے تیار نظر آ رہا تھا۔ ر نے تیاری کی اور رات کے کھانے میں ایک گھنٹہ صرف کر دیا۔ خود فریدی نے کافی کے دو پ پر اکتفا کی تھی۔

ویسے حمید کا یہ خیال درست ہی نکلا کہ فریدی کی توجہ کا مرکز شمشاد ولا ہی ہو سکتی ہے۔ کار رت سے کافی فاصلے پر چھوڑی گئی اور وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے عمارت کی پشت پر آئے۔ ں وہ عقبی پارک کی چار دیواری کے نیچے کھڑے تھے۔

فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں دیوار پر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی شروع کر دی جسے اوپر نچنے کا ذریعہ بنایا جا سکتا۔ اوپر پہنچ کر دوسری طرف اتر جانا مشکل کام نہ ہوتا کیونکہ دیوار زیادہ نچی نہیں تھی۔

وہ جلد ہی اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر دوسری طرف بھی اتر گئے۔ یہ اور بات ہے کہ حمید کے گھٹنوں کی خراشیں کافی دیر تک اُسے بڑبڑاتے رہنے پر مجبور کرتی رہی ہوں۔

نیچے پہنچتے ہی اس نے سوال کیا تھا۔ "کیا اب کسی کنوئیں میں بھی چھلانگ لگانی پڑے گی۔"

"نہیں.....!" فریدی نے جواب دیا۔ "ہم صرف ایک کھڑکی کی حفاظت کریں گے۔"

"اسی کھڑکی سے لٹک کر یا کھڑکی ہی ہمارے پاس چلی آئے گی۔"

"بس دیکھتے رہو۔" فریدی نے کہا اور ایک طرف چلنے لگا۔

کمپاؤنڈ سنسان اور تاریک پڑی تھی۔ البتہ عمارت کی بعض کھڑکیاں روشن تھیں لیکن دبیز دوں اور رنگین شیشوں کی وجہ سے عکس کا اثر کمپاؤنڈ کی فضا پر نہیں پڑا تھا۔

وہ مالتی کی جھاڑیوں سے لگے ہوئے مشرق کی طرف چلتے رہے۔ اچانک قریب سے واز آئی۔ "ٹرچ" اور فریدی چلتے چلتے رک گیا۔

حمید نے بھی وہ آواز سنی تھی اور اسے کسی پرندے کی آواز سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ و فریدی سے آگے بڑھنے کو کہنے ہی والا تھا کہ ویسی آواز پھر آئی اور اس بار حمید نے اس کا

اندازہ بھی کیا وہ آواز کہاں سے آئی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں فریدی آواز کی سمت مالتی کی جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ حمید کو ساتھ دینا ہی تھا۔ دم گھٹ رہا تھا تو گھٹا کرے۔ وہ بھی چپ چاپ اس کی تقلید کرتا رہا۔

اُسے توقع تھی کہ فریدی اس پرندے کو پکڑ کر انسانیت کا سبق پڑھائے گا کیونکہ اس نے خواہ مخواہ راہ کھوٹی کی تھی۔

اس نے اس کے ہاتھ میں محدود روشنی والی ٹارچ بھی روشن دیکھی لیکن وہ تو زمین پر بیٹھ رہا تھا یہ اور بات ہے کہ حمید اس سے پہلے ہی بیٹھ گیا ہو۔ مگر اس کے انداز میں جھلاہٹیں چیخ رہی تھیں۔

"جم چکی بارات۔" اس نے دانت پیس کر فریدی سے پوچھا۔

"بالکل۔"

"تو میں اب سہرا گانا شروع کردوں۔"

"ابھی نہیں۔" فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ حمید اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا اور اس کے کان دوبارہ اسی آواز کو سننے کے منتظر تھے۔

تقریباً دس منٹ تک وہ خاموش بیٹھا رہا۔ مگر پھر بوریت بڑھتی ہی گئی اور اُسے بولنا پڑا۔

"وہ کھڑکی کہاں ہے؟"

"سامنے جس کے شیشوں سے مدہم نیلی روشنی نظر آرہی ہے۔"

"اوہ..... شاید وہ سرشمشاد کی خواب گاہ ہے۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"مگر وہ آواز کیسی تھی جسے سن کر آپ رکے تھے اور دوسری "ٹرچ پر" یہاں آبیٹھے تھے۔"

"مجھے جھاڑیوں نے پکارا تھا۔" فریدی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ارے تو یہ آسمان کیوں گونگا ہوگیا ہے۔ کب پکارے گا مجھے۔"

"جب تم دو چار بچوں کی سرپرستی میں بیوہ ہوجاؤ گے اور اب خاموش بیٹھو۔"

"صرف ایک بات اور.....!"

"بکو.....!"

"ہم نے یہاں کس توقع پر ڈیرا لگایا ہے۔"

"اس توقع پر کہ آج سرشمشاد کی خیر نہیں نظر آتی۔"

"یعنی کہ آج پھر.....!"

"ہاں..... اور تم اپنے انگوٹھوں کی طرف سے محتاط رہنا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ کچھ کہنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ سرشمشاد کی "بے خبری" نظر دیکھنے کے لئے آفتاب کا انتظار کرنا پڑتا لہٰذا زبان کیوں تھکائی جائے۔

سردی اچھی خاصی تھی۔ حمید کان دبائے بیٹھا رہا۔ ایسے مواقع پر وہ ہمیشہ یہی کرتا تھا۔ کانوں کی مالش کرتا اور پھر انہیں دونوں ہاتھوں سے اس طرح ڈھانک لیتا کہ ہوا لگنے کی ائش نہ ہوتی۔

دور کسی گھڑیال نے گیارہ بجائے۔ گھنٹوں کی گونج ختم ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے ھیرے میں چاروں طرف سناٹے نے یلغار کردی ہو۔ پتہ نہیں حمید اونگھ رہا تھا یا کسی خوفناک کہانی کا ماحول اس کے ذہن میں انگڑائیاں لینے لگا تھا۔

اچانک کسی عورت کی چیخ سنائی دی اور حمید بے تحاشہ اچھل پڑا۔ اگر فریدی نے اس کی دن پکڑ نہ لی ہوتی تو شاید وہ آواز کی سمت دوڑ پڑتا۔

"ارے..... بچاؤ..... بچاؤ۔" بڑی جگر خراش چیخیں تھیں۔

پھر دفعتاً جھاڑیوں میں بھونچال سا آگیا اور شاید دو آدمی ان کے قریب ہی سے آواز کی ف دوڑتے چلے گئے۔ چیخیں بدستور فضا میں انتشار برپا کررہی تھیں۔ لیکن فریدی کا ہاتھ حمید گردن سے نہ ہٹا۔

"چھوڑیئے۔" حمید نے جھٹکا دیا۔ شاید وہ سنک ہی گیا تھا۔

"نہیں فرزند۔ اگر میں نے اس وقت تمہیں چھوڑ دیا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گا۔ آخر یہ کیا تماشہ ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کا ہاتھ حمید کی گردن پر جما رہا اور عورت چیختی رہی۔

سفید چور

حمید کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے بھنگ کے دو چار گلاس چڑھا گیا ہو۔ بس ایک چیز اس کے ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔ کسی طرح گردن چھڑائے اور وہاں سے بھاگ نکلے۔ اس کی جدوجہد برابر جاری رہی۔

"او گدھے تم چین سے بیٹھتے ہو یا سچ مچ تمہارا گلا ہی گھونٹنا پڑے گا۔"

"گھونٹ دیجئے..... یہ کیا مذاق ہے واہ۔"

"واہ کے بچے..... خاموش رہو۔"

اس بار فریدی کے لہجے نے حمید کا خون منجمد کر دیا اور اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہو گئے۔ اسے بالکل یہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بھیڑیا اس کے کان میں غرایا ہو۔ اسے ہوش بھی آ گیا۔ شاید نیند کے ہچکولوں نے اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے کی کوئی گرہ ابھار دی تھی۔ حالانکہ وہ دن میں بھی سوچ چکا تھا اور سوتے ہی سے اٹھ کر یہاں آیا تھا لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں آخر نیند اس کے ذہن پر اس طرح مسلط ہو گئی تھی۔

اسے ساکن ہوتے دیکھ کر فریدی نے بھی گرفت ڈھیلی کر دی۔

اب عورت کی چیخیں تو نہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن شاید یہ آواز کی سمت دوڑنے والوں کا شور تھا جو اب بھی سنا جا سکتا تھا۔

دفعتاً فریدی کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی اور حمید چونک پڑا۔ قدرتی امر تھا کہ اس کی نظر اس کھڑکی کی طرف اٹھ جاتی جس کا حوالہ فریدی نے دیا تھا۔ کھڑکی بدستور بند تھی لیکن ٹھیک اُ

کھڑکی کی سیدھ میں شائد انہیں دروازہ کھلنے کا پتہ بھی نہ چلتا لیکن اندر کی روشنی سے انہیں بڑی دھندلی اور انہوں نے باہر نکلنے والے کو بھی دیکھ لیا۔ حالانکہ دروازہ اب بند ہو چکا تھا مگر تاروں کی چھاؤں میں اس نامعلوم آدمی کی پرچھائیں صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنی پشت پر کوئی وزنی چیز اٹھائے ہوئے تھا۔ جس کے بار سے اسے کسی قدر جھک جانا پڑا تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ اسی طرف جا رہا تھا جدھر سے یہ دونوں کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے تھے۔

"اچھا بیٹے خاں۔" فریدی حمید کا شانہ تھپتھپاتا ہوا بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ دس منٹ بعد جو دل چاہے کرنا۔"

حمید کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ کسی تیز رفتار سانپ کی طرح رینگتا ہوا جھاڑیوں سے نکل گیا۔ وہ بُری طرح بوکھلایا ہوا تھا ورنہ یہ ضرور دیکھتا کہ فریدی کا رخ اس نامعلوم آدمی کی طرف تھا یا اس آواز کی طرف جسے سن کر اس نے احمقوں کی طرح اچھل کود مچائی تھی۔ وہ کئی منٹ تک اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

"دس منٹ" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے کان ملنے لگا۔

پھر دس کیا بیس منٹ گزر گئے اور وہ احمقوں کی طرح وہیں بیٹھا رہا۔ پھر اچانک چند آوازوں نے اُسے چونکا دیا۔ کچھ لوگ ہاتھوں میں پٹرومیکس لیمپ لئے اسی طرف آ رہے تھے۔ ان میں اسے امر سنگھ اور سارجنٹ رمیش بھی نظر آئے اور اب اس نے سوچا کہ اُسے بھی ان میں جا ملنا چاہئے۔ امر اور رمیش کو دیکھتے ہی اس کے ذہن پر چھائی ہوئی دھند چھٹ گئی تھی اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے حقیقتاً ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہونے والی تھی۔

ان لوگوں کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی کی تلاش میں ہیں اور خوف تو ان کی کانپتی ہوئی آوازوں ہی سے مترشح تھا۔

حمید اس وقت باہر نکلا جب وہ لوگ کافی دور نکل گئے اور اب وہ بھی تیز رفتاری سے انہیں کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے امر سنگھ اور سارجنٹ رمیش کو آوازیں بھی دیں وہ لوگ رک گئے۔

"کیا بات ہے۔" اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"اوہ..... کپتان صاحب۔" یہ امر سنگھ کی آواز تھی۔ "وہ ایک نقاب پوش تھا۔"

"کون.....؟"

"جس نے ایک ملازمہ کی گردن دبائی تھی۔ عورت کا بیان ہے کہ وہ سر سے پیر تک لباس میں تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔"

"عورت کہاں ہے۔"

"اپنے کوارٹر میں۔ اس کی حالت ابتر ہے۔"

یک بیک عمارت سے پھر شور بلند ہوا اور کئی کھڑکیاں کھلیں۔ یہ لوگ پھر عمارت کی دوڑے مگر اب حمید اپنی بدحواس کر دینے والی جبلت پر قابو پا چکا تھا۔ اس نے امر سنگھ یا اس طرح دوڑنے سے نہیں روکا مگر خود آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ فریدی سے جو کچھ بھی کہا تھا کسی خاص مقصد ہی کے تحت کہا تھا۔ اس لئے اس کے جانے کے بعد وہ سوچ سمجھ کر ہی قدم اٹھانا چاہتا تھا۔

عمارت میں قدم رکھتے ہی اسے شور کی وجہ معلوم ہوگئی۔ سر شمشاد اپنی خواب گا غائب تھا۔ لیڈی شمشاد حمید کو دیکھ کر رو پڑی۔

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" حمید نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سر شمشاد کو کوئی نہیں پہنچے گا۔"

لیکن وہ روتی ہی رہی۔ اس وقت اگر کچھ کہنا بھی چاہتی تو زبان خیالات کا ساتھ نہ دے کمپاؤنڈ میں کسی نقاب پوش کی تلاش اب بھی جاری تھی۔ حمید لیڈی شمشاد کو روتا پھر باہر آگیا۔ وہ رمیش اور امر سنگھ سے مفصل گفتگو کرنے کے لئے بے چین تھا۔ آخر د جگہ مل ہی گئے۔

"کیا قصہ تھا۔ تم لوگ یہاں کیسے پہنچے۔" اس نے پوچھا۔

"کرنل صاحب نے ڈیوٹی لگائی تھی۔ ہم ادھر مالتی کی جھاڑیوں میں تھے۔" رمیش جواب دیا۔

"مالتی کی جھاڑیوں میں۔" حمید نے حیرت سے دہرایا اور رمیش ہنسنے لگا۔

"آپ کو علم نہیں تھا۔" امر سنگھ نے پوچھا۔

"اس سے تمہیں کیا سروکار..... جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ تمہاری ڈیوٹی ہاں کس لئے لگائی گئی تھی۔"

"ہمیں شمشاد کی خواب گاہ کی عقبی کھڑکی کے سامنے والی جھاڑیوں میں چھپنا تھا۔ کرنل کا م تھا کہ ہم کسی ہنگامے کی آوازیں سنیں تو فوراً ہی جھاڑیوں سے نکل کر اسی طرف دوڑتے چلے ائیں۔ جب آپ دونوں وہاں پہنچے تھے تو میں نے ہی اپنی آواز سے آپ لوگوں کو چھپنے کی بلہ بتائی تھی۔"

"اوہ.....!" حمید کچھ سوچنے لگا۔ اب حقیقت اس پر روشن ہوگئی۔ گویا کرنل نے مجرموں کو موکا دیا تھا۔ اُسے علم تھا کہ آج رات شمشاد ولا میں کوئی نہ کوئی واقعہ پھر ظہور پذیر ہوگا۔ لیکن رم اس سلسلے میں کس قسم کا جال بچھائیں گے۔ مزید وضاحت کے لئے حمید نے چیخنے والی ورت کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"جی ہاں۔" امر سنگھ آہستہ سے بولا۔ "وہ ملازمہ اپنے کوارٹر میں تنہا تھی۔ دفعتاً اُسے ھڑکی میں ایک ڈراؤنی شکل نظر آئی اور وہ چیخنے لگی۔ پھر وہ نقاب پوش کھڑکی سے اندر آگیا ر اس وقت تک رہا جب تک عورت بے ہوش نہیں ہوگئی۔ ہم جب پہنچے ہیں تو وہاں اس بے ش عورت کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور وہ کھڑکی بھی اندر ہی سے بند تھی۔"

"ہوں..... تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی سر شمشاد کو کوٹھی سے اٹھا لے جانا چاہتا تھا لیکن سے شبہ تھا کہ پولیس بھی پہلے ہی سے ہوشیار ہوگی۔ اس لئے اس عورت کو ڈرایا گیا۔ ظاہر ہے ں کی چیخیں سن کر جو یہاں ہوتا آواز کی طرف دوڑ جاتا اور پھر وہ نہایت اطمینان سے سر شمشاد و نکال لے جاتے۔"

"اور نکال بھی لے گئے۔" سرجنٹ رمیش نے کہا۔

اس پر حمید کچھ نہیں بولا

"کرنل صاحب کہاں ہیں۔" امر سنگھ نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ مجھے علم نہیں۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ جب ہم دونوں جھاڑیوں کے قریب تھے تو تم نے کسی قسم کی آواز نکال کر ہمیں متوجہ کیا تھا۔ یہ کس کا قصہ ہے۔ میں تو ابھی ابھی آیا ہوا

"نہیں.....!" امر سنگھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"پتہ نہیں.....تم لوگ کیا کر بیٹھے ہو۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں نے دوپہر کرنل کو نہیں دیکھا۔"

امر سنگھ اور رمیش کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"چلو..... جاؤ..... تلاش کرو سر شمشاد کو۔" حمید نے ہاتھ ہلا کر کہا اور وہ دونوں چپ چاپ کھسک گئے۔ حمید نے انہیں یقینی طور پر الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

اب اُسے نیلم کی فکر ہوئی۔ وہ بھی یہیں تو تھی اور اُسے تو سر شمشاد کی خواب گاہ موجود ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ ایک نرس کی حیثیت سے یہاں آئی تھی۔

کوٹھی میں کسی کے حواس بجا نہیں تھے۔ آہستہ آہستہ حمید کو واقعات کا علم ہو سکا۔ بھی معلوم ہوا کہ نیلم خواب گاہ میں بے ہوش پائی گئی تھی اور سر شمشاد بستر سے غائب تھا۔

کچھ دیر بعد حمید نیلم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب ہوش میں آ گئی تھی۔ حمید کو دیکھ کر اور آہستہ سے بولی۔ "وہ گھر کا ایک ملازم ہی تھا بابا۔ میں نے ابھی یہ بات کسی کو نہیں بتائی

"میں نہیں سمجھا۔"

"سر شمشاد سو رہے تھے، میں کمرے ہی میں تھی۔ اچانک میں نے کسی عورت کی سنیں اور ٹھیک اسی وقت وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ جس میری طرف کر دیا گیا میں نے ہاتھ اٹھا دیئے لیکن یک بیک اس پستول سے ہلکا سا غبار میرے چہرے پر پڑا..... اور..... بابا..... میں کیا بتاؤں کہ میں کتنی جلدی بے ہوش ہو گئی سوچنے سمجھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ہاتھ پیر ہلانا تو بڑی بات تھی۔"

"کسی دن تم اسی طرح مر جاؤ گی۔"

"مرنا تو ایک دن سبھی کو ہے لیکن میں تمہاری طرح نہیں مرنا چاہتی۔"

"کرنل نے تمہیں کیا ہدایت دی تھی۔"

"کچھ بھی نہیں..... بس اتنا ہی کہا تھا کہ مجھے سر شمشاد کی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔"

"اور کچھ.....!"

"اور کچھ بھی نہیں۔ مگر اب مجھے کیا کرنا ہے۔ سر شمشاد تو گئے۔"

"اب تم چپ چاپ گھر واپس جاؤ۔" حمید نے خواہ مخواہ غصیلے لہجے میں کہا اور نیلم اُسے ورنے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" اس نے کہا۔

"مجھے خاموش ہو گیا ہے۔"

"موڈ بہت خراب ہے؟"

"ہونا ہی چاہئے۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ مجھے ان لغویات سے کیا سروکار۔ میں تم سے کہا تھا کہ یہاں سے جاؤ۔"

"انکل کی اجازت حاصل کئے بغیر میں یہاں سے ہلوں گی بھی نہیں۔"

حمید جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لیڈی شمشاد کمرے میں داخل ہوئی۔

"فریدی کہاں ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"مجھے علم نہیں ہے۔ میں نے دوپہر سے انہیں نہیں دیکھا۔ ویسے یہاں کے لئے انہوں اپنے کئی آدمیوں کو ہدایات دی تھی۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے۔" لیڈی شمشاد نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"وہ دراصل اس عورت کی چیخوں نے کھیل بگاڑ دیا ورنہ سر شمشاد یہیں ہوتے۔ انہیں اغوا نے والوں کو شاید علم ہو گیا تھا کہ پولیس ان کی تاک میں ہے لہٰذا انہوں نے یہ چال چلی۔ ت کی چیخیں سن کر ہمارے آدمی ادھر متوجہ ہو گئے اور ان کی بن آئی۔"

"پولیس کا کام ہی دھوکے کھانا ہے۔" لیڈی شمشاد نے تلخ لہجے میں کہا۔

حمید نے اس کا جواب نہیں دیا لیکن اس کی آنکھوں سے درشتی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"کیا میں آپ کے ملازمین کو چیک کرسکتا ہوں۔" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"جو دل چاہے کرو۔" لیڈی شمشاد نے کہا اور نڈھال سی ہو کر ایک کرسی میں گر گئی۔

حمید نے کچھ دیر بعد ملازموں کو اکٹھا کیا۔ ان کی مجموعی تعداد بارہ تھی۔ لیکن انہیں لوٗ کی زبانوں سے کسی تیرھویں کا بھی علم ہوا۔ لیکن وہ اس وقت عمارت میں موجود نہیں تھا سر شمشاد کا باڈی گارڈ تھا اور ہر وقت مسلح رہتا تھا۔

اس اطلاع پر حمید کو ایک بار پھر لیڈی شمشاد سے گفتگو کرنی پڑی جسے وہ معمولی حا میں نظر انداز ہی کرنے کی کوشش کرتا۔

"میرے خدا۔" لیڈی شمشاد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "وہ..... باڈی گارڈ..... یعنی کہ وہ

"اس کے متعلق آپ مجھے کیا بتا سکیں گی۔"

"میں نے دراصل اس کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہاں۔ جب دوسری بار ا پشت پر "تم اُلو ہو" لکھا دیکھا گیا تھا تو اس کے بعد ہی انہوں نے ایک ریٹائرڈ فوجی کو بہ باڈی گارڈ رکھ لیا تھا۔"

"وہ کہاں رہتا تھا۔"

"میں نے اس کے متعلق تفصیل نہیں معلوم کی تھی۔ مجھے تو دراصل ہر وقت یہی فکر جاتی تھی کہ وہ خوفزدہ کیوں رہتے ہیں۔"

"تو آپ اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکیں گی کہ اس کی ملازمت تھوڑے ہی دنوں کی

"میں اس سے زیادہ جانتی ہی نہیں۔"

اس کے بعد حمید نے دوسرے ملازموں سے بھی اس باڈی گارڈ کے متعلق پوچھ لیکن وہ اس سے زیادہ نہ بتا سکے کہ سر شمشاد اُسے آفندی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

واپسی سے قبل اس نے ایک بار پھر نیلم کو ساتھ چلنے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس ۔ کر دیا۔ مجبوراً اُس نے امر سنگھ اور سرجنٹ رمیش کو وہیں چھوڑ دیا تا کہ وہ نیلم کی حفاظت کر

کار وہاں نہیں ملی۔ شاید فریدی ہی اُسے لے گیا تھا۔ اس وقت ان اطراف میں ٹیکسی کا ا بھی مشکل ہی تھا۔ ویسے اگر حمید چاہتا تو سر شمشاد ہی کی گاڑی اُسے گھر چھوڑ آتی لیکن ن نے اسے پسند نہیں کیا۔

کچھ دور پیدل چلنے کے بعد بالآخر ایک موٹر رکشہ مل ہی گیا اور اس طرح وہ گھر تک پہنچ ا۔ راستے بھر وہ کوشش کرتا آیا تھا کہ اس رات کے واقعات کے متعلق کچھ نہ سوچے کیونکہ ان ہر پہلو اس کے ذہن میں سورج کی طرح روشن ہو چکا تھا۔

پھاٹک پر پہنچتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمپاؤنڈ میں بھونچال سا آ گیا ہو۔ کمپاؤنڈ ریک تھی اس لئے اسے ٹارچ روشنی کرنی پڑی۔

درجنوں کتے کمپاؤنڈ میں دوڑتے پھر رہے تھے۔ ٹارچ کی روشنی دیکھ کر انہوں نے سان سر پر اٹھا لیا۔ پھاٹک بند تھا۔ دور برآمدے میں بھی اندھیرا تھا۔

"کون ہے۔" نصیر نے برآمدے سے چیخ کر کہا۔

"پھاٹک کھولو۔" حمید کی جھلاہٹ دو چند ہو گئی۔

نصیر دوڑتا ہوا پھاٹک کی طرف آیا۔ کئی کتے بھی اس کے پیچھے دوڑے تھے۔ پھاٹک کھلا رحمید نے اندر داخل ہو کر نصیر کی گردن پکڑ لی۔

"ابے یہ سب کیا ہے۔ ان خبیثوں کو کیوں کھلا چھوڑا گیا ہے۔"

"ہم نے ایک چور پکڑا ہے جناب۔"

"چلو..... اندر چلو.....!" حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔ کیونکہ کتے اچھل اچھل کر اس سے انقہ کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

برآمدے کا بلب روشن ہو گیا۔ کتے بدستور کمپاؤنڈ میں دوڑتے رہے۔

"صاحب وہ چوروں کی طرح اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم نے اُسے پکڑ لیا۔ ب مرمت کی اور پھر بند کر دیا۔"

"کہاں.....!"

"یہیں اندر! مگر وہ انگریز نکلا۔"

"تت..... تو پھر..... وہ ہوگا صاحب..... یوریشین کیونکہ وہ اردو بھی بول لیتا ہے۔"

"ابے کسی شریف آدمی کو پکڑ کر بند کر رکھا ہے۔" حمید کہتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔

مگر پھر مڑ کر رکا اور نصیر کو گھورتا ہوا بولا۔ "مار پیٹ بھی کی تھی۔"

"دل کھول کر مرمت کردی ہے صاحب۔" نصیر نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر وہ میرا یا کرنل کا کوئی دوست ہوا تو.....!" حمید آنکھیں نکال کر غرایا۔

"ہوا کرے..... ہم کیا کریں۔ جو کوئی بھی پھاٹک کھلوانے کی بجائے پھاٹک پر چڑھ ا اندر آنے کی کوشش کرے گا..... وہ.....!"

"بکو مت..... مختصر بتاؤ۔"

"وہ پھاٹک پر چڑھ کر کمپاؤنڈ میں کودا تھا۔ بس اُسے بند کرکے ہم نے سارے کتے کھول دیئے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا۔"

"کہے گا کیا۔ بات کرنے کی مہلت ہی نہیں دی گئی تھی۔ مگر ہم نے اُس کا خیال رکھا کہ وہ کسی کو چوٹیں دکھا کر فریاد نہ کر سکے۔"

"چل بے بڑا..... قانون بگھارنے چلا ہے۔" حمید نے اس کی گردن پکڑ کر دھکیلا ا اُسے اسی طرح اس کمرے کے سامنے لایا جہاں ملازمین نے کسی کو بند کر رکھا تھا۔

دروازے کے شیشے روشن تھے۔ حمید نے دروازہ کھولنے سے پہلے شیشوں سے اندر ڈالی اور ایک طویل سانس کی اس کے پھیپھڑوں سے آواز آئی۔

اندر جمی کارٹر موجود تھا۔

وہی چھپکلی

اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر جا بجا خراشیں تھیں۔ شائد ملازمین نے ا طرح اس کی خبر لی تھی۔

جیسے ہی حمید نے دروازہ کھولا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ..... کیپٹن میرے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں پناہ لینے آیا تھا۔" اس نے کہا۔

"تم پناہ لینے کے لئے چوروں کی طرح آئے تھے۔"

"اگر کھلے عام آسکتا تو پناہ لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیپٹن..... میں خطرے میں ہوں رٹونی ہی کی طرح قتل کیا جا سکتا ہوں۔"

"غالباً اس ایک جملے کی وضاحت کے سلسلے میں تم کوئی لمبی چوڑی کہانی چھیڑ دو گے، مگر ں اس وقت کہانی سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ اس لئے آرام کرو۔"

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں کسی قسم کا فراڈ نہیں کر رہا ہوں۔ آپ میری ری بات سن لیجئے پھر آپ کو اختیار ہے جیسی رائے دل چاہے قائم کیجئے۔ رہا ٹونی کے قتل کا عاملہ تو اس سلسلے میں بھی مجھے چیک کر لیجئے۔ ویسے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قتل کا لق میری ہی ذات سے ہے۔"

"تم نشے میں تو نہیں ہو۔" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"نہیں..... قطعی نہیں..... میں ہوش میں ہوں کیپٹن۔ لیکن میری داستان سن کر شاید آپ ھے پاگل ہی تسلیم کر لیں۔"

"میں تمہیں پاگل نہیں تسلیم کرنا چاہتا اس لئے کرنل کی واپسی تک تمہیں اس کمرے میں ر رہنا پڑے گا۔"

"میں یہاں بہرحال محفوظ ہوں۔" جمی کارٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

حمید کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک وہ غصیلی آواز میں بولا۔ "تو آج حقیقتاً ا نے ہی فون پر گفتگو کی تھی۔"

"جی ہاں اور میں آپ کو اپنے متعلق بہت کچھ بتانا چاہتا تھا۔ لیکن اب میری زبان بند ہے گی۔ آپ شوق سے مجھے عدالت میں حاضر کر سکتے ہیں۔"

"کس الزام میں۔" حمید نے اُسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جس الزام میں آپ کا دل چاہے۔ قتل مجھ پر ثابت نہیں ہو سکے گا۔ اس کے علاوہ جرم میں بھی ماخوذ ہوا قید ہی ہوگی اور اب صرف قید ہی میری حفاظت کا ذریعہ ہو سکتی ہے، وہ لوگ مجھے بھی قتل کر دیں گے۔ ضروری نہیں ہے کہ تقدیر ہر بار ساتھ دے جائے۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ حمید بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے آہستہ کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

اور پھر وہ خود بھی بیٹھ گیا اور بولا۔ "ہاں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

جمی کارٹر نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ حمید بہت غور سے سنتا رہا لیکن اس کی آنکھ سے بے اعتباری مترشح تھی۔

تقریباً بیس منٹ بعد جمی کارٹر خاموش ہوا اور حمید ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "دل کے لحاظ سے یہ کہانی خاصی رہے گی۔ تم اُسے لکھ ڈالو تو بہتر ہے۔"

"میں جانتا تھا۔" جمی کارٹر کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"مگر اس کہانی کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔" حمید نے کہا۔

"مقصد ہی اگر سمجھ میں آ گیا ہوتا تو یہ کہانی آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکتی کیپٹن۔ کیونکہ پولیس والوں کے سائے سے بھی دور بھاگتا ہوں۔"

"وہ لڑکی تمہیں پہلی بار کہاں ملی تھی۔"

"سوئمنگ کلب میں۔"

"اور تم خود ہی اس کی طرف کھنچتے چلے گئے تھے۔"

"جی ہاں۔"

"اور تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ ایک رات تم اسی کے لئے ہیویشام لاج میں چور دل طرح داخل ہوئے تھے۔"

"مجھے اعتراف ہے۔ لیکن چونکہ ہیویشام لاج والے اسے پولیس کے علم میں نہیں لا

س لئے کم از کم اس جرم کی سزا مجھے نہیں بھگتنی پڑے گی۔"

"سزا تو جرم کے ارتکاب کے بغیر ہی بھگتائی جا سکتی ہے۔ لہٰذا مجھے قانون پڑھانے کی کوشش نہ کرو۔"

"میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ اب میری زبان بند رہے گی۔"

"مگر میں نے زبردستی تمہاری کہانی سن لی۔" حمید طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"میں پھر کہتا ہوں ہیویشام لاج کے گرد حصار قائم کیجئے۔"

"اگر تمہاری کہانی صحیح ہے تو اب وہاں کیا ملے گا۔"

"ہیویشام لاج نہ سہی۔ اسکے علاوہ بھی ایک اور عمارت میری نظروں میں ہے کیونکہ اس ر وہ لڑکی گریشی اس عمارت میں گئی تھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب گریشی سے اچھی طرح جان پہچان بھی نہیں تھی۔"

"وہ کون سی عمارت ہے۔"

"ثروت منزل۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ لوگ اب بھی ثروت منزل میں مل جائیں گے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہیں ملیں۔ اگر وہ مجھے مار ڈالنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو شاید انہیں ہیویشام لاج چھوڑ دینے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔"

"میں اتنی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ تم نے اپنی محبوبہ کٹی کا تذکرہ ایک بار بھی نہیں کیا۔"

جمی کارٹر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی اور پھر وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "مجھے علم ہو چکا ہے کٹی زندہ ہے۔"

"وہ کہاں ہے۔"

"اپنے گھر میں۔" جمی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آج سے پہلے مجھے علم نہیں تھا کہ وہ کرنل اسمتھ کی بیوی بھی ہے۔ آپ کے کہنے پر میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعہ اس کی تصدیق کی۔ کٹی بہت چالاک ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے کوئی لمبا بزنس کیا ہو۔"

"عنقریب تم لوگوں کے بزنس منظرِ عام پر آ جائیں گے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر
پھر وہ اُٹھ گیا۔ جمی کارٹر بھی اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے وہ اب تک دیواروں
گفتگو کرتا رہا ہو۔

حمید اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ لیکن کارٹر کی کہانی اس کے ذہن میں کروٹیں
رہی تھی۔ اس نے کپڑے اُتار کر شب خوابی کا لباس پہن لیا اور مسہری کی طرف بڑھ ہی
کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو.....!" وہ ریسیور اٹھا کر تند سی آواز میں دہاڑا۔

"حمید.....!" دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ "مجھے یقین تھا کہ تم واپس
ہو گے۔"

"واپسی سے فائدہ ہی کیا۔ ظاہر ہے کہ سو نہ سکوں گا۔"

"زندگی میں بعض ایسی حسین راتیں بھی آتی ہیں جب سونے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

"آپ اس کال کا مقصد بیان کیجئے۔ میں اس سے بھی بہتر شاعری کر سکتا ہوں۔"

"مقصد یہ ہے کہ جمی کارٹر کو تلاش کرو۔"

"کیوں.....؟"

"بعض مشتبہ آدمیوں کو بھی اس کی تلاش ہے۔"

حمید نے مسکرا کر پلکیں جھپکائیں اور آہستہ سے بولا۔ "میں اُسے تلاش کہاں کروں"

"کٹی گھر پر موجود ہے۔ مجھے بھی اطلاع ملی ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔ ہو
اُسے جمی کے متعلق علم ہو۔"

"اچھا میں معلوم کروں گا۔"

"اتنی لاپروائی سے نہ کہو۔ یہ رات بہت اہم ہے۔"

"ارے تو کیا اسی وقت۔"

"ہاں..... ابھی اور اسی وقت۔ غفلت نقصان دہ ثابت ہوگی۔"

"آج..... اچھا!" حمید نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

پرانی چھپکلی آہستہ آہستہ اس کے سر پر رینگ رہی تھی۔ اس لئے آئی عقل خبط ہو گئی۔ خود حمید کو اس کا اعتراف تھا کہ وہ چھپکلی ہمیشہ اسکے لئے پریشانی ہی کا باعث بنتی رہی ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہی چھپکلی پھر اس کے سر پر سوار ہو گئی۔

ایسے مواقع پر وہ یہ تو قطعی بھول جاتا تھا کہ وہ ساجد حمید ہے بس اس کے ذہن میں فریدی کا تصور ابھرتا اور غیر شعوری طور پر اس کی شخصیت پر حاوی ہو جاتا اور ذہن کے ڈھکے چھپے گوشوں میں یہ خواہش بچوں کی طرح مچلنے لگتی کہ وہ کسی طرح کرنل فریدی کو بھی متحیر کر دے۔ اس سے بھی آگے بڑھ جائے۔

اب اُسے یقین آ گیا تھا کہ جمی کارٹر کی کہانی محض بکواس نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک بار پھر اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں جمی کارٹر مقید تھا۔ مگر اس کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ اب اس سے نرمی سے پیش آئے گا۔ وہ اب بھی دھونس دھڑے ہی سے کام نکالنا چاہتا تھا۔

جمی کارٹر اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہام..... تم نے پھر دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔" وہ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"تم نے خود ہی کٹی سے فون پر گفتگو کی تھی۔"

"وہ..... دو..... دیکھئے..... بب..... بات.....!" جمی ہکلا کر رہ گیا۔

"بولو..... بولو..... کوئی دوسرا جھوٹ۔ بولو۔"

جمی کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ میں نے یہ بات غلط ہی کہی تھی۔"

"پھر.....!"

"آپ دیکھئے کہ میں کن دشواریوں سے دوچار ہوں۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نادانستگی میں گردن تک کسی دلدل میں غرق ہو گیا ہوں۔ مجھے آپ کی زبانی یہ سن کر بڑی حیرت

ہوئی تھی کہ کٹی کسی کرنل اسمتھ کی بیوی ہے۔ اب یہاں اس شہر میں صرف ایک ہی کرنل ہے۔ میں نے یونہی امتحاناً فون پر اس کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے کوئی ب جواب میں میں نے کٹی پرکنس کا نام لیا۔ اس نے کہا کہ میں ہولڈ آن کروں۔ بس تھوڑی بعد میں کٹی سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ اگر وہ مجھ سے کرنل اسمتھ کی بیوی ہونے کا کردیتی تو میں اس سے دور بھاگتا کیونکہ کرنل اسمتھ سے شہر کے سارے بُرے آدمی ڈرتے ہیں

”کیا تم بھی کرنل اسمتھ سے ڈرتے ہو۔“

”ہرگز نہیں کیپٹن۔ میں اس خبیث نقاب پوش کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ و کو بے بس کر دیتا ہے۔“

”لیکن تم نے کٹی کے معاملے میں جھوٹ کیوں بولا تھا۔ تم نے پہلے ہی یہ کیوں نہ تم نے اس سے فون پر گفتگو کی تھی۔“

”اوہ..... کیپٹن..... خدارا میری دشواریوں کو نظر انداز کیجئے۔ پہلے میں آپ سے تھا کہ میں کٹی کو کرنل اسمتھ کی بیوی کی حیثیت سے نہیں جانتا اور یہ حقیقت بھی تھی۔ اگ آپ سے یہ کہہ دیتا کہ میں نے بذات خود کٹی سے فون پر گفتگو کی تھی تو آپ مجھے جھوٹا سمج پھر میں آپ کو یقین نہ دلا سکتا کہ نقاب پوش والی کہانی بھی حقیقت ہی پر مبنی ہے۔“

”وہ تمہیں بے حد چاہتی ہے۔“

”اب میں اس کے دل کا حال کیا جانوں۔ زبان سے تو یہی کہتی ہے۔“

حمید چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم نے ہیوشام لاج کے علاوہ بھی کسی عمارت کا نام لیا

”جی ہاں۔ ثروت منزل۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی انہیں بدمعاشوں کا اڈہ ہے۔“

”اور اگر یہ بات بھی غلط نکلی؟“ حمید نے آنکھیں نکال کر کہا۔

”دیکھئے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ محض شبہ ہے اور شبہے کی وجہ کا تذکر کر چکا ہوں۔ میں نے گریشی کو اکثر اس عمارت میں بھی دیکھا ہے۔ پہلے میں سمجھا تھا کہ ا قیام وہیں ہے لیکن بعد میں چھان بین کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اس کا مستقل قیام ہ

لاج میں ہے اور یہی بات صحیح بھی تھی۔“

”میں تمہیں ثروت منزل تک اپنے ساتھ لے چلنا چاہتا ہوں۔“

”میں آپ کے ساتھ مرجانا بھی پسند کروں گا۔“ جمی خوش ہو کر بولا۔

”لیکن تنہا چوروں کی طرح چھپتے پھر رہے ہو۔“

”تنہا میں مارلیا جاؤں گا کیپٹن۔ لیکن کچھ کر کے مرنے کا غم مجھے قطعی نہیں ہوگا۔ میں اس سؤر کے بچے کی شکل دیکھنا چاہتا ہوں، جو میری ہی زبان سے میرے والدین کو گالیاں دلواتا رہا ہے۔ میں اس کی بوٹیاں نوچنا چاہتا ہوں۔“

”اچھا تو آؤ..... لیکن اگر تم نے دھوکہ دیا تو پھر مجھے جانتے ہی ہو۔ معافی مانگنے کے لئے تم زندہ نہیں رہو گے۔“

”جہاں بھی دھوکے کا شبہ ہو بے دریغ مجھے گولی مار دیجئے گا۔“

حمید اُسے تجربہ گاہ میں لایا اور تھوڑی ہی دیر بعد جمی کارٹر ادھیڑ نظر آنے لگا۔ اس کے چہرے پر گھنی اور بھورے رنگ کی ڈاڑھی تھی۔ اس کا لباس بھی تبدیل کرا دیا گیا۔ اس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور مسکرا کر بولا۔ ”میں تو اب کوئی شریف آدمی معلوم ہونے لگا ہوں۔“

”ہاں.....!“ حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ ”میں شریف بناتا ہوں مگر خود اتنا شریف نہیں ہوں۔ اسے بھی یاد رکھنا۔“

”کیپٹن آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔ بہت زیادہ بُرے آدمی سب کیلئے بُرے نہیں ہوتے۔“

اسکے بعد وہ نیچے آئے۔ حمید نے سارے کتے بند کرا دیئے تھے۔ گیراج سے اس نے وہ کار نکلوائی جو شاذ و نادر ہی استعمال کی جاتی تھی اور آئے دن جس کا رنگ بھی تبدیل ہوتا رہتا تھا۔

کار سڑک پر نکل آئی۔ حمید ڈرائیو کر رہا تھا اور جمی اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

روانگی سے قبل اس نے نصیر کو ہدایت دی تھی کہ اگر فریدی کی کال آئے تو اس کے متعلق صرف اتنا ہی بتایا جائے۔ وہ گھر پر موجود نہیں ہے۔

پتہ نہیں اس کی اسکیم کیا تھی۔ اس نے اپنے مخصوص ماتحتوں کو بھی فون پر کسی قسم کی ہدایات

نہیں دی تھیں۔

کچھ دیر بعد جمی نے پوچھا۔ ''اسکیم کیا ہے کیپٹن؟''

''کچھ بھی نہیں۔ فی الحال میں یہ دیکھوں گا کہ ثروت منزل کس قسم کی عمارت ہے۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ کیوں نہ ہم ہیویشام لاج کو بھی دیکھ لیں۔ میرا خیال ہے کہ پہلے وہیں چلو۔''

''مجھے توقع نہیں ہے کہ اب وہ لوگ وہاں موجود ہوں مگر کیپٹن آپ نے میک اپ نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ لوگ آپ کو پہچانتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اچانک مجھے موت کے گھاٹ اتار دینے کی کوشش کیوں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ آپ کو کٹی اور ٹونی کے ساتھ نہ دیکھتے تو حالات کی یہ شکل نہ ہوتی جو اس وقت ہے۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو کہ میں میک اپ میں ہوں یا نہیں ہوں۔''

جمی کارٹر خاموش ہوگیا اور کار شہر کی سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی۔

کچھ دیر بعد حمید نے کہا۔ ''وہ لڑکی گریشی تو بہت حسین ہے۔''

''ناگن.....!'' جمی کارٹر کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔ ''اُس نے مجھے بھی بتایا تھا کہ میری ہی طرح وہ بھی اس خبیث کے چنگل میں آ پھنسی تھی اور اب اس سے نکل نہیں سکتی۔ لیکن وہ فراڈ تھی۔ اس نے مجھے اُلو بنایا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میرے کار سے کود جانے پر انہیں ہوشیار کیوں کر دیتی۔ مجھے خوبصورت لڑکیوں سے بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں۔ یہ سب ڈائنیں ہوتی ہیں۔''

''ہوں..... مگر میں اس وقت خوبصورت لڑکیوں کو موضوع گفتگو نہیں بنانا چاہتا۔ فی الحال میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری داستان میں جھوٹ کس حد تک شامل ہے۔''

''اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا۔'' جمی کارٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کم از کم سوئیوں والا واقعہ تو غپ ہی ہوگا۔''

''کاش آپ اس وقت وہاں موجود ہوتے جب وہ سوئیاں میرے جسم سے نکالی تھیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ سوئیاں کہاں سے آئی تھیں وہ کس طرح پھینکی گئی تھیں۔ کتنی دو

سے پھینکی گئی تھی۔ میں کیا بتاؤں۔ یہ حالات ہی ایسے ہیں کہ کسی کو یقین نہیں آسکتا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ خود اسے ایک بار ایسی ایک سوئی کا تجربہ ہو چکا تھا۔[1] اس لئے یقین نہ کر لینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ ایسی سوئیاں کسی بے آواز پریشر مشین ہی سے پھینکی جاسکتی تھیں اور ایسی چھوٹی چھوٹی پریشر مشینیں بھی اس کی نظروں سے گزری تھیں جنہیں بہ آسانی جیب میں رکھا جاسکتا تھا۔

''یہ آپ کدھر چل رہے ہیں۔'' دفعتاً جمی کارٹر نے پوچھا۔

''ہیویشام لاج۔ میرا خیال ہے کہ عمارت بالکل ہی خالی نہ ہوئی ہوگی۔ وہاں ایسے آدمی ضرور موجود ہوں گے جن کے خلاف کچھ نہ کچھ ثابت کیا جاسکے۔''

''چلئے..... وہیں چلئے..... لیکن کیا ہم دونوں تنہا ہیں۔''

''ایسے احمقانہ خیال سے بچتے ہی رہنا۔ میں نے اپنے آدمی پہلے ہی ہیویشام لاج کے گرد پھیلا دیئے ہیں۔ روانگی کے وقت میں نے انہیں فون پر اطلاع دی تھی۔'' حمید نے بہت صفائی سے جھوٹ بولا۔

بات دراصل یہ تھی کہ وہ اب بھی جمی کارٹر کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔

پھر آخر اس سے یہ حماقت کیوں سرزد ہوئی تھی؟ وہی چھپکلی۔ فریدی کو بھی متحیر کر دینے کا خبط۔ وہ ایسے مواقع پر یہ بھول جاتا تھا کہ فریدی زندگی کے بہتیرے پہلوؤں پر خود اس کی نظر بھی نہیں ہے۔ اسی غلط روی نے اکثر پہلے بھی حمید کو خطرات سے دوچار کیا تھا۔ لیکن وہ اس چھپکلی سے مجبور تھا۔ کیونکہ یہ اچانک ہی اس کے سر پر سوار ہوتی اور پھر کیا مجال کہ مکمل حجامت کئے بغیر اُتر جائے۔ وہ بیچارا تو اس کے ہاتھوں مجبور محض تھا۔

کار ہیویشام لاج سے کافی فاصلے پر چھوڑی گئی اور وہ پیدل ہی عمارت کی طرف چل پڑے۔

''تم کس طرف سے چوروں کی طرح عمارت میں داخل ہوئے تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''عمارت کے پچھلے حصے میں ایک مختصر سا صحن بھی ہے اور عقبی دیوار اتنی نیچی ہے کہ بہ آسانی دوسری طرف اترا جاسکتا ہے۔ مگر آپ کیوں یہ پوچھ رہے ہیں اُدہ ہو.....!''

---

[1] اس داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول ''شیطان کی محبوبہ'' جلد نمبر 20 ملاحظہ فرمائیے۔

کارٹر یک بیک رُک گیا۔ وہ عمارت کے سامنے پہنچ چکے تھے۔

"میرے خدا" جمی کارٹر خوفزدہ آواز میں بولا۔ "کیا وہ اب بھی اسی عمارت میں موجود ہے"

"کیوں.....؟"

"پوری عمارت میں صرف ایک کھڑکی کے شیشے روشن نظر آرہے ہیں اور یہ کھڑکی کمرے کی ہے۔"

"ممکن ہے وہ موجود ہی ہو اور وہ بھاگنے ہی کیوں لگا جب کہ تم اُسے شناخت ہی نہ کر سکو گے۔ اگر وہ نقاب اتار کر ہزار بار بھی تمہارے سامنے آئے تو تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔"

"مگر دوسرے لوگوں کو تو میں پہچان ہی سکتا ہوں۔ گریشی کیسے چھپے گی۔"

"بس وہی لوگ ہٹا دیئے گئے ہوں گے جنہیں تم شناخت کر سکو۔"

"جی ہاں..... یہ بھی ممکن ہے۔ مگر ہم یہاں کیا کریں گے۔"

"آج پھر چوروں کی طرح اس عمارت میں داخل ہونا ہے۔"

"دیکھئے۔ یہ بہت خطرناک ہوگا کیپٹن۔"

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔ تمہاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔"

"میں تنہا تو کبھی نہ جاؤں گا۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ تم تنہا جاؤ۔ میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"مگر اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔" کارٹر بولا۔ "آپ کے ساتھ قانون کی طاقت ہے۔"

"اسے میں گھر چھوڑ آیا ہوں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "اگر تم میرے کہنے مطابق عمل نہیں کرو گے تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔"

"چلئے صاحب۔" جمی کارٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن اگر آپ کسی مشکل پڑ جائیں تو مجھے الزام نہ دیجئے گا۔ اگر وہ سانپ یہاں رہ بھی گیا ہے تو اس میں بھی اس کی نہ کوئی چال ضرور ہے۔ ارے وہ بہت چالاک ہے۔ سچ مچ کوئی خبیث روح اس کے جسم حلول کر گئی ہے۔ میں اسے آدمی تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں ہوں۔"

"چلو..... باتیں نہ بناؤ۔" حمید نے اُسے دھکا دیا۔

وہ عمارت کی پشت پر آئے اور حمید نے آہستہ سے کہا۔ "دیوار تو بہت نیچی ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں کارٹر عقبی دروازے میں جڑی ہوئی پڑیوں پر پیر رکھ کر اوپر چڑھ رہا تھا۔ دیوار پر پہنچ کر حمید کو راستہ دینے کے لئے وہ ایک طرف ہو گیا ویسے وہ دیوار پر سینے کے بل لیٹا ہوا تھا۔

حمید بھی اوپر پہنچا۔ نیچے صحن تاریک پڑا تھا۔

"میرا خیال ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "اگر ہم دیوار پکڑ کر لٹک جائیں تو ہمارے پیر فرش سے زیادہ سے زیادہ دو فٹ کی اونچائی پر ہوں گے۔"

"جی ہاں..... میرا بھی یہی اندازہ ہے۔" کارٹر نے جواب دیا۔

پھر وہ دونوں دیوار پر ہاتھ جمائے ہوئے دوسری طرف لٹک گئے اور انہوں نے ایک ساتھ ہی دیوار ہاتھوں سے چھوڑی۔ لیکن غیر متوقع طور پر ان کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکلیں۔ ان دونوں کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے لیکن پیر زمین سے نہیں لگے۔

حمید نے محسوس کیا وہ ایک مضبوط قسم کا جال تھا جس میں پڑے ہوئے وہ جھولا جھول رہے تھے۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" جمی کارٹر بڑبڑایا۔

"تم نے دھوکہ دیا۔" حمید غرایا۔

"بیکار بات نہ کیجئے۔" کارٹر کی آواز غصیلی تھی۔ "میں نے پہلے ہی آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیا، کہہ دیا تھا کہ اس طرح عمارت میں داخل ہونا مناسب نہ ہوگا۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور کسی لمحے بھی ریوالور نکال کر کارٹر کے سینے پر رکھ سکتا تھا۔

"تو کیا اس طرح اب ہم پڑے رہیں گے۔" کارٹر نے کچھ دیر بعد کہا۔

"ٹھہرو۔" حمید نے بائیں ہاتھ سے ٹارچ نکالتے ہوئے کہا۔

پھر ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ اگر وہ اس جال کو کاٹ بھی دیتے تو ا
گہرے گڑھے میں جا پڑتے کہ اس سے بھی نکلنا مشکل ہی ہوتا۔ اگر وہ اس جال میں کھڑ
ہو جاتے تو ان کا اوپر پہنچنا بھی محال تھا کیونکہ ان کے ہاتھ فرش کی سطح تک پہنچ ہی نہ سکتے۔

"یہ بہت بُرا ہوا کیپٹن۔ اب اپنے آدمیوں کو بلایئے جو عمارت کے گرد پھیلے ہوئے ہیں

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جمی کارٹر نے یقینی طور پر دھوکہ دیا ہے۔ ہوسکتا ہے
فریدی نے اس سلسلے میں دھوکا کھایا ہو۔ وہ لوگ اس سے واقف ہوں کہ فریدی ان کے تعا
میں ہے اور انہوں نے حمید کو بھی پھانس لینے کے لئے جال بچھایا ہو۔ اس سے پہلے بھی ا
مجرموں نے دونوں کو ساتھ ہی قابو میں کر لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اب کیا ہوسکتا ہے۔ حما
تو سرزد ہو ہی چکی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کارٹر کی گردن دبوچ لے لیکن پھر اسے صبر ک
پڑا۔ کیونکہ وہ اب بغیر سوچے سمجھے کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب چھپکلی تو سر سے اُتر ہی چکی تھی اور وہ خود پر لعنت بھیج رہا تھا۔

دفعتاً اس نے جال میں حرکت محسوس کی وہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ اس نے ٹارچ نہیں
کی۔ وہ سوچ رہا تھا ہوسکتا ہے اب رہائی کی کوئی صورت نکل آئے۔ پتہ نہیں وہ کتنی بلندی
اٹھ آئے تھے۔ ان کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اچانک کوئی سخت سی چیز حمید
پر پڑی اور وہ چکرا گیا اور دوسری چوٹ پر تو اس کی چیخ ہی نکل گئی۔ لیکن وہ تنہا نہیں چیخ
کارٹر کی چیخ بھی بڑی بھیانک تھی۔ پھر اُسے یاد نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

مگر دوسری بار آنکھ کھلنے پر تاریکی رفع ہو چکی تھی اور کارٹر بھی اس کے قریب ہی
تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر اب وہ ڈاڑھی نہیں تھی جس پر حمید نے رات کافی محنت کی تھی۔

ٹکراؤ

"شاید یہ دوسرا دن ہے کیپٹن۔" کارٹر نے کہا۔ "مگر یہ کمرہ ہیوشام لاج کا تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ پوری عمارت میری دیکھی ہوئی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُسے اپنی غیر ذمہ دارانہ حرکت پر بے حد افسوس تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی زبردست غلطی تو اس سے پہلے کبھی نہیں سرزد ہوئی۔ پھر کیا وہ اس کی زندگی کی آخری غلطی تھی۔ وہ اپنی اس چھپکلی کے متعلق سوچنے لگا۔ جو اکثر اس کے سر پر سوار ہو جایا کرتی تھی۔ مگر وہ اتنا احمق بھی نہیں تھا۔ آخر اسے پچھلی رات ہو کیا گیا تھا۔ بس وہ ایک طرح کا جنون ہی تھا جو اُسے ہیوشام لاج تک لے گیا تھا۔ موت تو بس اسی طرح آتی ہے۔ لوگ بہت ہی معمولی بات پر ایک دوسرے کو چھرا مار دیتے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتے کہ اتنی ذرا سی بات کی قیمت دو زندگیاں نہیں ہوسکتیں۔ ایک اتنی ہی ذرا سی بات پر چھرے کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا قتل کے الزام میں پھانسی پا جاتا ہے۔ تقدیر..... ستارے..... تو گویا خود اس کے ستارے بھی اسے گھیر گھار کر موت کی طرف لے جا رہے تھے۔

"اونہہ.....!" اس نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور کارٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

کارٹر کے چہرے پر زردی دوڑ گئی اور ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا ہو۔

"پرواہ مت کر جمی کارٹر۔" حمید زبردستی ہنس کر بولا۔ "دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔"

جمی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک اپاہجوں کی کرسی کمرے میں داخل ہوئی۔ کرسی پر سر شمشاد آیا۔ وہ خود ہی اس کے پہیئے گھما رہا تھا اور اس کے چہرے پر بھی مردنی چھائی ہوئی تھی۔

کرسی رک گئی اور سر شمشاد نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم لوگوں سے کس نے کہا تھا کہ اس معاملے میں کود پڑو۔"

"آپ کی زوجہ محترمہ نے۔" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اُسے بھی سزا ملے گی اور تمہیں بھی۔" سر شمشاد نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔" ہو جائے گی اور تم مار ڈالے جاؤ گے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ میرے مرنے سے وہ کس طرح بیوہ ہو جائیں گی۔"

"خاموش رہو۔ میرے خدا..... میری موت کی ذمہ داری تمہیں لوگوں پر ہوگی، ا ٹو یوڈا ہے۔ ٹو یوڈا۔ جسے یورپ کی پولیس بھی نظر انداز کرتی ہے۔"

"ٹو یوڈا.....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ ٹو یوڈا ہے۔"

"وہ ٹو یوڈا ہے۔ اُس نے خود ہی بتایا تھا۔ پہلے وہ مجھے خوفزدہ کر کے صرف کنگال مگر اب جان سے مار دے گا۔ خدا اس عورت کو غارت کرے جو منع کرنے کے باو تمہارے پاس دوڑی گئی تھی۔"

"اُوہ..... تو ٹو یوڈا ہی آپ کو اُلو بنا رہا تھا۔"

"میں اُلو سے بھی بدتر کوئی چیز بن جاتا لیکن اس طرح مرنا پسند نہ کرتا۔ اوہ..... پیر میں کتنی شدید تکلیف ہے۔ محض تم لوگوں کی وجہ سے میری انگلی کاٹی گئی۔ اُف فوہ..... کروں میرے خدا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کی پشت پر جو تحریر ملا کرتی تھی اس کا کیا مقصد تھا۔"

"مقصد! ہاں میں تمہیں مقصد بھی بتاؤں گا۔ شاید میں چھوڑ بھی دیا جاؤں لیکن ت نہیں بچو گے۔ ہرگز نہیں بچو گے۔ تمہارا گروگھنٹال فریدی کہاں ہے۔"

"انہیں شاید ٹو یوڈا نے ختم بھی کر دیا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"ضرور ختم کر دیا ہوگا۔ تم مقصد پوچھ رہے ہو۔ جس دن تحریر نظر آئی تھی اس کے د ہی دن مجھے ایک خط ملا تھا جس میں تحریر تھا کہ ایک لاکھ کے کرنسی نوٹ فلاں مقام پر ا ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ تم کب ختم کئے گئے اور کس کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے تم اُلو ہو والی مہر تمہاری پشت پر لگائی گئی اور تمہیں علم نہ ہو۔

ب اور کہاں لگائی گئی۔ لگانے والا کون ہے۔ خبردار۔ اس کی اطلاع پولیس کو نہ ہونے پائے ورنہ تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ میں ٹو یوڈا ہوں۔ یورپ کی بہترین تربیت یافتہ پولیس بھی مجھ سے کانپتی ہے۔ میں نے اسے مذاق سمجھا تھا لیکن کچھ دن بعد وہی تحریر پھر میری پشت پر دیکھی گئی اور میں نے خوفزدہ ہو کر اس کے بتائے ہوئے مقام پر ایک لاکھ کے کرنسی نوٹ رکھ دیئے۔ پھر تیسرے ہی دن میری پشت پر یہ تحریر نظر آئی کہ تم اُلو نہیں ہو۔ اور میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن اس کے بعد ہی اس نے مجھے لکھا کہ وہ ہر ہفتہ ایک لاکھ روپیہ چاہتا ہے لیکن وہ سال دو سال یہاں قیام نہ کرے گا۔ اس لئے مجموعی رقم دس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگی۔ میں نے اس پر بھی یہ نہیں چاہا کہ اس کی اطلاع پولیس کو ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ٹو یوڈا کس قسم کا آدمی ہے۔ اب اس نے دس لاکھ کے بجائے بیس لاکھ کا مطالبہ کیا ہے۔ میں ادا کروں گا۔ سکھ کی نیند سونے کے لئے میں کنگال بھی ہو سکتا ہوں مگر وہ تمہارے پاس دوڑی گئی اور ٹو یوڈا نے میری انگلی کٹوا دی۔ پھر اس کی طرف سے ایک خط بھی موصول ہوا جس میں تم دونوں کے متعلق تحریر تھا اور مجھے وارننگ دی گئی تھی کہ اگر معاملات اس سے آگے بڑھے تو میرا بھی خاتمہ ہر حال میں کر دیا جائے گا۔"

سر شمشاد خاموش ہو کر اپنا زخمی پیر ٹٹولنے لگا۔

"تو گویا۔" حمید نے کہا۔ "تحریر کا مقصد یہ جتانا تھا کہ جس طرح یہ تحریر آپ کی پشت پر لگائی جا سکتی ہے اسی طرح آپ سے روپے بھی وصول کر لئے جائیں گے۔"

"میں اب کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" سر شمشاد نے کہا اور اپاہجوں والی کرسی کا رخ دروازے کی طرف موڑ دیا۔ حمید پھر خاموش ہو گیا تھا۔ وہ سر شمشاد کی روانگی کا منظر دیکھتا رہا۔ لیکن اس کے چلے جانے کے بعد بھی دروازہ نہیں بند کیا گیا۔ ویسے دو آدمی ہاتھوں میں ٹامی گنیں لئے باہر موجود تھے۔

حمید سر شمشاد کی آمد کا مقصد نہ سمجھ سکا۔ ممکن ہے اُسے ٹو یوڈا ہی نے بھیجا ہو، یہ جتانے کے لئے کہ سابقہ کس آدمی سے ہے۔

"کیپٹن کیا ہم کبھی یہاں سے نکل سکیں گے۔" جمی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر انہوں نے ہماری لاشیں دفن کرنا پسند نہ کیا۔" حمید نے جواب دیا۔

"کیا کرنل آپ کی بھی خبر لیں گے۔"

"کیوں نہیں! میری تو اچھی طرح خبر لیں گے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر کارٹر نے کہا۔ "ٹویوڈا آخر مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ مگر کیا آپ یقین ہے کہ یہ ٹویوڈا ہی ہوگا۔ میں نے اکثر یہ نام سنا ہے۔"

"وہ ٹویوڈا ہی ہے اور کرنل کئی ماہ سے اس کی تلاش میں ہیں۔" حمید نے کہا اور د سروں میں سیٹی بجانے لگا۔ اب وہ بے حد مطمئن تھا۔ اگر یہاں سر شمشاد کو نہ دیکھ لیتا تو اس کے ذہن پر موت کی پرچھائیاں ہی منڈلاتی رہتیں۔ کرنل نے پچھلی رات اس آدمی کا تعاقب کیا جو سر شمشاد کو اس کی کوٹھی سے نکال لے گیا تھا۔ لہٰذا اُسے کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا فریدی اس عمارت کی طرف سے غافل ہوگا جہاں اس وقت سر شمشاد کا قیام ہے۔

ٹھیک ڈیڑھ بجے ان کے لئے کھانا آیا لیکن کھانا لانے والوں کا رویہ نہ دوستانہ تھا اور دشمنوں کا سا تھا۔ ان کے انداز میں بے تعلقی بھی پائی جاتی تھی۔

دن ختم ہوا۔ رات آئی لیکن اس دوران میں کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو غیر معمو ہوتا۔ کارٹر بہت زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگا تھا۔ حمید نے اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

کمرے کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا تھا اور باہر پہرے دار موجود تھے۔ اچانک گیارہ ب دروازہ بند ہوگیا۔ آٹھ بجے انہیں رات کا کھانا بھی ملا تھا۔

"اب سو جاؤ جمی کارٹر۔ مجھے یقین ہے کہ صبح کی چائے ہمیں نصیب نہ ہوگی۔"

"اور اس کی تمام تر ذمہ داری آپ پر ہوگی۔"

"خیر اس کا فیصلہ ہم دوسری دنیا میں بھی کرسکیں گے کہ ہم میں سے کون اس کا ذمہ دار تھا۔"

"آپ اتنے غیر سنجیدہ کیوں ہیں۔" کارٹر نے حیرت سے کہا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں ہم بچ جائیں گے۔"

"بچیں یا نہ بچیں..... سنجیدگی سے کیا فائدہ۔"

کارٹر نے پھر خاموشی اختیار کرلی۔

کچھ ہی دیر بعد حمید نے بھاری قدموں کی آوازیں سنیں اور کسی نے اس کمرے کے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ دونوں پٹ کھل گئے۔ آنے والا فریدی ہی تھا مگر تنہا تھا۔ البتہ قدموں کی آوازیں اب بھی سنی جاسکتی تھیں۔ جو عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے آرہی تھیں۔

حمید اور کارٹر کھڑے ہوگئے۔ فریدی حمید کو گھور رہا تھا۔

"چلو.....!" اس نے خشک لہجے میں کہا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ یہ راہداری سنسان پڑی تھی اور اس کا اختتام ایک دروازے پر ہوا۔

"یہاں سر شمشاد بھی موجود ہے۔" حمید نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"وہ باہر جاچکا ہے۔" فریدی کے لہجے میں خشونت بدستور قائم تھی۔

وہ راہداری کے اختتامی دروازے میں داخل ہوئے۔ اب وہ بڑے کمرے میں تھے۔ فرنیچر سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے ہال ہی کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے سامنے کا دروازہ بند ہوگیا۔ فریدی راہداری والے دروازے کی طرف پلٹا لیکن وہ شائد اسی وقت بہ آہستگی بند ہوگیا تھا جب وہ ہال میں داخل ہوئے تھے۔

جمی نے آگے بڑھ کر اس دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اچھل کر کئی گز دور جاگرا۔

"الیکٹرک شاک۔" وہ چیخا اور اپنے کپڑے نوچنے لگا۔ فریدی جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا۔ پھر ان دونوں نے اس کے جسم سے بجلی کا اثر زائل کرنے کی تدبیریں شروع کردیں۔ اس کے اعصاب اس دھچکے سے زیادہ متاثر نہیں ہوئے تھے اس لئے وہ جلد ہی اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت کمرے میں ایک آواز گونجی "جمی کارٹر..... شروع ہوجاؤ۔"

کارٹر کے ہونٹ کھلے اور جسم اس پوزیشن میں آگیا جیسے وہ شدید قسم کے پتھراؤ سے خود کو بچانا چاہتا ہو۔ پھر وہ چیخنے لگا۔ "میرا نام جمی کارٹر ہے..... میں گدھا ہوں مجھے ایک گدھی نے جنا تھا..... اور..... اور..... مم..... میرا.....!"

"شٹ اپ.....!" فریدی گرجا اور وہ سہم کر خاموش ہوگیا۔

اب کمرے کی فضا میں ایک وحشیانہ سا قہقہہ گونجا اور کسی نے کہا۔ ''کرنل فریدی تمہیں بھی یہی الفاظ دہرانے پڑیں گے اور کیپٹن حمید تم بھی تیار ہو جاؤ۔''

''تمہارا نام ٹویوڈا ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''تم گدھے ہو..... لیکن حیرت ہے کہ تمہیں کتیا نے جنا تھا اور تمہارا باپ گیدڑ تھا۔''

''اچھا..... میں آرہا ہوں۔'' آواز آئی۔ ''تم مطمئن رہو۔ تمہارے وہ سارے آدمی بھی تمہاری ہی طرح چوہے دان میں پھنس گئے ہیں جو اس عمارت میں داخل ہوئے تھے۔''

''یہ سارے دروازے لوہے کے معلوم ہوتے ہیں۔'' جمی کارٹر مردہ سی آواز میں بولا۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک دروازہ کھلا اور ایک سیاہ پوش جس کا چہرہ بھی نقاب میں پوشیدہ تھا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا اور بائیں ہاتھ میں ٹارچ قسم کی کوئی چیز تھی۔

فریدی نے ریوالور نکال لیا لیکن نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔ ''بے کار ہے۔ کرنل میں ٹویوڈا ہوں۔ مجھ جیسے آدمی سے کبھی سابقہ نہ پڑا ہوگا۔ میرے سارے جسم پر بلٹ پروف موجود ہیں۔ تم شوق سے اپنے کارتوس ضائع کرو۔ مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہ ہوگا۔ لیکن ٹھہرو۔''

دوسرے ہی لمحے میں اس کے بائیں ہاتھ والی ٹارچ سے بجلی کی ایک لہر سی نکل کر فریدی کے ریوالور پر پڑی اور ریوالور اچھل کر دور جا گرا۔ فریدی بڑی تیزی سے اپنی ہتھیلیاں رگڑنے لگا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں میں تکلیف کے آثار تھے۔

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور حمید دانت پیستا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا۔ ٹارچ سے پھر ویسی چمک دار لہر نکلی اور حمید زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

''میرا باپ گیدڑ تھا..... کیوں؟'' نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ فریدی اُسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کوئی شکاری کتا اپنے شکار پر جھپٹنے کے لئے تیاری کر رہا ہو اور جمی کارٹر بُری طرح کانپ رہا تھا۔

''تم خاموش کیوں کھڑے ہو کارٹر۔'' نقاب پوش دہاڑا اور ساتھ ہی اس کے چابک نے

بھی سپاٹا بھرا۔ جمی کارٹر نے اس کی زد سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے اُلو اور گدھے والی بکواس شروع کر دی۔ چابک فضا میں چکراتا رہا۔

''تم بھی شروع ہو جاؤ کرنل۔'' ٹویوڈا نے گویا اپنی موت کو دعوت دی اس نے فریدی کی طرف بھی چابک لہرایا تھا۔ فریدی نے اس سے بچنے کے لئے ایک طرف چھلانگ لگائی اور ٹویوڈا ہنس کر بولا۔ ''یہ ایشیا کا سب سے چالاک آدمی ہے..... اور.....!''

فریدی بالکل خاموش تھا لیکن چابک کی طرف سے اتنا لاپرواہ نظر آرہا تھا جیسے اگر وہ اس کے لگ بھی گیا تو وہ اُسے چھیڑ چھاڑ سے زیادہ اہمیت نہ دے گا۔

''تم بھی یہی الفاظ دہراؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ جو تمہارے ساتھی کا ہوا ہے۔''

دفعتاً فریدی اتنے زور سے دھاڑا کہ ٹویوڈا کا گردش کرتا ہوا ہاتھ بہک گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا چابک فریدی کی گرفت میں تھا اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے آگے بڑھ کر اُسے جھٹکا دیا کہ ٹویوڈا کے جسم کے گرد چابک لپٹ گیا۔ دوسرا جھٹکا اُسے زمین پر لے آیا۔ پھر اُسے اپنا دوحربہ بھی استعمال کرنے کی مہلت نہ مل سکی جو اس کے بائیں ہاتھ میں تھا۔

فریدی اس پر سوار ہو گیا۔ حمید اسی طرح تڑپ رہا تھا۔ جمی بھاگ کر کھلے ہوئے دروازے کی طرف چلا گیا۔ فریدی ٹویوڈا کو فرش پر رگڑ رہا تھا۔

''اس کے ساتھی آگئے۔'' دفعتاً جمی کارٹر چیخا۔ بس پھر ایک ہی پل کے لئے فریدی کی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی کہ ٹویوڈا کسی چکنی مچھلی کی طرح اس کے نیچے سے نکل گیا۔ اس نے دروازے میں چھلانگ لگائی تھی۔ جمی کارٹر ایک طرف گرا اور وہ اُسے روندتا ہوا باہر نکل گیا۔ فریدی ریوالور اٹھا کر اس کے پیچھے جھپٹا۔ اس کے دو تین ساتھی باہر راہداری میں موجود تھے۔ انہوں نے ٹویوڈا کو اس طرح بھاگتے دیکھا تو بوکھلا گئے۔ ادھر فریدی نے دو تین فائر کر دیئے۔ دو آدمی چیخ کر گر گئے۔

''جمی..... حمید کو دیکھو۔'' فریدی نے کہا اور ان کے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔

جمی فرش سے اٹھا۔ اس کے سینے پر چوٹ آئی تھی کیونکہ ٹویوڈا کا پیر اس کے سینے ہی پر

پڑا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس برقی لہر کا اثر وقتی ہوتا ہے کیونکہ ایک بار خود اُسے بھی اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ حمید کی حالت جلد ہی اعتدال پر آ گئی۔ وہ اس کمرے سے باہر نکلا۔ ساری عمارت سنسان پڑی ہوئی تھی۔ جمی سے اسے جو حالات معلوم ہوئے تھے انہیں مدنظر رکھتے ہوئے اس نے اندازہ لگایا کہ فریدی کو ان لوگوں کو آزاد کرانے کا موقع نہ ملا ہوگا جنہیں ٹویوڈا نے قید کرا تھا۔ پتہ نہیں وہ فریدی کی بلیک فورس کے آدمی تھے یا محکمے کے سادہ لباس والے۔ کچھ دیر تک ادھر اُدھر بھٹکنے کے بعد وہ دونوں اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں آٹھ سادہ لباس والے بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

تقریباً تین بجے وہ گھر پر فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ مصنوعی برقی رو کا اثر ابھی کلی طور پر اس کے سسٹم سے زائل نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساڑھے تین بجے فریدی غصے میں بھرا ہوا واپس آیا اور آتے ہی حمید پر برس پڑا۔

"دیکھا لیا حماقت اور جلد بازی کا نتیجہ..... وہ نکل گیا۔"

"مم..... میں معافی چاہتا ہوں۔" حمید کان پکڑ کر گڑگڑایا۔ "واقعی اس سے بڑی حماقت مجھ سے آج تک نہیں سرزد ہوئی۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ غصے میں بھرا ہوا ٹہل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ غرایا۔ "پانی" اور حمید خود ہی بکٹٹ بھاگتا ہوا پانی لینے چلا گیا اور پھر واپسی پر جب وہ پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہا تھا فریدی بے ساختہ ہنس پڑا۔ حمید کی شکل ہی ایسی نکل آئی تھی کسی غمزدہ لومڑی کی سی۔

"ارے تو یہ صورت پر پھٹکار کیوں برس رہی ہے۔" اس نے کہا۔

"پرواہ نہ کیجئے۔ اگر اس وقت پھٹے پرانے جوتے بھی برسیں تو مجھے غم نہ ہوگا۔"

فریدی گلاس خالی کر کے صوفے میں گر گیا اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ پھر حمید سے بولا۔ "اب بکو کہ یہ سب کیسے ہوا تھا۔"

حمید نے ہکلا ہکلا کر بدقت تمام ساری روداد دہرائی اور فریدی نے کہا "حالانکہ نصیر کو تم نے منع کر دیا تھا لیکن اس نے فون پر مجھے بتایا کہ ان لوگوں نے کوئی یوریشین چور پکڑا تھا جسے تم میک اپ کر کے اپنے ساتھ لے گئے ہو۔ میں اپنا کام دوسروں کے سپرد کر کے یہاں واپس آیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ جمی ہی ہوگا لیکن محض خیال سے کیا ہوتا ہے۔ مجھے اسے ثابت کرنے کے لئے کافی وقت برباد کرنا پڑا۔ اس کمرے میں انگلیوں کے نشانات تلاش کرنے پڑے جس میں نصیر وغیرہ نے اسے بند کیا تھا۔ ریکارڈ روم سے جمی کارٹر کا ریکارڈ نکلوایا۔ نشانات ملائے۔ تب یقین ہوا کہ وہ جمی کارٹر تھا۔ ٹویوڈا کے آدمی سر شمشاد کو ثروت منزل میں لے گئے تھے لیکن میں اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ ٹویوڈا ابھی ثروت منزل میں موجود ہے یا نہیں۔ بہرحال تم سے ثروت منزل میں بھی ایک حماقت سرزد ہوئی تھی۔ تمہارے پاس سر شمشاد کو اسی لئے بھیجا گیا تھا کہ ٹویوڈا حالات کا اندازہ کر سکے۔ جمی سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے سر شمشاد سے گفتگو کرنے کے بعد گنگنانا اور سیٹیاں بجانا شروع کر دیا تھا۔ گویا تم مطمئن ہو گئے تھے۔ اسی سے ٹویوڈا نے اندازہ لگایا کہ وہ پچھلی رات سر شمشاد کے معاملے میں دھوکا کھا گیا تھا اور میں اسی کی راہ پر لگ گیا ہوں۔ اس لئے وہ ہوشیار ہو گیا۔ میں اس چکر میں تھا کہ وہ میرے متعلق دھوکے میں رہے۔ لیکن وہ تمہاری گرفتاری کے بعد سے ہوشیار ہو گیا تھا۔ میرے آدمیوں کو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ تم کب اور کس طرح ہیویشام لاج سے ثروت منزل پہنچائے گئے تھے۔ بس پھر جب رات کو وہاں چھاپہ مارا تو میدان صاف تھا۔ سر شمشاد کے علاوہ اور کوئی نہ ملا۔ اُسے تو فوراً ہی باہر بھجوا دیا کیونکہ اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس کے بعد پھر ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک کمرے میں غیر متوقع طور پر تم دونوں ملے اور پھر اس کے بعد خود تم نے بھی اپنی حماقتوں کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

حمید صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

فریدی نے سگار کا ایک طویل کش لے کر کہا۔ "ٹویوڈا نے ان آٹھوں الوؤں سے کئی لاکھ روپے وصول کئے ہیں اور آئندہ بھی وصول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کا طریق کار ایسا

ہی عجیب وغریب ہوتا ہے۔ اب یہی آٹھوں اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکے ہوں گے کہ
جس وقت چاہے انہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے کیونکہ جس جگہ وہ "تم اُلّو ہو" کی م
ہے اسی جگہ خنجر بھی پیوست کرسکتا ہے۔ نہ انہیں اس کا علم ہوتا تھا کہ مہر کب لگی اور نہ ا
خیال کے مطابق اس کا علم ہوسکتا کہ کب حملہ ہوگیا۔ اس طرح خوفزدہ کرکے وہ سرمایہ دا
سے بہت رقمیں اینٹھتا ہے۔"

"مگر جمی کارٹر کا معاملہ۔ آخر اس کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔"

"اوہ..... کچھ بھی نہیں۔ وہ اسی طرح کام کے آدمیوں کو اپنا غلام بناتا ہے۔ وہ دا
کارٹر کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہمیشہ بے بس رہے گا۔ اس کے اشاروں پ
رہے گا۔ لہٰذا کیوں نہ وہ ایک کتے کی طرح اس کا وفادار ہی ہوجائے۔ وہ اسی طرح لوگوں
غلام بناتا ہے۔ اس کے کام کرنے کے طریقے سائنٹیفک ہوتے ہیں۔ وہ ایک ماہر نفسیا
ہے۔ لیکن وہ خواہ مخواہ پولیس سے الجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے کہ اگر جمی کا
تم اور ٹونی یکجا نہ ہوتے تو اس ہنگامے کی نوبت نہ آتی۔ وہ بڑی احتیاط سے اپنے اُلو
کرکے یہاں سے کھسک جانے کی کوشش کرتا مگر اب.....!"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو یس ا
فریدی..... اوہ..... اچھا..... ہاں..... ہاں.....!"

اور پھر فریدی بیساختہ ہنس پڑا۔ سلسلہ منقطع کرکے بھی ہنستا ہی رہا۔

"کیوں؟ کون تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ٹویوڈا۔"

"نہیں۔"

"ہاں..... اس نے کہا ہے کہ اب وہ مجھے قتل کئے بغیر یہاں سے واپس نہیں جائے گا
حمید سناٹے میں آگیا اور فریدی انگڑائی لیتا ہوا بولا۔ "نیند آرہی ہے یار..... جاؤ تم بھی سو جا

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 71

دشمنوں کا شہر

(دوسرا حصہ)

بُرا آدمی

نادر نے نصیر آباد پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا۔ وہ اپنا سب کچھ بہت پیچھے چھوڑ آیا
اپنی بدنامیاں، اپنی دولت، اپنا رُعب، سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا تھا اور اب وہ پیچھے مڑ کر
گوارا نہیں کرسکتا تھا۔

وہ رام گڈھ سے آیا تھا۔ رام گڈھ کے نادر سے تو وہ لوگ بھی واقف ہو جاتے تھے
قیام وہاں عارضی ہوتا تھا۔ نادر رام گڈھ کا زلزلہ تھا۔ لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ جدھر
موجودگی کا شبہ بھی ہو جاتا اُدھر سے مالدار لوگوں کا گزر کم ہی ہوتا تھا۔ رام گڈھ کا مالدار
خصوصیت سے اُسے ہوّا سمجھتا تھا۔

نادر کون تھا؟ ایک تعلیم یافتہ بدمعاش جو محض اپنی فطری جھلاہٹ کی وجہ سے بدمعاش
گیا تھا۔ وہ کافی ذہین اور باصلاحیت آدمی تھا۔ اس لئے قانون کی زد سے بچتا ہی رہتا
مقامی حکام سے بھی اس نے نہیں بگاڑی تھی اور ان کی خدمت ہی کرتا رہتا تھا۔ لہٰذا اُسے
چھوٹ مل گئی تھی۔ ویسے وہ اس قسم کے حالات ہی نہیں پیدا ہونے دیتا تھا کہ مقامی حکام کی
اس کی طرف مبذول ہوتی۔ وہ علانیہ لوگوں کو لوٹ لیتا تھا۔ لیکن ایسے حالات پیدا ہونے
بعد کہ وہ کسی سے فریاد تک نہ کرسکتے۔

اسی نادر کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب آیا اور اس انقلاب کا بانی صرف ایک
ہوا تھا، جو آج بھی اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

''اور جب وہ فاتح کی حیثیت سے کے میں داخل ہوئے تو انہوں نے

ان لوگوں سے انتقام نہیں لیا جو اُن پر اوجھڑیاں پھینکتے تھے، ان کی راہ
میں کانٹے بچھاتے تھے۔ اُن پر پتھر پھینکتے تھے۔ ان تمام لوگوں کے لئے
کھلی ہوئی معافی تھی جنہوں نے انہیں ہجرت پر مجبور کیا تھا۔''

وہ انقلاب اس وقت ہوا تھا جب وہ ایک دشمن سے انتقام لینے جا رہا تھا اور وہ یقیناً اُسے
کے گھاٹ اتار دیتا کیونکہ کچھ ہی دن پہلے اس نے بھرے مجمع میں اس کی توہین کی تھی اور
ئے اسی وقت تہیہ کرلیا تھا کہ اُسے زندہ نہ چھوڑے گا۔

وہ اس رات اسی ارادے سے نکلا تھا۔ اس کی جیب میں بھرا ہوا بے آواز ریوالور بھی
تھا اور حالات ایسے تھے کہ وہ بڑی آسانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔
لیکن راہ میں ایک واعظ کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اُسے مذہب سے ذرہ
لگاؤ نہیں تھا اور وہ کبھی مذہبی جلسوں کی طرف رُخ بھی نہیں کرتا تھا۔ واعظ تقریر کرنے
نظم پڑھ رہا تھا اور پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ نادر بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا گیا۔
اُسے دو گھنٹے تک اِدھر اُدھر رہنا تھا کیونکہ کام کا وقت تو پروگرام کے مطابق دو گھنٹے بعد

وہ جلسہ گاہ کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔
نظم ختم ہونے پر تقریر شروع ہوگئی اور نادر بس یونہی بیٹھا رہ گیا۔ اس نے سوچا یہیں
دو گھنٹے گذار دیئے جائیں۔
تقریر رسول کریمؐ کی سیرت پر تھی۔ نادر کا سر خود بخود جھکتا چلا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا
واعظ کا ایک ایک لفظ کانوں سے گذر کر اس کی روح میں تحلیل ہو رہا تھا اور پھر جب
موضوع پر آیا کہ رسول کریمؐ نے کبھی کوئی منتقمانہ کارروائی نہیں کی تو نادر کی حالت غیر
ل نے سنا کہ رسول کریمؐ نے اس عورت سے بھی انتقام نہیں لیا تھا جس نے ان کے چچا
چبا ڈالا تھا۔ اس نے سنا کہ طائف والوں نے پتھر مار مار کر رسول کریمؐ کا سارا جسم
کردیا تھا لیکن اس حال میں بھی دنیا کے سب سے بڑے انسان نے ان کی بہتری کے

لئے ہی دُعائیں مانگی تھیں۔

نادر نے یہ سب کچھ سنا بچوں کی طرح رو پڑا۔ اس کا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ کم
مجمع میں رو رہا ہے۔ شاید وہ زندگی میں پہلی بار اس طرح رویا تھا۔ رونا تو بڑی بات
رونے کا خیال بھی اس کے ذہن کے ڈھکے چھپے گوشوں میں نہیں جھانکتا تھا۔ کیونکہ وہ
اُسے دوسروں کی گریہ وزاری بھی متاثر نہیں کر سکتی تھی۔

مگر وہی نادر اس وقت بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

انتقام کا وقت نہ جانے کب کا گذر چکا تھا۔ نادر اُسی وقت اٹھا جب دوسرے ا
تھے۔ یعنی جلسہ ختم ہو چکا تھا۔

نادر کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھی۔ لیکن اسکے قدم گھر ہی کی طرف اٹھے

وہ ایک بڑے اور خوبصورت مکان میں رہتا تھا اس کے پاس کار بھی تھی اور بظا
کا ایک خوشحال بروکر تھا لیکن حقیقتاً سمور کی دلالی برائے نام تھی دولت سمیٹنے کے
دوسرے ہی تھے۔ مثلاً منشیات کی ناجائز تجارت قمار بازی اور فریب دہی..... وہ ایک
قاتل بھی تھا۔ اتنا چالاک کہ بحیثیت قاتل اس کا نام کبھی نہیں لیا جا سکا تھا۔

اس نادر کی زندگی میں انقلاب کا بانی ایک پیشہ ور واعظ بن گیا وہ واعظ جو آ
گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اپنی تقریریں دہراتا رہتا تھا اور جو بالکل اسی طرح سُ
کی جاتی تھیں جیسے مشاعرے الٹ دینے والے اشعار سنے اور سراہے جاتے ہیں۔ و
ایک سوئی ہوئی روح جھنجھوڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

نادر نے نیک بننے کا فیصلہ ہلکے سے نشے کے عالم میں کیا تھا لیکن نشہ اُترنے کے
وہ اپنے فیصلے پر قائم رہا۔

اس نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس صراحی کا پانی پینا بھی اب اسے گوارا نہ تھا جو
اس کے گھر میں موجود تھی۔ جب تک وہ اس گھر میں ٹھہرا سڑک پر لگے ہوئے نل سے
رہا اور اس وقت تک بھوکا ہی رہا جب تک کہ اپنے ایک شریف شناسا سے کچھ روپے ق

ے۔ اس نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ رام گڈھ سے جا رہا ہے اور جب بھی وہ اس
پے ادا کرنے کے قابل ہوا بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دے گا۔ اس شناسا نے بھی سمجھا ہوگا
وہ نشے میں ہے اس لئے اس نے چپ چاپ طلب کی ہوئی رقم اس کے ہاتھ پر رکھ دی
ں نادر سے ڈرتے تھے۔

در کو وہ لباس کاٹ رہا تھا جو پہلے سے اس کے جسم پر موجود تھا۔ اس نے قرض کے
میں سے اپنے لئے معمولی قسم کے ریڈی میڈ کپڑے خریدے اس طرح اس گھٹن سے
ئی جو پرانے لباس کی وجہ سے اس کی روح پر طاری تھی۔

ر وہ نصیر آباد کے لئے روانہ ہو گیا۔ رام گڈھ میں اپنی ساری املاک جوں کی توں چھوڑ
ختلف بینکوں میں اس کی بڑی بڑی رقومات تھیں لیکن وہ انہیں بھی بھول جانا چاہتا تھا۔

یر آباد پہنچ کر اس نے ریلوے کے اس شیڈ میں پناہ لی جو تیسرے درجے کا مسافر خانہ
ا اور دوسرے ہی دن سے اس نے ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔

ا گریجویٹ تھا اور بزنس کا کافی تجربہ بھی رکھتا تھا۔ اس لئے ایک ایسی فرم میں اُسے
ا جگہ مل گئی جو روئی کی تجارت کرتی تھی۔

ن دن تک وہ اطمینان سے کام کرتا رہا۔ چوتھے دن اچانک منیجر نے اُسے اپنے کمرے
کرلیا۔ یہ ایک بھاری جسم اور معمول سے زیادہ چھوٹی آنکھوں والا یوریشین تھا۔ اس
و نیچے اوپر تک گھور کر دیکھا اور پھر فون کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”تمہاری کال
یور میز پر پڑا ہوا تھا نادر نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اٹھایا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں
نا پہچان والا نکل آیا۔

ہیلو.....!“

ہیلو..... کون ہے۔“ کسی نے انگریزی میں پوچھا۔ لہجہ غیر ملکیوں کا سا تھا۔

نادر.....!“

اوہ نادر..... وہی نادر جو منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے۔ رام گڈھ والا۔“

"ہاں..... مگر اب نہیں۔"

"وہی نادر جو فریب دہی کا ماہر ہے۔"

"کچھ دن پہلے کی بات ہے۔"

"وہی نادر جو قاتل بھی ہے۔"

"میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا۔ بشرطیکہ تم ثابت کرسکو۔"

"تم اس فرم کے ساتھ کوئی لمبا فراڈ کرنا چاہتے ہو۔" دوسری طرف سے آوا

"میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔"

"تم سے واقف ہو جانے پر کون یقین کرے گا۔"

"کرے یا نہ کرے۔" نادر جھنجھلا گیا۔ "مگر تم کون ہو۔"

"ایک ایسا آدمی جس نے تمہیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔"

"دیکھا ہوگا۔ پھر تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھے اس فرم سے ہمدردی ہے۔ میں اس کا نقصان ہوتے نہ دیکھ سکوں
پہلے میں منیجر سے بھی تمہارے متعلق گفتگو کر چکا ہوں۔"

نادر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسر
سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

نادر نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا کہہ رہا تھا مسٹر نادر۔"

"بکواس کر رہا تھا۔" نادر نے جواب دیا۔

"مگر شاید تم نے چند باتوں کا اعتراف کیا تھا۔" منیجر کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھ

"جی ہاں۔ سچی باتوں کا اعتراف کرنا ہی چاہیے۔"

"تو یہ حقیقت ہے کہ تم ایسے ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے۔"

"ہوں نہیں بلکہ تھا۔ اب مجھ میں بڑی تبدیلی ہو گئی ہے۔"

"تم نے کسی بات کی تردید بھی تو کی تھی۔"

"جی ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تم اس فرم کے ساتھ کوئی بڑا فراڈ کرنے والے ہو۔ میں نے
ں کے اس خیال کی تردید کی تھی۔"

"مسٹر نادر۔ ہم ہر حال میں ایماندار آدمی چاہتے ہیں۔"

"آپ مجھے ایماندار ہی پائیں گے۔"

"مگر تمہارا پچھلا ریکارڈ۔"

"وہ ریکارڈ میں وہیں چھوڑ آیا ہوں، جہاں سے اس کا تعلق تھا۔"

"پھر بھی ہم دیدہ دانستہ کسی ایسے آدمی کو نہیں رکھ سکتے جس کا ریکارڈ اتنا خراب ہو۔"

"سنئے تو سہی..... جناب۔" نادر ہکلایا۔

"نہیں مسٹر نادر۔ میں مجبور ہوں۔" اس نے پیڈ پر کچھ لکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہاں
رادن ہے۔ میں دس دن کی تنخواہ کے لئے لکھ رہا ہوں۔ آپ کیشیئر سے لے لیجئے۔"

"میں خیرات نہیں لوں گا۔" نادر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "صرف تین دن کی تنخواہ کے
لکھئے۔ ویسے قانوناً آپ کو ایک ماہ کی تنخواہ دینی چاہئے۔"

"یہی غنیمت ہے مسٹر نادر کہ ہم آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کر رہے۔ اس نے یہ بھی
تھا کہ آپ قاتل ہیں۔" منیجر نے پیڈ سے پرچہ پھاڑ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"میں صرف تین دن کی تنخواہ لوں گا۔" نادر نے منیجر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد
میں کہا۔ "اگر آپ پولیس کو میرے قاتل ہونے کی اطلاع دینا چاہتے ہیں تو میں آپ کو
ل گا نہیں۔ شوق سے دیجئے۔"

"بیٹھ جائیے مسٹر نادر۔" منیجر عجیب انداز میں مسکرایا۔ "آپ تین ہی دن کی تنخواہ لیجئے گا
یں پولیس کو بھی اطلاع نہیں دوں گا۔"

وہ دوسرا پرچہ لکھنے لگا۔ پہلا پرچہ نادر نے میز پر ڈال دیا تھا۔

منیجر نے دوسرا پرچہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے مسٹر نادر اس فرم کا منیجر

ہونے کی حیثیت سے میں آپ کو الگ کر رہا ہوں ورنہ مجھے آپ سے بے حد ہمدردی ہے

"شکریہ۔" نادر نے کہا اور اٹھنا چاہا۔

"بیٹھیے بیٹھیے..... میں آپ کو بتاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو الگ کرتے ہوئے مجھے دکھ ہو رہا ہے۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے۔ میں فرم کے نظم و نسق کے لئے دوسروں کو جوابدہ ہوں۔ اگر یہاں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔"

"قدرتی بات ہے۔" نادر نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ یقیناً بددل ہوگئے ہیں۔ آپ کا لہجہ کہہ رہا ہے۔" منیجر مسکرا کر بولا۔

"لیکن آپ آج شام کو مجھ سے میرے بنگلے پر مل لیجیے شائد میں آپ کے لئے کوئی کام اپنی ذمہ داری پر مہیا کرسکوں۔"

"میں بے حد مشکور ہوں گا جناب۔" نادر بھی مسکرایا۔

"میرا پتہ۔" منیجر نے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر نادر کی طرف بڑھا دیا۔

نادر تین دن کی تنخواہ پندرہ روپے لے واپس چلا آیا۔

ابھی تک اس کا قیام اسٹیشن کے مسافر خانے ہی میں تھا۔ ایک چائے والا اس پر ہوگیا اس لئے اُسے بستر وغیرہ احتیاط سے رکھنے کی جگہ مل گئی تھی۔ دن بھر وہ آفس میں اور شام کو یہاں چلا آتا۔ پھر تقریباً دس بجے رات تک چائے والے کا ہاتھ بٹاتا۔ چائے کو یہ معلوم کر کے اس سے بڑی ہمدردی ہوگئی تھی کہ وہ ایک پڑھا لکھا آدمی ہے لیکن ا الحال خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑ رہی ہے۔

نادر دفتر سے نکلنے کے بعد دن بھر اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ منیجر سے گفتگو بغیر اسٹیشن واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔

شام ہوتے ہی وہ اس کے بنگلے پر پہنچ گیا۔ منیجر نے خلاف توقع اس کی اسی طرح بھگت کی جیسے وہ اس کے برابر کا آدمی ہو۔

"مسٹر نادر۔ میں آپ کا منتظر ہی تھا۔ مگر پہلے ہم چائے پئیں گے۔ میں نے آ

ار میں خود بھی چائے نہیں پی۔"

اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور تھوڑی دیر بعد ایک ملازم چائے کی ٹرے اٹھائے ے اندر داخل ہوا۔

چائے کے دوران منیجر نے مغموم لہجے میں کہا۔ "یہ دنیا بڑی واہیات جگہ ہے نادر..... ں کو اس کی محنت کا مناسب معاوضہ نہیں ملتا اور پھر بہتیرے الجھاوے بھی ہیں۔ بہتیری یاں بھی ہیں۔ مثلاً آپ بے مروت نہیں ہیں اگر کوئی اخلاق سے پیش آئے تو آپ اس لئے مر مٹیں گے۔ مثلاً میں آپ سے کہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے آپ میرے چھوٹے ں ہیں۔ فلاں کام میرے لئے کیجیے تو آپ اس کی پرواہ کئے بغیر اس کام میں بھڑ جائیں گے آپ کو کتنا معاوضہ مل رہا ہے اور آپ کے اس کام سے اس آدمی کو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ وہ خوبصورت الفاظ اور محبت آمیز باتوں سے آپ کا تیا پانچہ کرتا رہے گا۔ آپ سوچیں گے کہ ب کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ کا خلوص آپ کی مروت یہ گوارا نہیں کرے گی آپ اس آدمی سے اس کے خلاف احتجاج کرسکیں، جو اوپر سے بے حد چمکدار اور اندر سے ں بلیک آؤٹ ہے۔ آپ تعلیم یافتہ آدمی ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ نے پہلے ایمانداری ، زندگی بسر کرنے کی کوشش کی ہوگی پھر جھلا کر منشیات کی ناجائز تجارت پر اُتر آئے ہوں دھوکے بازی اور قمار بازی کو ذریعہ معاش بنایا ہوگا۔"

"ہاں یہ حقیقت تھی۔" نادر نے سر ہلا کر کہا۔

"مگر اب پھر آپ نیک بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں کس توقع پر۔"

"کسی توقع پر بھی نہیں۔ میں اب صرف نیک بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے اس کی ا نہیں ہے کہ نیک بننے کے سلسلے میں مجھے کتنے فاقے کرنے پڑیں گے۔ کتنی سختیاں جھیلنی ں گی۔"

"آپ پھر بھٹک جائیں گے۔ مجھے یقین ہے۔" منیجر نے کہا۔

"میں انتہائی کوشش کروں گا۔ آخری سانسوں تک حالات کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔"

"خیر.....!" منیجر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں نے یہ سوچا تھا کہ میرا سرمایہ ہوگا آپ کا تجربہ۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم سے بڑا آدمی اس شہر میں کون ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" نادر نے پلکیں جھپکائیں۔

"کوکین کا بزنس.....!" منیجر نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ.....!" نادر یک بیک مضمحل ہوگیا۔ پھر مردہ سی آواز میں بولا۔ "میں تو یہ سمجھا تھا آپ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں گے جس میں ایمانداری کا سودا ہوگا۔"

"ایمانداری۔" منیجر غرایا۔ چند لمحے نادر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیا آپ باغبانی کرسکیں گے"

"یقیناً کرسکوں گا۔"

"تو کل سے آجایئے۔ میرا پائیں باغ بالکل اجڑا پڑا ہے۔ پچاس روپے ماہوار خوراک ملیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" نادر خوش ہوکر بولا۔

"لیکن اس سلسلے میں آپ کو ایک معاہدے پر دستخط کرنے پڑیں گے۔"

"کیسا معاہدہ۔"

"یہی کہ اگر آپ نے چھ ماہ گذرنے سے قبل یہ ملازمت ترک کرنی چاہی تو میں آپ جیل میں بھی بھجوا سکوں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" نادر نے خود اعتمادی کے ساتھ کہا۔

لاش

کیپٹن حمید کو کرنل فریدی سے پوچھنا تھا کہ بلبل مذکر ہے یا مونث۔ اس لئے وہ سارے گھر میں اُسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ یہ پوچھنے کی ضرورت بھی

ش آئی تھی کہ اس کا ایک دوست اپنی بیوی کو بلبل کہتا تھا۔ وہ اگر نہ کہتا تب بھی وہ فریدی کو کچھ ر بور کرنا ہی چاہتا تھا۔

مگر فریدی گھر میں نہ ملا۔ نیلم بھی موجود نہیں تھی اور حمید تنہائی سے اُکتا گیا تھا۔ اس لئے ں نے اپنے چہیتے بکرے کے دو چار دھولیں جمائیں۔ مگر بکرا پھر بکرا ٹھہرا۔ وہ بھی شائد آج ل میں تھا۔ ورنہ عموماً وہ حمید کو دیکھتے ہی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوکر اس سے بغل گیر ہونے کی شش ضرور کرتا تھا جب وہ بھی موڈ میں نہ آیا تو حمید کسی ایسے کھلنڈرے بچے کی طرح اداس یا جس کے سارے ساتھی شام ہوجانے پر اپنے گھروں کو سدھار گئے ہوں۔

جب کوئی مشغلہ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے سوچا کیوں نہ اجنبیوں کو فون کرکے انہیں بور کیا ے۔ ایک ذمہ دار آفیسر سے اس قسم کی حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی مگر وہ حمید تھا۔ افتاد طبع و کیا کرتا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں آیا۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی لیکن ابھی ورق گردانی ہی شروع کی ی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

حمید نے ریسیور اٹھالیا۔ وہ سمجھا تھا کہ زیادہ سے زیادہ فریدی کی کال ہوگی، جو شاید آج ے پروگرام کے خلاف آفس چلا گیا تھا۔

لیکن دوسری طرف سے ایک عورت بول رہی تھی۔ "ہیلو.....ہیلو.....کرنل۔"

"کیپٹن حمید۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اوہ کیپٹن خدا کے لئے جلدی آؤ۔ میں کٹی پرکنس ہوں۔"

"تم کٹی پرکنس ہو یہ درست بھی ہوسکتا ہے مگر میں کہاں آؤں۔"

"ریلوے اسٹیشن پارسل آفس..... جلدی..... میں یہاں اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کے کمرے سے فون کررہی ہوں اور دو کانسٹیبل میرے سر پر مسلط ہیں۔"

"تو پھر میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہی کرسکوں گا کہ ان کانسٹیبلوں کو ترقی لوادوں۔"

"یہ ایک ایسی لاش کا قصہ ہے جس سے تمہیں ہر حال میں دلچسپی ہوگی۔"

"لاش.....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"جلدی.....کیپٹن بہت جلدی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آرہا ہوں۔ لیکن اگر وہ لوگ تمہیں لے ہی جا رہے ہوں میں اس سلسلے میں کیا کرسکوں گا۔"

"تم کچھ بھی نہ کرنا بس آجاؤ۔"

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کٹی بھی کچھ ایسی غیر دلچسپ نہیں بوریت کے لمحات گذر ہی جائیں گے۔ مگر یہ لاش۔ خدا غارت کرے قاتلوں کو جو شاعر بجائے قتل کرتے پھرتے ہیں۔

اس نے لباس تبدیل کیا۔ گیراج سے ونیس نکالی اور چل پڑا۔ یہ اس کی اپنی گاڑی تھ حال ہی میں خریدی گئی تھی۔

اسٹیشن پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ سیدھا پارسل آفس کی طرف چلا گیا۔ وہاں اُ کانسٹیبل اور سب انسپکٹر نظر آئے۔ یہ دونوں ہی اُسے اچھی طرح جانتے تھے کٹی وہاں موجو مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی تابوت سے نکل بھاگی ہو۔ زندہ لاش۔

حمید کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپکی۔

"کیپٹن میں اس کی ذمہ دار نہیں ہوں۔"

"کیا بات ہے۔" حمید نے سب انسپکٹر سے پوچھا۔

"لاش ہے کیپٹن۔ ہمیں پارسل آفس سے ملی ہے۔ ایک پیٹی سے بدبو پھیل رہی ہے وہ نصیر سے کسی مسز کرنل اسمتھ کے نام ہے۔ ہم یہاں پہنچے ہی تھے کہ یہ بھی اپنا پارسل وصول کر گئی۔ ہم اُسے اچھی طرح جانتے ہیں یہ کٹی پرکنس ہے۔ ہو رہی کسی کرنل اسمتھ کی بیوی نہیں ہو سک

"میں جانتا ہوں کہ یہ کرنل اسمتھ کی بیوی ہے۔"

"کوئی بھی ہو۔" سب انسپکٹر نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن اس کے نام آئے ہ

پارسل میں ایک سڑی ہوئی لاش موجود ہے۔"

"کیوں.....!" حمید نے کٹی کی طرف دیکھا۔

"میرے پاس بلٹی موجود ہے۔" کٹی ہانپتی ہوئی بولی۔ "اور بیجک بھی میں نے نصیر آباد کی ایک فرم سے کچھ سامان منگوایا تھا۔ پارسل پر بھی اس فرم کا ٹریڈ مارک اور پتہ موجود ہے۔"

"کیا سامان تھا.....؟"

"کراکری۔ بیجک بھی موجود ہے۔"

"پارسل کھول ڈالا آپ لوگوں نے۔"

"جی ہاں۔ ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں۔"

"میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد حمید نے لاش دیکھی اور بھونچکا رہ گیا۔ کیونکہ وہ کٹی کے محبوب جمی کارٹر کی تھی۔

"یہ کب سے غائب تھا۔" حمید نے کٹی سے پوچھا۔

"پچھلے پندرہ دنوں سے۔ کیپٹن میں کیا کروں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ مسئلہ ایسا تھا کہ وہ کرنل فریدی سے مشورہ کئے بغیر اپنی زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ اس نے سب انسپکٹروں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ لاش کو اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹائیں جب تک کہ کرنل بھی اُسے نہ دیکھ لیں۔

اب حمید نے فون پر کرنل فریدی کو تلاش کرنے کی مہم شروع کی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹاؤن ہال کی پبلک لائبریری میں مل گیا۔ اس کی اطلاع کہ وہ ٹاؤن ہال کی لائبریری میں موجود ہے سارجنٹ رمیش سے ملی تھی۔

حمید نے اُسے اپنی دریافت سے آگاہ کیا اور یہ دریافت ایسی تھی کہ اس پر فریدی ہر قسم کے مشاغل فوری طور پر ترک کر سکتا تھا۔

وہ بیس منٹ کے اندر اندر پارسل آفس پہنچ گیا۔

کافی دیر تک وہ لاش کا معائنہ کرتا رہا اور پھر اس کے محکمے کے ایکسپرٹ آنے شروع

ہو گئے۔ دونوں سب انسپکٹر بُری طرح بور ہو رہے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ وہ جلد ہ سے لاش ہٹوا دیں گے لیکن معاملے نے طوالت اختیار کر لی تھی۔ تقریباً نو بجے رات اٹھوائی جا سکی۔ کٹی پرکنس حراست میں تھی۔

فریدی نے کرنل فریدی کو بھی اس کی اطلاع دی لیکن اس نے گفتگو کو آگے نہیں دیا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ایک ماہ پہلے ہی کٹی کو طلاق دے چکا ہے اور اب وہ اس کے نہیں رہتی۔

فریدی اور حمید وہاں سے آرلکچو میں آئے۔ رات کا کھانا وہ یہیں کھانے کا ارا تھے۔ ویسے حمید کی سمجھ میں نہیں آ سکا کہ فریدی نے اس کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ کھانے کے گھر بھی جا سکتے تھے۔

کھانے کے دوران ہی میں ایک ویٹر نے کرنل کو آگاہ کیا کہ اس کی ٹرنک کال آ فریدی اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شاید اس نے اس کال کے لئے کاؤنٹر کلرک کو ہدایت دے دی تھی کہ اگر اس کی کوئی ٹرنک کال آئے تو فوراً اطلاع دی جائے۔

حمید اس کی واپسی کا منتظر رہا۔ کچھ دیر بعد جب واپس آیا تو اس نے خود ہی اُسے رات کے کھانے کی غرض و غایت بتائی۔

اس نے اسٹیشن ہی سے نصیر آباد کے سی آئی ڈی آفیسر کو فون کر کے کٹی پرکنس کی تصدیق کرائی تھی اور آفیسر مذکور کو آرلکچو کے فون نمبر دیئے تھے۔

"فرم نے تصدیق کی ہے کہ کٹی کا آرڈر اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن ابھی تک تعمیل نہیں ہوئی ہے۔ فرم کے منیجر نے اس کی تردید کی ہے کہ کٹی کو بلٹی بھیجی گئی تھی یا اطلا گئی تھی کہ اُسے مال روانہ کیا جا رہا ہے۔" فریدی نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو پھر کسی نے اس کے متعلق اپنی معلومات سے فائدہ اٹھایا۔" حمید بولا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"مگر.....!"

"کہو..... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"جمی کی لاش کون بھیج سکتا ہے۔ کٹی کا کوئی دوسرا عاشق.....!"

"یہ تو کٹی ہی بتا سکے گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"میں اس آدمی کا نام نہیں لینا چاہتا جس پر مجھے شبہ ہے۔" حمید بولا۔

"ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"لیکن آخر کار بڈھے نے کٹی پرکنس کو طلاق ہی دے دی۔"

"یہ بھی ہونا ہی تھا۔ تم کھانا کھاؤ کس چکر میں پڑے ہو۔"

"نہیں یہ چکر تو اب میرے لئے مستقل ہو چکا ہے۔ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ ٹویوڈا کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل نہ کر دوں۔"

"کھاؤ یار کیوں خواہ مخواہ اپنا ہاضمہ خراب کر رہے ہو۔ علماء کا قول ہے کہ کچھ کھاتے وقت ناؤ بالکل نہ کھاؤ۔ ورنہ معدہ چوپٹ ہو جائے گا۔" فریدی کے لہجے میں تمسخر تھا۔

حمید نے اُسے محسوس کیا اور کباب ہو کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ ٹویوڈا کے سلسلے میں اس سے جو حماقتیں سرزد ہو چکی تھیں ہر وقت نظریں نیچی رکھنے پر مجبور کرتی تھیں۔ اسی بناء پر اس کا ذہن آج کل صرف حماقتوں کی آماج گاہ بن کر رہ گیا تھا۔ یعنی وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا تھا کہ کسی طرح ٹویوڈا کو مار لے اور اس کی لاش فریدی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اصول سراغ رسانی پر ایک دھواں دھار تقریر بھی جھاڑ دے۔ لیکن اس کے متعلق سوچتے وقت اسے ذرہ برابر بھی اس کا خیال نہ آتا کہ ٹویوڈا محض اس کی وجہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

حمید نے خاموشی سے کھانا ختم کیا اور کرسی کی پشت سے ٹک کر پائپ سلگانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ٹرنک کال کے لئے آخر آرلکچو کے نمبر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ کھانا گھر ہی پر کھایا جا سکتا تھا اور کال بھی وہیں ریسیو کی جا سکتی تھی۔

"یہاں کال ریسیو کرنے کا کیا مقصد تھا۔" آخر وہ پوچھ ہی بیٹھا۔

"گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔"

"کب تک.....!"

"جب تک یہ نہ معلوم کرلوں کہ ٹویوڈا کہاں ہے۔"

"وہ پارسل نصیر آباد سے آیا تھا۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ٹویوڈا بھی وہیں ہو۔"

"پھر.....!"

"کیا تم نہیں جانتے کہ وہ تقریباً چھ ماہ سے یہیں ہے۔ یہیں سے مراد ملک دارلسلطنت نہیں ہے۔ وہ یورپ واپس نہیں گیا۔ لیکن وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس ش ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اس نے کئی شہروں میں اپنا جال پھیلا رکھا ہے اور دونوں ہا سے دولت سمیٹ رہا ہے۔"

"مگر آپ کتنی دیر میں معلوم کریں گے کہ ٹویوڈا کہاں ہے۔" حمید نے بوکھلا کر پوچھ

"ہوسکتا ہے کہ صبح ہوجائے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ آج سے سورج ہی طلوع ہونا بند ہوجائے۔" حمید نے جھلا ک راتوں کی بربادی اُسے بُری طرح کھل جاتی تھی۔

کچھ دیر بعد فریدی کی لنکن شہر کے ایک گھنے آباد حصے سے گذر رہی تھی اور حمید یہ سوچ کر بور ہو رہا تھا کہ رات گئی۔ فریدی نے تو یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ جانا کہاں ہوگا۔

"یہ تو بتا ہی دیجئے کہ آپ کہاں جائیں گے اور یہ معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہوگا کہ کہاں ہے۔"

"کچھ ایسے آدمیوں پر عرصے سے میری نظر ہے جن پر ٹویوڈا کے ایجنٹ ہونے ک کررہا ہوں۔"

"لیکن آپ اب تک کیوں خاموش رہے تھے۔"

"مصلحتاً۔ میں چاہتا تھا کہ خاموشی سے ٹویوڈا تک پہنچ جاؤں۔ مگر اب پھر اس نے

رکتیں شروع کردی ہیں کہ ان کا فوری تدارک بھی ضروری ہے۔"

"اس سرمایہ دار کا کیا حشر ہوا جس سے آپ کو یہاں ٹویوڈا کی موجودگی کا علم ہوا تھا۔"

"وہ خوش اور تندرست ہے۔ لیکن اب نہ اس کی خوشی برقرار رہ سکے گی نہ تندرستی۔ کیونکہ ب میں اس پر بھی شبہ کررہا ہوں۔"

"کیوں.....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس بزنس میں ٹویوڈا کا برابر کا شریک ہے۔"

"کمال ہے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر جھلا کر بولا۔ "آپ خواہ مخواہ معاملات کو ول دے بیٹھے ہیں۔ اگر وہ ٹویوڈا کا شریک تھا تو اس نے آپ کو آگاہ کیوں کیا تھا۔"

"قانون کے خوف سے۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر یہ بات کھل گئی تو وہ تباہ ہوجائے گا۔ ں لئے ایک طرف اس نے اس کے بزنس میں شرکت کی تھی اور دوسری طرف مجھے بھی آگاہ کردیا تھا۔"

"مگر آپ اس نتیجے پر کیوں پہنچے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ محض اندازے کی لطی ہو۔"

"ممکن ہے۔ مگر اب تک کا مشاہدہ یہی کہتا ہے کہ میرا خیال غلط ثابت نہ ہوسکے گا۔"

"کس طرح..... مجھے بھی سمجھائیے۔"

حمید کو اس وقت ٹویوڈا سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ رہ گئی۔ باتیں تو اس نے اس لئے چھیڑ لی تھیں کہ کہیں اُسے نیند نہ آجائے اور اسی نیند ہی کی وجہ سے اس نے اس وقت ٹویوڈا کو لکل معاف کردیا تھا۔ یعنی اگر اتفاق سے ٹویوڈا خود ہی اُس وقت ہاتھ باندھے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہوجاتا تو حمید اس سے یہی کہتا کہ جاؤ تم بھی سوجاؤ۔ صبح میں تم سے انتقام لے لونگا۔"

"آٹھوں اُلوؤں کے بیانات کی روشنی میں میں نے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔" فریدی کہہ رہا تھا۔ "جب بھی ان کی پشت پر "تم اُلو ہو" والی مہر نظر آتی ہے ان کا اسی دن کسی نہ کسی وقت اس رمایہ دار کے ساتھ ہونا ثابت ہوتا ہے اگر کسی ایک کے بیان سے بھی یہ ظاہر ہوجاتا کہ اس دن اس

سرمایہ دار سے اس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی تو میں اُسے مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں ہرگز نہ ڈا

"بہرحال یہ بھی ابھی قیاس ہی ہے۔"

"میں اتنے دنوں تک صرف اس سرمایہ دار کے خلاف ثبوت اکٹھے کرتا رہا ہوں۔"

"تب تو پھر اُسے قیاس کی حدود سے گذر جانا چاہئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار فراٹے بھرتی رہی۔

"بہرحال" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ٹویوڈا نصیر آباد ہی میں ہے۔"

"اس خیال کے ثبوت میں اگر تم یہ پارسل پیش کرو تو یہ حماقت ہی ہوگی۔"

"ہماری حماقتوں میں ایک اور سہی لیکن میں کل ہی نصیر آباد کے لئے روانہ ہو جاؤں گا"

"تمہاری مرضی۔ تم عدم آباد کی طرف بھی روانہ ہو سکتے ہو۔ بھلا تمہیں کون روک گا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کو بھی علم تھا کہ آج کل حمید کے سر پر ٹویوڈا کا بھوت سوار اس لئے ٹویوڈا کے متعلق گفتگو کرنے میں بہت زیادہ محتاط رہتا تھا۔

کار ایک ایسی بستی میں رکی جہاں زیادہ تر نچلے طبقے کے لوگ آباد تھے۔ دو چار بڑی شاندار عمارتیں بھی تھیں۔ فریدی نے کار ایک تاریک گلی میں روکی تھی۔

وہ دونوں اُتر آئے۔ فریدی آگے بڑھتا چلا گیا۔ حمید ٹھوکریں کھاتا ہوا اس کے پیچھے رہا۔ کچھ دیر بعد فریدی رکا اور حمید نے محسوس کیا کہ وہ بائیں جانب والے کسی درواز دستک دے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اندر سے ایک غرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "کون ہے۔"

"پنچو" فریدی نے کہا اور حمید نے اس کی آواز بدلی ہوئی سی محسوس کی۔

دروازہ ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ کھل گیا۔

"آجاؤ..... جابر.....!" فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

اور پھر وہ دونوں اس تاریک دروازے سے گذر کر ایک ایسے کمرے میں آئے

یروسین لیمپ کی دھندلی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دفعتاً ان کے پیچھے چلنے والا اچھل کر سامنے گیا۔ یہ ایک پستہ قد اور جھریائے ہوئے چہرے والا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ جسم گٹھیلا تھا۔ آنکھوں ے پھرتیلے پن کا اظہار ہوتا تھا اور دھندلی روشنی میں اس کی آنکھیں کسی سانپ کی آنکھوں ے مشابہ نظر آ رہی تھیں۔

"تم کون ہو" اس نے گھورتے ہوئے پوچھا۔ اب حمید نے دیکھا کہ اس کی مٹھی میں ب کھلا ہوا چاقو بھی جکڑا ہوا ہے۔

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ چاقو زمین پر ڈال دو۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس آدمی نے بندر کی طرح چھلانگ لگائی اور سیدھا فریدی پر یا لیکن حمید نے اُسے دوبارہ اچھلتے دیکھا اور وہ سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا۔ چاقو ا کے ہاتھ سے پہلے ہی نکل کر چھت کے ایک شہتیر میں پیوست ہو گیا تھا۔ حمید فریدی کی رت انگیز پھرتی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

روح کے دھبے

نادر کے لئے وہ زندگی بالکل نئی تھی۔ قدم قدم پر دشواریاں سامنے آ کھڑی ہوتیں۔ اب نیجر کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں مقیم تھا۔ پھاٹک کے قریب ملازموں کے لئے تین چھوٹی چھوٹی ٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سے ایک میں نادر کو بھی رات بسر کرنی ہوتی تھی۔ وہ زمین نا پر دری ڈال کر لیٹتا اور اس وقت تک کروٹیں بدلتا رہتا جب تک کہ نیند جسمانی تکالیف پر اوی نہ ہو جاتی۔ ان دنوں اس کے اندر نیکی اور بدی میں بڑی شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کبھی وہ وچتا کہ اس سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ عیش کی زندگی پر لات مار کر یہاں اس سڑی ی کوٹھری میں لوٹیں لگا رہا ہوں اور کبھی اس کی قوت ارادی کسی ضدی بچے کی طرح ان خیالات

سے لپٹ جاتی اور ایسے خیالات دم ہی توڑ دیتے جن کی بناء پر اس کے ڈگمگا جا
امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔

وہ سوچتا کہ جو قوت ارادی اسے جرائم کی طرف لے گئی تھی وہی اس کے اندر ہو
کشمکش کا خاتمہ بھی ایک دن کر ہی دے گی۔

وہ محسوس کرتا کہ غلط قسم کی ذہنی ترغیبات کا مقابلہ کر کے وہ اپنی شخصیت میں بہار
اضافہ کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر اسے خود بھی اپنی روح کی پاکیزگی کا احساس ہونے لگ
معلوم ہوتا جیسے وہ کسی گندی اور گھٹن پیدا کرنے والی کوٹھری سے نکل کر کھلی ہوا میں آ
ویسے اس کا جسم تو اس وقت ایک گندی سی اور تنگ و تاریک کوٹھری میں مقید تھا۔ لیک
بیکراں وسعتوں کی نورانی فضاؤں میں پرواز کر رہی تھی۔ ابھی دس ہی بجے تھے لیکن کوٹھری
پھیلی ہوئی تاریکی اور سناٹے کی سائیں سائیں کہہ رہی تھی کہ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی
نادر کروٹیں بدل رہا تھا۔ نیند آسانی سے نہیں آتی تھی کیونکہ پتھریلے فرش پر گد
عادی جسم پھوڑا بن جاتا تھا اور جب تکلیف کا احساس زیادہ ہو جاتا تو اس کا ذہن فرار
نظر آنے لگتا۔ اسے اپنا آرام دہ بستر یاد آتا۔ وہ بوتلیں یاد آتیں جو اس آرام دہ بستر پر
بے خوابی کا بہترین علاج ثابت ہوا کرتی تھیں۔

وہ بوتلیں یاد آتیں اور نادر غیر شعوری طور پر کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگ
پھر اچانک اس کے ذہن میں واعظ کے الفاظ گونجنے لگتے۔

”وہ لوگ نیکی اور سچائی کا علم بلند کرنے کے لئے اٹھے تھے۔ اس
لئے ان کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ انہیں عرب کے ریگزاروں
کی تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا جاتا اور سینوں پر بڑے وزنی پتھر رکھ
دیئے جاتے پھر ان سے کہا جاتا کہ وہ دوبارہ اسی اندھیرے میں لوٹ
جائیں مگر اب کون تھا جو انہیں ان کی پرنور راہوں سے ہٹا سکتا۔“

”مجھے بھی کوئی نہیں ہٹا سکتا۔“ نادر اپنے بال مٹھی میں جکڑ کر بڑبڑاتا اور اس طرح

جھٹکے دیتے لگتا جیسے ان خیالات کو ذہن سے جھاڑ دینا چاہتا ہو۔

اس وقت بھی کروٹیں بدلتے بدلتے اسے انہیں بوتلوں کا خیال آ گیا تھا اور وہ اپنی ان
بے کیف راتوں کے متعلق سوچ رہا تھا جب اس کی خواب گاہ میں کوئی عورت نہیں ہوتی تھی۔
تنی مصیبت سے نیند آتی تھی۔ ان راتوں میں اسے اتنی پینی پڑتی تھی کہ بالآخر غنودگی کے
ہوکے آہستہ آہستہ اسے سلا ہی دیتے تھے۔

اچانک کسی نے کوٹھری کے دروازے پر دستک دی اور نادر اچھل کر بیٹھ گیا۔

دستک برابر جاری رہی۔ اس نے اُٹھ کر کنڈی گرائی اور دروازہ کھول دیا۔ اندھیرے میں
ے کسی عورت کا دھندلا سا ہیولا نظر آیا۔

”تم سو رہے تھے شاید۔“ اس نے منیجر کی نوجوان بیوی سلویا کی آواز سنی۔

”جج...... جی نہیں۔“

”دیکھو...... اندر شائد فیوز اڑ گیا ہے۔ بالکل اندھیرا ہے۔ صاحب بھی نہیں ہے اور
رے نوکر میٹر کو ہاتھ لگاتے ڈرتے ہیں۔“

”بہت اچھا...... میں دیکھتا ہوں۔“ نادر کواڑ بھیڑ کر باہر نکل آیا۔

پھر وہ اس کے ساتھ عمارت میں آیا۔ عمارت کے قریب پہنچ کر جیب سے دیا سلائی نکالی
اُسے دیکھتا ہوا بولا۔ ”آپ ذرا ایک سلائی کھینچئے۔ میں میٹر کھولتا ہوں۔“

فیوز حقیقتاً اڑ گیا تھا۔ اسی جگہ اسے تار کا چھوٹا سا لچھا بھی مل گیا۔ مین سوئچ آف کر کے
نے فیوز وائر لگایا اور پھر کچھ دیر بعد روشنی ہو گئی۔

”سردی بہت ہے۔“ سلویا نے کہا۔ ”اگر تم کافی پینا چاہو تو کچن میں چلو۔ میں کافی ہی بنا
تھی کہ یک بیک اندھیرا ہو گیا۔“

”پپ...... پی لوں گا مادام......!“

”آؤ۔“ وہ دوسری طرف مڑتی ہوئی بولی۔ سلویا کافی حسین اور متناسب الاعضاء تھی اور
کے چلنے کا انداز اتنا دلکش تھا کہ نادر بھی کئی بار اُسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ چکا تھا اور

اس وقت تو اس کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔

منیجر گھر پر موجود نہیں تھا۔ دونوں نوکر اپنی کوٹھریوں میں سوئے پڑے ہوئے تھے اُسے کافی پلانے کے لئے کچن میں لے جا رہی تھی۔

بھدے اور بے ہنگم جسم والا منیجر اس بٹر فلائی کو کیا خوش رکھ سکتا ہوگا۔ نادر نے سوچا چٹکی بجاتے آئے گی..... چٹکی بجاتے..... نادر کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھتی رہیں او للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ۔" کچن میں آ کر اس نے ایک اسٹول کی طرف اشارہ کیا اور خود الما سے پیالیاں نکالنے لگی۔

نادر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ سلویا کی پشت اس کی طرف تھی اور و ہڑپ کر جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عورتوں کا پرانا شکاری تھا۔ انتہائی شاطر ا کامیاب ہو جانے والا۔ عموماً عورتیں خود ہی اس پر پھسل جاتی تھیں۔

اس نے دو پیالیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔

"کافی میں شکر کم پیتے ہو یا زیادہ۔"

"کم مادام.....!"

"اچھا.....!" وہ شکر ڈال کر پیالی میں کافی انڈیلتی ہوئی بولی۔ "تم بہت روانی سے انگریزی بول سکتے ہو اور قواعد کی بھی غلطی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ تم کافی پڑھے لکھے آدم طرح انگریزی بول سکتے ہو۔"

"ہاں..... مادام.....!" نادر نے ایک طویل سانس لی۔

"پھر تم کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے۔ تمہارے ہاتھوں سے بھی نہیں معلو کہ تم نے کبھی باغبانی کی ہو۔ تمہارے ہاتھ دولت مند طبقے کے لوگوں کے سے ہیں۔"

"بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے مادام.....!"

"تم آخر اس پیشے کو کیوں پسند کرتے ہو۔"

"بیروزگاری کا زمانہ ہے مادام۔ پہلے میں نے آفسوں ہی کی خاک چھانی تھی۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"عجیب کیوں مادام.....!"

"تم جیسا آدمی اور ملازمت حاصل نہ کر سکے۔"

"مجھ جیسے ہزاروں اس شہر میں جوتیاں سٹکاتے پھرتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو۔ نہ جانے کیوں تمہیں کدال چلاتے دیکھ کر مجھے بڑے کوفت ہوتی ہے۔"

"مگر میں تو بہت خوش ہوں مادام۔"

"اسی لئے تو مجھے کوفت ہوتی ہے کہ تم جیسے باحوصلہ آدمی کی اتنی بے قدری ہو رہی ہے۔ ا نے صاحب سے کہا ہے کہ وہ اپنے آفس میں تمہیں کوئی معقول سی جگہ دلوا دیں۔"

"بہت بہت شکریہ مادام۔"

اس نے کافی بنا کر نادر کی طرف پیالی کھسکا دی۔ نادر نے شکریہ ادا کر کے کپ میز سے الیا۔ کافی کے دو ہی تین گھونٹوں نے اس کی آنکھیں کھول دیں، ورنہ اب اس کی پلکیں نیند دباؤ سے کچھ بوجھل ہو چلی تھیں۔

"تمہارے دوسرے اعزہ کہاں ہیں۔" سلویا نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں۔ مطلب یہ کہ کہیں میرا کوئی عزیز نہیں ہے۔"

"بیوی۔"

"بیوی بھی نہیں ہے۔ میں نے شادی ہی نہیں کی تھی۔"

"یہ اور بھی افسوس ناک ہے۔ اسی لئے تو تم ڈھنگ کے کام نہیں کر سکتے۔"

نادر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس ڈھب سے گفتگو کرے کہ زیادہ محنت کئے بغیر یہ رنگین چڑیا جال میں پھنس ہی جائے۔

سلویا سر جھکائے کافی پی رہی تھی۔

دفعتاً وہ پیالی میز پر رکھ کر بولی۔

"مگر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم نے جو کچھ بھی کہا ہے صحیح کہا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مادام۔"

"کیا تم صاحب کو بہت عرصہ سے نہیں جانتے۔"

"نہیں مادام.....!"

"ہاہا" وہ انگلی اٹھا کر ہنسی۔ "پکڑ لیا چور۔"

نادر بھی مسکرا دیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی سوال تھا۔

"کیا تم صاحب کے ساتھ جوا نہیں کھیلتے تھے۔"

"نہیں مادام..... قطعی نہیں۔"

"جھوٹے ہو تم۔"

"مجھے افسوس ہے مادام کہ میں آپ کو یقین نہ دلا سکوں گا۔" نادر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم جوئے میں ہار گئے ہو گے اور پھر تمہیں خود کو داؤ پر لگا دینا پڑا ہوگا۔"

نادر نے پلکیں جھپکائیں۔ سلویا کا لہجہ ایسا نہیں تھا جس پر مزاح کا گمان تک ہو سکتا۔

"میں اپنی زندگی میں کبھی نہیں ہارا مادام اور میں نے سینکڑوں کی گردنیں پکڑ کر انہیں داؤں پر لگا دیا ہے۔ مگر کیا صاحب ایسے ہی کھیل کھیلتے ہیں۔"

"صاحب۔" سلویا کی ہنسی بہت تلخ تھی۔

"مجھے بتائیے مادام۔"

"خود دیکھ لو گے شاید تم چھ ماہ کے لئے خود کو ہارے ہو۔"

"کیوں۔ یہ کیسے کہا آپ نے۔"

"تذکرہ کیا تھا کہ تم کم از کم چھ ماہ تک یہاں کام کرو گے۔"

"لیکن یہ ہار جیت کیسی ہے۔ یقین کیجئے مادام میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔"

سلویا اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "اگر تم نے ملازمت ہی کی ہے تو میں تمہیں مشورہ دوں گی کہ معاہدے کی پرواہ کئے بغیر یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"کیوں مادام.....!"

"بس یہ مشورہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔"

"عہد شکنی میرا شیوہ نہیں ہے مادام۔" نادر نے کہا اور اس جملے کے ساتھ ہی واعظ کی از اس کے کانوں میں گونجنے لگی، جو اُسے نیکی اور سچائی کی طرف بلا رہی تھی۔ اس نے اپنی ہیں نیچی کرلیں اور سوچنے لگا کہ اب اُسے یہاں سے فوراً بھاگنا چاہئے۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے اس عورت کے شکار کی اسکیم مرتب کرتا رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر اس کے قدم ڈگمگا گئے تو تک کی ساری محنت خاک کا ڈھیر ہو جائے گی۔

سلویا کہہ رہی تھی "میں تمہیں کوئی ذہین آدمی سمجھی تھی مگر تم بالکل بے وقوف معلوم ہوتے لو اور کافی لو۔"

نادر نے غیر ارادی طور پر پیالی اس کی طرف بڑھا دی اور آہستہ سے بولا۔ "میں نہیں سمجھ مادام کہ آپ اپنے شوہر کے متعلق ایسے بُرے خیالات کیوں رکھتی ہیں۔"

"سنو۔" وہ اپنی آنکھیں بند کرکے آہستہ سے بولی۔ "ایک پرندے کو قفس میں بند کر کے کی نعمتیں اس کے لئے مہیا کردو لیکن کیا وہ پرندہ تمہیں دعائیں دے گا۔"

"میں نہیں سمجھا مادام۔"

"میں اپنے شوہر کو گالیاں دیتی ہوں لیکن اُسے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے اپنی کہانی تم خارش زدہ کتیوں کو بھی سناؤ مجھے پرواہ نہیں ہوگی۔ پھر میں دل کی بھڑاس کیوں نکالوں۔ وہ بلاشبہ میرا شوہر ہے میں اس سے انکار نہیں کرسکتی۔ لیکن مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ قانونی طور پر اس سے پیچھا چھڑا سکوں اور اگر حق حاصل بھی ہو تو میں ایسا نہیں کرسکتی۔"

"کیوں۔ آپ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہیں مادام۔"

"ہاں۔ میں ایک ظالم شوہر سے چھٹکارا پا سکتی ہوں۔ مگر نہیں پا سکتی کیونکہ اگر اس کا خیال دل میں لائی تو میرا بوڑھا باپ پھانسی پا جائے گا۔"

"آپ کی باتیں عجیب ہیں مادام۔"

"آہا۔ وہ یقیناً عجیب ہیں۔ اگر میرا باپ جواری نہ ہوتا تو تمہیں اتنی عجیب باتیں نہ پڑتیں۔ جب میں تیرہ سال کی تھی تو میرا باپ مجھے جوئے میں ہار گیا تھا۔"

"میرے خدا۔" نادر ہکا بکا رہ گیا۔

"میرا شوہر میرے باپ کو پہلے بھی کسی معاملے میں بلیک میل کرتا رہا تھا۔ ایک رات دونوں جوا کھیل رہے تھے۔ میرا باپ ہارتا چلا گیا۔ سب کچھ ہار گیا۔ میرے شوہر نے کہا کہ اگر وہ مجھے داؤ پر لگا دے اگر قسمت نے یاوری کی تو وہ اپنا سب کچھ واپس لے جائے گا۔ میرا باپ نشے میں تھا اس نے سوچا ممکن ہے کہ وہ آخری داؤں ہاری ہوئی پونجی واپس دلا دے۔ اس نے یہی کیا اور مجھے بھی ہار گیا۔"

وہ خاموش ہوگئی اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "میرا باپ بیچارا اُسے مذاق سمجھا لیکن جیتنے والا دوسرے دن ہمارے گھر آ پہنچا۔ اس وقت میری عمر صرف تیرہ سال تھی۔ ماں بچپن ہی میں مر چکی تھی۔ ہم دونوں کے علاوہ گھر میں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس زمانے میں میں اردو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ میرے باپ سے اردو میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں بھی وہیں موجود تھی اور حالانکہ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکی تھی۔ لیکن اس کا احساس ہوگیا تھا کہ میرا باپ بہت زیادہ خائف نظر آ رہا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد دونوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ میں اس وقت صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ وہ میرے باپ کا دوست ہے۔ پھر دونوں نے انگریزی میں گفتگو شروع کر دی۔ اس کے بعد مجھے بتایا گیا کہ میرا باپ کچھ دنوں کے لئے ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہے اور مجھے اس وقت تک اس کے ساتھ ہی قیام کرنا پڑے گا۔ جب تک کہ میرا باپ واپس نہ آ جائے۔ میں کیسے انکار کر سکتی تھی۔ جب کہ اُسے بہت دنوں سے جانتی تھی اور انکل کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ میں اس کے ساتھ یہاں چلی آئی۔"

سلویا نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔

نادر کی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لئے اور پیالی میز پر رکھ دی۔

"مگر اتنی چھوٹی عمر میں شادی کی اجازت قانون کب دیتا ہے۔" نادر نے کہا۔

"یہ نہ پوچھو۔" سلویا نے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔ شادی تو اس وقت ہوئی تھی جب میں قانونی طور پر بالغ ہوگئی تھی۔"

"اوہ.....!" نادر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کا ذہن اب اس کہانی کے بعد پہلوؤں سوچنے لگا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ "تو کیا..... آپ کے باپ نے اس کی بعد خبر نہیں لی تھی۔"

"وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا۔ مگر پھانسی سے ڈرتا تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر میں نے اس کا تذکرہ کسی سے بھی کیا تو میرا شوہر اُسے پھانسی کے تختے تک پہنچا دے گا اور میں نے اپنے شوہر کی زبان سے بھی یہ دھمکی سنی تھی۔ اس وقت تک اس نے مجھے زبان نہیں کھولنے دی جب تک کہ باقاعدہ طور پر ہماری شادی نہیں ہوگئی۔"

"اور آپ تیرہ سال کی عمر سے اس وقت تک اس کے ساتھ ہی رہی تھیں۔" نادر نے کہا۔ اس کا ذہن پھر بھٹکنے لگا تھا۔ وہ پھر بھول گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا چلن بدل دینے کا عہد کر چکا ہے۔

"ہاں..... میں اُسی کے ساتھ رہتی تھی۔" سلویا نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

نادر کی آنکھوں سے درندگی جھانک رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ اب اس ننھے سے پرندے پر جھپٹ پڑے گا۔

مگر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "خدا دیکھ رہا ہے۔ ایک نہ ایک دن میں گن گن کر بدلے چکاؤں گی۔ میرا باپ مجبور ہے۔ میں مجبور ہوں۔ لیکن وہ مجبور نہیں ہے جس نے مجھے اور میرے باپ کو پیدا کیا تھا۔"

نادر کے کانوں میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ اتنی تیز گھنٹیاں کہ اب اُسے سلویا کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ "خدا مجبور نہیں ہے..... خدا مجبور نہیں ہے۔" ان گھنٹیوں کی آواز کے

درمیان کوئی چیخ رہا تھا۔

"یقیناً خدا مجبور نہیں ہے۔" نادر کی آواز سے کچن گونج اٹھا۔ "مادام میں وعدہ کر
کہ آپکو اس دلدل سے نکال لوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ آپ کا شوہر کتنا طاقتور اور چالاک

"تم.....!" سلویا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "ہوسکتا ہے کہ تم سچ کہ
ہو۔ مگر کیا تم بھی اس کی قیمت نہ طلب کرو گے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھئے مادام۔" نادر نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔ "میں یقیناً اس کی
طلب کروں گا مگر آپ سے نہیں اس کی قیمت تو میں اپنی روح کے اُن تاریک دھبوں
طلب کروں گا جو مجھے دوبارہ اندھیرے میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔"

قیدی کی چیخ

فریدی نے اس آدمی کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا۔

"اوپر کون کون ہے۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔ پھر اس آدمی نے دوبارہ تیور
ہی تھے کہ فریدی نے اُسے دیوار پر رگڑتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہاری آواز بلند ہوئی تو جا
ماردوں گا۔ اوپر کون کون ہے۔"

"تم کون ہو۔"

اس نے اس طرح آنکھیں بند کرلیں جیسے اگر اس کی شکل نہ دکھائی دی تو وہ اُس
بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

"بولو.....!" فریدی نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا۔

"جسپال، ایڈگر اور روبی۔"

فریدی نے پھر اُسے جھٹکا دیا اور وہ فرش پر گر کر آہستہ سے کراہا۔

"حمید تم اُسے دیکھو میں ابھی آیا۔" فریدی نے کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کوٹھڑی
ے نکلتے ہی سامنے زینے نظر آئے اور وہ دبے پاؤں اوپر چڑھتا چلا گیا۔ زینے ایک دروازے
ختم ہوئے اور فریدی رک گیا۔

دروازے کی جھریاں روشن تھیں اور اندر سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

فریدی نے اندازہ کرلیا کہ دروازہ صرف بھڑا ہوا ہے بولٹ نہیں کیا گیا۔ یک بیک اس
نے دروازے پر ٹھوکر ماری اور دونوں پٹ کھل گئے۔ اندر کے قہقہے اس طرح ساکت ہوگئے
جیسے وہاں کوئی بم گرا ہو۔ دو مرد اور ایک یوریشن لڑکی ایک میز کے قریب ہکا بکا کھڑے تھے
ہی مرد نے جیب کی طرف ہاتھ لے جانا چاہا فریدی کی داہنی جیب سے فائر ہوا اور میز پر
ی ہوئی شراب کی بوتل چور ہوگئی۔

"وارننگ۔" فریدی بایاں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ اب
ب کے ایک سوراخ سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی جو ایک لمحہ پہلے ریوالور ہی نے بنایا تھا۔

تینوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

یوریشین لڑکی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

دفعتاً اُن میں سے ایک نے غرا کر کہا۔ "میں اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھ سکا کرنل۔"

"تم اچھی طرح سمجھتے ہو جسپال۔"

"اگر ہم غریب ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں..... کہ۔"

"اوہو..... میں تمہاری غریبی کا دکھڑا سننے نہیں آیا۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ غریب آدمی
بشر وائٹ ہارس ہی پیتے ہیں اور کافی مہنگی طوائفیں ان کے پہلو گرماتی ہیں۔"

"مگر یہ طریقہ غیر قانونی ہے، جو آپ نے اختیار کیا ہے۔" دوسرا آدمی بولا۔

"ہاں ایڈگر..... جہاں قانون مجھے بے بس نظر آتا ہے وہاں میں اُس کی مدد اسی طرح
کرتا ہوں۔"

"عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔" جسپال آنکھیں نکال کر بولا۔

”اس طرح کی کوشش ضرور کرنا کہ مجھے عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے۔“

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“ ایڈگر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”ٹویوڈا کا پتہ۔“

”ٹویوڈا۔“ جسپال نے پلکیں جھپکائیں جیسے فریدی مذاق کر رہا ہو۔

”ہاں.....ٹویوڈا کے بچے بھی تمہیں بتا سکوں گا۔“

”آپ ضرور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔“ ایڈگر ہنس پڑا۔

”اکثر میری غلط فہمیاں بھی کارگر ثابت ہوتی ہیں۔“

”تم خواہ مخواہ اپنے الفاظ ضائع کر رہے ہو۔“ جسپال نے ایڈگر سے کہا۔

”لڑکی تم پیچھے ہٹ جاؤ۔“ فریدی نے اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر یوریشن مخاطب کیا اور کھسکتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔

”آخر مقصد کیا ہے۔“ جسپال بُرا سا منہ بنا کر غرایا۔

”مقصد پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اس لئے اب زبان کو تکلیف نہیں دوں گا۔“

”آپ خواہ مخواہ جھگڑا کر رہے ہیں جناب۔“ ایڈگر بڑبڑایا۔

”مجبوری ہے۔ میں اس وقت ٹویوڈا کا پتہ معلوم کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔“

”اچھی بات ہے تو معلوم کر لیجئے۔ ویسے یہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ ہم کسی ٹویو واقف نہیں ہیں۔“

”لڑکی آگے بڑھو اور ان دونوں کی جیبوں سے ریوالور نکال کر میرے قریب فریدی نے کہا۔ مگر لڑکی دیوار سے لگی ہوئی صرف کانپتی رہی۔

جسپال نے لڑکی کو گھور کر دیکھا۔

”اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہ کیا تو بڑے خسارے میں رہوگی۔“ فریدی اُسے مخاطب کیا۔

لڑکی ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی۔

”کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ جسپال نے کٹکھنے کتے کی طرح اپنے ہونٹوں کی نمائش کی۔ لیکن لڑکی اس کی جھلاہٹ کو نظر انداز کر کے آگے ہی بڑھتی رہی۔

”روبی۔“ ایڈگر نے اُسے ڈانٹا۔

”شاباش روبی۔ تم قانون کی مدد کرنے جا رہی ہو۔ تم ایک اچھی شہری ہو۔“ فریدی نے کہا۔

روبی نے اُن کے قریب پہنچ کر اُن کی جیبوں میں ہاتھ ڈال دیئے۔ وہ دونوں ہی اُسے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

فریدی کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دونوں ہی کے پاس ریوالور موجود تھے۔ روبی انہیں جیبوں سے نکال کر قریب آئی۔ فریدی نے بائیں ہاتھ سے انہیں سنبھال کر پتلون کی جیب میں ڈال لیا اور لڑکی سے بولا۔ ”اب تم نیچے چلی جاؤ۔ زینے کے سامنے والی کوٹھری میں میرا انتظار کرنا۔ شاباش۔“

لڑکی خاموشی سے زینے پر اتر گئی۔ فریدی نے اپنا ریوالور بھی جیب میں ڈال لیا اور مسکرا کر بولا۔ ”اب دوستانہ فضا میں بات چیت ہو سکے گی۔“

ان دونوں نے اپنے ہاتھ گرا دیئے۔

”بیٹھ جاؤ۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں بیٹھیں گے۔“ جسپال نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

”بُری بات ہے۔ بچوں کی طرح ضد نہیں کرتے۔“

”اور لڑکیوں کے سامنے دوسروں کو ذلیل کرتے ہیں۔“ جسپال غرایا۔

”تم نے اُس کی نوبت ہی کیوں آنے دی تھی۔“ فریدی نے ہنس کر کہا۔ ”اب لڑکی کل تمہارے کان کھائے گی کہ ٹویوڈا کس جانور کا نام ہے۔“

”دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا اچھی بات نہیں ہے۔“

”کیا تم نے کبھی یہ بات اپنے سُور ما ٹویوڈا کو بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔“

”ہم کسی ٹویوڈا کو نہیں جانتے۔“ ایڈگر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آپ خواہ مخواہ شریف

شہریوں کی تفریح میں خلل انداز ہوتے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اس خلل اندازی کے سلسلے میں چند شریف شہریوں کے نیاز حاصل ہوگئے

جسپال بیٹھ گیا اور ایڈی بھی بیٹھنے ہی والا تھا کہ دفعتاً فریدی نے ٹھوکر مار کر میز الٹ د
دونوں گالیاں بکتے ہوئے دوسری طرف الٹ گئے۔

پھر فریدی نے انہیں اٹھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان میں سے کسی پر لاتیں پڑ رہی تھیں کسی پر گھونسے برس رہے تھے۔

ذرا ہی سی دیر میں دونوں کے کس بل نکل گئے۔

"میں اسی رفتار سے تمہیں رات بھر پیٹ سکتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولے۔ ویسے دونوں ہی غصے سے بدحال ہو رہے تھے۔

فریدی نے انہیں فرش سے اٹھا کر کرسیوں میں دھکیل دیا اور خود بھی بیٹھتا ہوا بولا۔" تمہیں صرف پندرہ منٹ دیتا ہوں اس کے بعد پھر نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا۔ میں صرف اتنا مع کرنا چاہتا ہوں کہ آجکل ٹویوڈا کہاں ہے۔ صحیح پتہ تو خیر تمہارے فرشتے بھی نہ جانتے ہوں گے۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر فریدی کی طرف دیکھنے لگے۔

یک بیک جسپال بولا۔ "اب میں کچھ بتا سکوں گا۔ اگر پہلے ہی یہ یقین ہو جاتا کہ آ صحیح پتے پر مصر نہ ہوں گے تو اتنا سب کچھ نہ ہونے پاتا۔ میں سمجھا تھا کہ آپ صحیح پتہ پوچھ ر ہیں۔ مگر خیر آپ جانتے ہیں کہ صحیح پتے کا علم ہمیں نہیں ہے۔"

"کم سے کم الفاظ استعمال کرو۔"

"وہ نصیر آباد میں ہے۔"

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"آپ کی مصروفیات پر نظر رکھنا ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔"

"یہ بات تم نے غلط نہیں کہی۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ میں نص آباد میں اس کی موجودگی تسلیم نہ کرلوں۔"

"مگر آپ کی یہ زیادتیاں۔" جسپال ہانپتا ہوا بولا۔ "کبھی نہ کبھی آپ کو بڑی مشکلات میں تلا کردیں گی۔"

"یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں ہے، جس کا تذکرہ خصوصیت سے کیا جاسکے۔" فریدی اٹھتا ا بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔"

لیکن وہ ابھی پوری طرح مڑا بھی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں کے قریب ایک چمک سی رائی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایڈگر کا پھینکا ہوا چاقو دروازے میں پیوست ہوگیا تھا۔

"خوب" فریدی پرسکون انداز میں مسکرایا۔ "فی الحال میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں اندر روں۔ لیکن اب مجبوری ہے۔ ایڈگر میرے قریب آؤ۔"

"ابے تو نے یہ کیا کیا ایڈی کے بچے۔" جسپال دھاڑا۔

"بچے عموماً ڈیڈی کے ہوا کرتے ہیں۔" فریدی تمسخر آمیز لہجے میں بولا۔ "اٹھو ایڈگر تمہیں ھکڑیاں پہننی پڑیں گی۔ صرف تمہیں۔"

"اوہ کرنل دیکھئے یہ نشے میں ہے۔" جسپال نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ ہتھکڑیاں ضرور پہنے گا۔ اس لئے نہیں کہ ٹویوڈا کا ساتھی ہے بلکہ اس ئے کہ اس نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا ہے۔ ٹویوڈا یا اس کے ساتھیوں کی مجھے ذرہ برابر پرواہ ہیں ہے۔"

ایڈگر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

"چلو.....!" فریدی غرایا۔

"کیا ثبوت ہے کہ میں نے چاقو پھینکا تھا۔" ایڈگر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہارا جگری دوست جسپال عدالت میں شہادت دے گا۔"

"اوہ..... دیکھئے کرنل۔" جسپال ہکلایا۔ "مم..... مجھے تو آپ معاف ہی رکھئے۔"

"چلو مجھے منظور ہے۔ خیر میں کسی طرح بھی ثابت کردوں گا۔ مگر تم چپ چاپ ہتھکڑیاں لے لو۔ ورنہ یہ بھی جانتے ہو کہ میں مارتے مارتے ختم بھی کرسکتا ہوں۔"

ایڈگر خاموشی سے قریب چلا آیا۔ فریدی نے جیب سے ہلکی ہتھکڑیوں کا جوڑا نکا
ایڈگر کے ہاتھوں میں لگا دیا۔ جسپال انگریزی میں بڑبڑا رہا تھا۔ "میں کیا کر سکتا ہوں ایڈ
مجھے الزام نہیں دے سکتے۔ میں نے کب کہا تھا کہ تم کرنل پر چاقو پھینک مارو۔ کرنل
شریف آدمی ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ ہم ٹویوڈا کے ساتھی ہیں ہمیں چھوڑ ر
تھا۔"

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "تم غلط سمجھے جسپال۔ اگر یہ چاقو نہ پھینکتا تو مجھے مایوسی ہوتی۔ کیا ایڈگر ہی تم لوگوں کا لیڈر نہیں ہے۔ کیا اس نے ہی تمہیں ٹویوڈا کے لئے نہیں رکھا تھا۔"

"اوہ..... آپ۔"

"خاموش جسپال۔" ایڈگر غرایا۔

"ہاہا۔" فریدی کا قہقہہ کافی اونچی آواز میں تھا۔ "اب مزید حماقتیں نہ کرو ایڈگر۔"

"آپ پتہ نہیں کس چکر میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"میں نے کوشش نہیں کی بلکہ تم خود ہی پھنس گئے ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سمجھ لو۔ میں نہیں چاہتا کہ دھوکے میں رہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔" مجھے ٹویوڈا کا صحیح پتہ بھی بتاؤ گے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"مگر چاقو تمہارے اس بیان کی تردید کر رہا ہے۔" فریدی نے دروازے میں
ہوئے چاقو کی طرف انگلی اٹھائی۔ "یہ چاقو کہہ رہا ہے کہ تم ٹویوڈا کے صحیح پتے سے واقف
یہ بھی درست ہے کہ ٹویوڈا نصیر آباد میں ہے اور تم ٹویوڈا کے اُن آدمیوں میں سے ہو جن
سرکس کے جانور کی طرح چابک مار مار کر ٹریننگ دیتا ہے۔"

ایڈگر کا چہرہ تاریک ہو گیا اور فریدی نے کہا۔ "جسپال ان لوگوں میں سے نہیں۔

ٹویوڈا کے چابک کی شکل دیکھ چکے ہیں۔ ورنہ وہ بھی مجھے کچا چبا جانے کی کوشش کرتا۔ کیوں..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

ایڈگر کچھ نہ بولا۔ اب اس کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے۔ وہ اپنا نچلا ہونٹ اس طرح چبا رہا تھا جیسے وہ بے جان ہو گیا ہو۔

فریدی نے چاقو رومال سے پکڑ کر دروازے سے کھینچا اور رومال ہی میں لپیٹ کر احتیاط سے جیب میں ڈال لیا۔ پھر ایڈگر کو دروازے کی طرف دھکا دے کر بولا۔

"چلو..... زندگی میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب انتہائی شاطر قسم کے لوگ بھی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔"

دروازے سے اُسے نکال کر فریدی نے دروازہ بند کیا اور اُسے باہر سے بولٹ کرتا ہوا بلند آواز میں بولا۔ "جسپال کچھ دیر بعد تمہارا آدمی اوپر آ کر تمہیں بھی نکالے گا۔"

زینے طے کر کے وہ کوٹھری میں آئے جہاں حمید نے یوریشین لڑکی کو روک رکھا تھا اور یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بے حد عاشق مزاج ہے۔ لیکن اس وقت اس کی کوئی خدمت نہ کر سکے گا کیونکہ ڈیوٹی پر ہے۔

"لڑکی اب تم جا سکتی ہو۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" لڑکی نے کہا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے باہر نکل گئی۔

اب فریدی نے اس آدمی کو مخاطب کیا جس نے اُن کی آمد پر دروازہ کھولا تھا۔

"تم اب اوپر جاؤ۔ جسپال تمہارا منتظر ہے اور شکر کرو کہ تم دونوں بھی ایڈگر ہی کی طرح نہیں لے جائے جا رہے۔"

وہ آدمی چپ چاپ زینوں کی طرف مڑ گیا۔

وہ گلی میں آ گئے۔ ایڈگر آگے تھا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔

دفعتاً ایڈگر نے کہا۔ "تمہیں پچھتانا پڑے گا کرنل۔"

"چل بے۔" حمید غرایا۔ "ورنہ وہ ہاتھ رسید کروں گا کہ آئندہ نسلیں بھی گنجی پیدا ہوں گی۔"

"بدکلامی مت کرو۔" فریدی بولا۔

"بہت بہتر لیکن اس سے بھی کہئے کہ اپنی زبان قابو میں رکھے ورنہ میرے ہاتھ بھی بے قابو ہو سکتے ہیں۔"

وہ کار تک آئے۔

"اسٹیئر کرو۔" فریدی نے حمید سے کہا اور حمید آگے جا بیٹھا۔ فریدی ایڈگر کے ساتھ پچھلی نشست پر چلا آیا۔ کار چل پڑی۔

"تم میری نجی قید میں رہنا چاہتے ہو یا پولیس کی حوالات میں۔" فریدی نے ایڈگر سے پوچھا

"میں اب اپنی زبان قطعی بند رکھوں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہاری زبان اب قطعی بند ہو جائے گی۔ اس لئے پولیس کی حوالات میں تمہیں آرام نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ وہ لوگ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے ملزموں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچاتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ وہ آرام کیسا ہوگا۔ تم سونا چاہو گے لیکن کوشش کے باوجود بھی نہ سو سکو گے۔ مگر تمہیں کیا بتانا تمہیں تو پہلے ہی سے تجربہ ہوگا۔"

ایڈگر کچھ نہ بولا۔

"نہیں اِسے میری نگرانی میں دیجئے۔" حمید نے کہا۔

"یہ ٹویوڈا کا صحیح پتہ جانتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تب تو میں اُسے پھاڑ کھاؤں گا۔ میری استدعا ہے کہ اسے میرے حوالے کر دیجئے۔"

"میرے خلاف کوئی غیر قانونی حرکت نہیں ہو سکے گی۔" ایڈگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا

"کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ٹویوڈا کے سلسلے میں مجھے مخصوص احکام ملے ہیں یعنی اگر میں چاہوں تو تمہیں سڑک پر ننگا کر کے تم پر ہنٹروں کی بارش کرا دوں۔ قانون دور کھڑا مسکراتا رہے گا۔ یہ قانون صدر جمہوریہ کے خصوصی اختیارات کے ساتھ مجھ تک پہنچا ہے کیا سمجھے۔"

"لیکن کرنل۔" اس نے کہا۔ "اگر تم یہ جانتے ہو کہ ٹویوڈا کے ہاتھ سے چابک کھانے والوں میں سے ہوں تو میرا محبوس کرنا کتنا خطرناک ثابت ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تو اب یہ چاہتا ہوں کہ ٹویوڈا مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرے۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ مجھے قتل کئے بغیر واپس یورپ نہ جائے گا۔"

"اگر اس نے دھمکی دی تھی تو اُسے ضرور پورا کرے گا۔ آپ کو مطمئن رہنا چاہئے۔"

"میں بالکل مطمئن ہوں۔"

"اوہ...... خیر۔"

کار فریدی کے مکان سے قریب ہی تھی کہ اچانک پچھلے پہئے کا ٹائر ایک زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ حمید اگر فوراً ہی بریک نہ لگاتا تو اس رفتار پر اس کے الٹ جانے کے امکانات بعید نہ ہوتے۔

باہر اندھیرا تھا۔ وہ دونوں بڑی تیزی سے اُترے اور زمین پر رینگ گئے مگر کچھ دور آگے نکلنے کے بعد ہی انہوں نے ایڈگر کی چیخ سنی اور پھر وہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں۔

فریدی نے فائر کیا لیکن آواز دور ہوتی چلی گئی۔

"ایڈگر ختم ہو گیا۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

دوسرا شکار

ایڈگر واقعی ختم ہو چکا تھا لیکن حمید اس سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں نظر آ رہا تھا۔

"کار کا ستیاناس کر دیا مردود نے۔" وہ بڑبڑایا کیونکہ پچھلی سیٹ پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

ایڈگر کی پشت میں دستے تک ایک خنجر پیوست نظر آیا۔ لیکن فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ڈیش بورڈ کے اس حصے پر جھک پڑا جہاں ٹرانسمیٹر پوشیدہ تھا۔

"ہیلو...... تھرٹین...... تھرٹین...... ہیلو تھرٹین۔ دیکھو جسپال جہاں رات کو ملتا ہے اُس مکان کو گھیر لو۔ جسپال اور اُس کے ساتھی کو زندہ نکالنا ہے۔ احتیاط بہت احتیاط۔ ہو سکتا ہے کہ

تمہاری نگرانی میں کوئی اُسے ختم کردے۔ فوراً ایک منٹ ضائع کئے بغیر وہاں پہنچو۔ بہت رہنا۔ اُوور۔"

"آؤ چلیں۔" فریدی نے حمید کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "گاڑی یہیں چھوڑو۔ اُسے یہیں پڑا رہنے دو۔ ہم گھر کے قریب ہی ہیں۔"

حمید اسکے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس طرح نہ جانا چاہتا

"آخر آپ جسپال کو پہلے ہی کیوں چھوڑ آئے تھے۔" اس نے پوچھا۔

"جسپال بیکار ثابت ہوتا۔ وہ ٹویوڈا کا پتہ نہ بتا سکتا۔"

"تو پھر اُسے گھیرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"اب وہ محض اس لئے ختم کردیا جائے گا کہ میری راہ میں دشواریاں حائل ہوں۔ کے بغیر یہ ثابت کرنا دشوار ہو جائے گا کہ میں اُسے ٹویوڈا ہی کے لئے لایا تھا اور پھر اگر یہ میرے گھر کے قریب پیش نہ آیا ہوتا تو خیر اتنی بھی فکر نہ ہوتی۔ بہرحال ویسے بھی اگر جسپا ڈالا گیا تو مجھے افسوس ہوگا۔"

"اوہو تو جوابدہی سے بچنے کے لئے آپ جسپال کو زندہ چاہتے ہیں۔"

"یقیناً۔ ٹویوڈا معمولی ذہانت کا آدمی نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ ہو تو ہر وقت ہوشیا چاہئے۔"

وہ کچھ دیر بعد کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔

فریدی سیدھا اپنی خوابگاہ میں چلا گیا تھا۔ وہاں سے شاید اس نے فون کیا تھا اور نوکروں نے اطلاع دی کہ قاسم بہت دیر سے اس کا انتظار ڈرائنگ روم میں کر رہا ہے۔ حمی گھڑی دیکھی ایک بج رہا تھا۔

"تم نے اتنی دیر تک اُسے ٹھہرنے ہی کیوں دیا۔" حمید ایک نوکر پر چڑھ دوڑا۔

"ہم کیا کرتے صاحب۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ملاقات کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

"آہم..... اچھا دفع ہوجاؤ۔"

حالانکہ حمید بہت زیادہ تھکا ہوا تھا مگر قاسم کا نام اُسے ڈرائنگ روم کی طرف لے ہی گیا۔ سوچ رہا تھا کہ تھوڑی تھکن ہی اُترے گی لیکن ڈرائنگ روم کے قریب پہنچ کر اس نے قاسم ے خراٹے سنے۔

قاسم ایک صوفے پر دراز تھا اور اس کی توند کسی متحرک گنبد کا سماں پیش کر رہی تھی۔ منہ کھلا ا تھا اور خراٹے فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔

"ابے او..... لمڈھیگ۔" حمید نے اس کی ران میں گھٹنا مارا۔

"خرر..... خرم..... داد..... م..... واو..... م.....!" قاسم نے منہ چلاتے ہوئے کروٹ بدلی۔

حمید نے اُس کی توند پر دو ہتھڑ چلانے شروع کئے۔

"اغے۔" دفعتاً قاسم نے آنکھیں کھولیں اور پھر "اغے اغے" کرتا ہی چلا گیا۔ ایسا لوم ہو رہا تھا جیسے اس کی گھگھی بندھ گئی ہو۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے پوزیشن سمجھنے سے قاصر ہو۔ اس کی "اغے اغے" کے ساتھ ہی حمید کے دو ہتھڑ بھی چلتے رہے۔ ڑی مشکل سے قاسم کو ہوش آیا اور وہ اٹھ بیٹھا اور اس کے بیٹھنے کے سلسلے میں اس کا پورا م کی متحرک پہاڑ کی طرح گھوم کر رہ گیا۔ اگر حمید اچھل کر پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو اُسے معلوم تا کہ کسی جنگلی بھینسے سے ٹکرانے کے بعد آدمی کتنی دیر تک اپنی محبوبہ کا نام یاد کرنے کی کوشش رتا ہے۔

"ہائیں..... میں کہاں۔" قاسم چاروں طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا ا۔ "کیا بجا ہے۔"

اس کی آواز نیند کے دباؤ سے کچھ بھرائی ہوئی سی تھی۔ اس لئے الفاظ صوتی اعتبار سے ی "گاڑھے" ہو کر اس کی زبان سے پھسل رہے تھے۔

"ایک بجا ہے۔" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"ارے باپ رے۔ غاڑی نقل غئی۔" وہ آنکھیں نکال کر توند پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ابے یہ غاڑی کیا بلا ہے۔ جو نقل غئی۔"

"الاقسم.....حمید بھائی میں سالا ہوں ہی بدقسمت.....!" وہ دفعتاً رو دینے والی آواز میں

"سالے ہو سکتے ہو مگر بدقسمت نہیں۔" حمید نے تصحیح کی۔

"کیسے ہو سکتا ہوں سالا۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"چونکہ تم اپنی بیوی کو بیوی تسلیم نہیں کرتے اس لئے کسی نہ کسی کے سالے ضرور ہو"

"وہ قیسے۔ نہیں بتاؤ۔ میں بھی تو سنوں۔"

"پہلے تم بتاؤ غاڑی کیا ہے۔"

"ریلوے ٹرین۔ میں نے گاڑی کہا تھا۔ اس لئے تم بھی کسی نہ کسی کے سالے ہو گے۔" قاسم نے اس طرح آنکھیں چمکا کر کہا جیسے وہ بدلہ لینے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

"مر رہے تھے تم اس صوفے پر گاڑی کہاں کی نکل گئی۔"

"ہائے وہیں کی۔" قاسم دونوں ہاتھوں سے کلیجہ دبا کر گوپ اسٹائل میں مسکرایا۔ کی گاڑی جہاں وہ.....ب.....ب.....بل گگاؤلی رہتی ہے۔ فوٹو دیکھو گے۔"

"کیا بک رہے ہو۔ بل گگاؤلی کیا بلا ہے۔"

"ابے پھر کچھ اور کہتے ہوں گے۔ بیٹھ جاؤ پیارے۔" قاسم بڑے ا! میں تھا۔

"آہا یہ گل بکاؤلی الٹی لٹکائی گئی ہے۔"

"جیو.....حمید بھائی۔ میری جان.....وہی وہی میں بھول غیا تھا۔ ابے تم مجھے کیا سمجھ اب کبھی نہ کہنا کہ لونڈیاں مجھے لفٹ نہیں دیتیں۔"

"کیا مطلب۔" حمید نے پلکیں جھپکائیں۔

"مطلب۔" قاسم اُسے گھورتا ہوا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک لفافہ لفافے سے برآمد ہونے والی چیز ایک تصویر تھی۔ کسی دلکش لڑکی کی تصویر جس کے نیچے میں "لوسی پالگریو" تحریر تھا۔

حمید نے اُسے دیکھا اور پھر استفہامیہ انداز میں قاسم کی طرف دیکھنے لگا۔

"بولو کیسی ہے۔"

"کوئی خاص نہیں۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"ابے جاؤ۔" قاسم ہاتھ ہلا کر بولا۔ "بڑے آئے کہیں کے۔ ابے تم لونڈیاں کے چودھری ہو؟"

"یہ ہے کون۔" حمید نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ڈارلنگ آف مائی ہارٹ..... ہاہا.....!" قاسم سینے پر دوہتڑ مار کر دھاڑا۔ "تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ یہ صرف میری تصویر دیکھ کر رہی ہی.....ہی ہی.....ہی ہی۔"

"قاسم یہ شریفوں سے ملنے کا وقت نہیں ہے۔"

"یار سنو تو سہی۔ اب تو میری گاڑی بھی چھوٹ گئی ہوگی۔ میں اسی سے ملنے کے لئے میرآباد جا رہا تھا۔"

"ضرور جا رہے ہوگے۔ لیکن میرا دماغ چاٹنے کیوں آ گئے۔"

"تمہیں بتانا تھا کہ دیکھو.....دیکھو..... ہائے.....کتنی بے کرار.....قرار ہوگی۔"

حمید چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم اس سے ملنے کے لئے نصیر آباد جا رہے تھے لیکن یہ تصویر تمہیں کہاں سے ملی۔"

"کہاں سے ملی۔ ارے خود اسی نے بھیجی۔ میری تصویر دیکھی تھی۔ ہاں تم نہیں جانتے۔ لما نے یہاں ایک بار ایک اسکول کے جلسے کی شدارت کی تھی۔"

"شدارت.....!"

"ابے ہاں.....شدارت ہی تو کہتے ہیں۔ وہ جو ایک کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے اور لوگ جناب شدر کہتے ہیں اُسے۔ وہ سالا کیا ہوتا ہے۔"

"ابے صدر.....ڈیوٹ۔"

"چلو وہی ہوگا۔ ہاں تو میں جلسے کا وہی بنایا گیا تھا اور میں نے بیس ہزار روپیہ چندہ دیا تھا اسی اسکول کے میگزین میں میری تصویر چھپی تھی۔ لوسی پالگیر یو ڈارلنگ نے میری تصویر دیکھ کر

مجھے ایک خط لکھا۔ ہائے حمید بھائی الاقسم لکھتی ہے جالم..... ظالم کہ آپ کی تصویر اتنی اچھی
آپ کو دوست بنانے کو دل چاہتا ہے۔ میرے پن فرینڈ بن جایئے۔ ابے بس۔ پھر میں
پن فرینڈ بن گیا۔ کیا خط لکھتی ہے۔ ہائے۔ پھر اپنی تصویر بھیج دی اور حمید بھائی تم چکد
ہو۔ بالکل اتنی فس کلاس لونڈیا تم نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اب میں اس
جارہا ہوں نصیر آباد۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "جاؤ..... اگر اس کی کوئی خالا
ہو تو مجھے بھی اطلاع دینا۔"

"قیوں؟"

"بس اب جاؤ۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

"بھگاتے ہو۔" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں۔ التجا کرتا ہوں۔ تم سے تھوڑی دیر گفتگو کر لینے کے بعد یہی محسوس ہونے لگ
جیسے کھوپڑی کے اندر بھس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔"

"تم میری بہت توہین کرنے لگے ہو۔" قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "خیر!
دیکھوں گا۔"

"مگر تم اس وقت یہاں کیوں آئے تھے۔"

"میں اسٹیشن سے تمہارے پاس آیا تھا۔ احسان فروش۔"

"احسان فراموش۔"

"ٹھینگے سے۔" قاسم جھلا گیا۔ "کچھ بھی ہو مگر تم واہیات آدمی ہو۔ دو کوڑی کے۔"

"اچھا تم اسٹیشن گئے تھے۔ نصیر آباد جانے کے لئے پھر تمہیں خیال آیا کہ حمید کو تو
ہی نہیں۔"

"ابے بس جہنم میں جاؤ۔" قاسم کسی لڑاکا بھٹیارن کی طرح ہاتھ ہلا کر باہر نکل گیا۔
حمید خواب گاہ کی طرف جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ فریدی ڈرائنگ روم میں

ہوا۔ اس کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"میری بلیک فورس کے آدمی ناکام رہے۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"جپال نہیں ملا۔ اس کا دوسرا ساتھی زخمی حالت میں وہیں بے ہوش پایا گیا ہے۔"

"تو پھر اسکا مطلب یہ ہی ہوسکتا ہے کہ اسکا ساتھی ٹویوڈا کے نام سے بھی واقف نہ ہوگا۔"

"تمہارا خیال صحیح ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دراصل مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی۔ میں نے
اس لڑکی کو سمجھنے میں دھوکا کھایا تھا۔ وہ بھی حقیقتاً ٹویوڈا کے گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔"

"پھر آپ کیا سمجھے تھے۔"

"میں اُسے صرف کوئی پیشہ ور لڑکی سمجھا تھا۔"

"کیپٹن حمید کو ایسے مواقع پر فراموش نہ کیا کیجئے۔" حمید فخریہ انداز میں مسکرایا۔

"آپ بھی تو جھک ہی مارتے رہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا "وہ کافی دیر تک
آپ کے ساتھ رہی تھی۔"

"میں سمجھا تھا شاید وہ چھٹی پر ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔" فریدی بڑبڑایا۔ "وہ کم بخت شکست پر شکست دے رہا ہے۔"

"جب تک میرے مشورے پر عمل نہ کیجئے گا یہی ہوتا رہے گا۔"

"فرمایئے۔"

"بس ایک طرف سے بزن۔ جن لوگوں پر شبہ بھی ہو جائے کہ یہ ٹویوڈا کے آدمی ہیں ان
میں ہراس پھیلایئے۔"

"اس سے کیا ہوگا۔"

"بس تھوڑی سی سنسنی۔ ٹویوڈا جیسے لوگوں کو مرعوب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"فضول۔ وہ مرعوب ہونے کی بجائے اسے میری کمزوری پر محمول کرے گا۔"

"زیادہ سوچنا بھی بعض اوقات بیکار ثابت ہوتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"تمہارا خیال غلط ہے۔ میں اُسے تسلیم نہیں کرسکتا۔ سوچنا کبھی بیکار ثابت نہیں ہوسکتا۔"

"بس تو پھر سوچ سوچ کر اُسے مار ڈالئے۔"

"شاید تم پر نیند سوار ہے۔" فریدی اُسے گھورنے لگا۔

"جی ہاں۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔"

"تم نہیں سو سکو گے۔"

"کیوں؟"

"بس میری مرضی۔ میں آج.....!"

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ایک ملازم نے اطلاع دی کہ خواب گاہ میں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔

فریدی چلا گیا اور حمید کپڑوں سمیت ایک صوفے پر دراز ہوگیا۔ ارادہ یہی تھا کہ وہ اسی طرح سو جائے گا۔ آنکھیں بھی بند کرلیں مگر دوسرے ہی لمحے میں اُس نے قاسم کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔ "حمید بھائی۔ سو گئے کیا۔"

"کیا ہے۔" حمید پھاڑ کھانے کے سے انداز میں اٹھ بیٹھا۔

"کھفا کیوں ہوتے ہو پیارے۔ میں نے کہا مجھے گھنے کی کوشش کر رہے ہو۔ ابے ایک کیا دس لاشیں میری راہ میں پھینکوا دو سبھوں کو روندتا ہوا نکل جاؤں گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" حمید نے پلکیں جھپکائیں۔

"آہا..... اب اور گھسو گے۔ ابے پتہ نہیں کیا خیال کر کے چھوڑ دیتا ہوں۔ ورنہ تمہیں تو رگڑ ہی ڈالوں گا۔"

"میں تمہیں کتوں سے نچوا ڈالوں گا۔ ورنہ ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔"

"ابے میں تمہارے کتوں سے نہیں ڈرتا۔ ذرا نکالو تو باہر سالوں کو میں بھی تو دیکھوں کیسے ہیں۔"

"تم واپس کیوں آئے۔"

"اور نہیں تو کیا اس لاش پر بیٹھ کر تمہارے نام کو روتا۔"

"کیا لاش لگا رکھی ہے۔"

"اچھا جی۔" قاسم اُسے گھورنے لگا۔ "ابے اے سراغ رساں کے بچے۔ تم لاٹ صاحب نہیں ہو۔ میں ابھی آئی جی صاحب کو فون کرتا ہوں کہ حمید نے مجھے ڈرانے کے لئے ایک آدمی کا خون کردیا۔ لاش پھاٹک پر پڑی ہوئی ہے۔"

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو۔"

"اچھا..... اچھا میں دیکھ لوں گا۔" قاسم غرایا اور جانے کے لئے مڑا۔ مگر اس بار حمید بھی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ پورچ سے کچھ دور چلنے کے بعد اس نے ٹارچ روشن کرلی کیونکہ پورچ سے پھاٹک کی طرف جانے والی روش کا کچھ حصہ تاریک تھا۔ شاید قاسم کو علم نہیں تھا کہ حمید اس کے پیچھے آرہا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آگے ٹارچ کی روشنی دیکھ کر رک گیا۔

"قیوں..... اب کیوں دوڑے آئے۔" اس نے کہا۔

"مجھے شبہ ہے کہ تم نے کوئی لاش ضرور دیکھی ہے۔"

"تمہارے شبہے کی ایسی کی تیسی۔ تم واپس جاؤ۔ میں لاش کو پھلانگ سکتا ہوں۔"

"تم تو اپنے باپ کو بھی پھلانگ سکتے ہو۔"

"کیا مطلب۔ اس جملے کا مطلب سمجھاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

"مطلب ایک پرچے پر لکھ کر تمہارے باپ ہی کو بھجوا دوں گا۔ وہ یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہوں گے کہ ہاتھی زادے ایک لڑکی کے چکر میں نصیر آباد تشریف لے گئے ہیں۔"

"الاقسم اگر تم نے کسی کو بتایا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"تم آگے چلو۔ کھسکو ورنہ۔"

"ابے چل تو رہا ہوں۔" قاسم جھلا گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "اے پیارے ستو۔ کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ اچھا..... میں اب تم سے کبھی جھگڑا نہ کروں گا۔"

"لاش کہاں ہے۔"

"ٹھینگے پر ہے لاش۔ میری بات کا جواب دو۔"

حمید خود ہی آگے بڑھ گیا۔ لیکن قاسم نے جھک کر اس کی کمر پکڑ لی۔ حمید نے اس کی ناز پر کہنی ماری اور قاسم "سی" کر کے رہ گیا۔

"یار واقعی بڑے سؤر ہو تم حمید بھائی۔ مگر اچھا بیٹا۔ اب اپنی کمر چھڑا لو تو جانوں، ہیکل ککڑی کی طرح توڑ کر رکھ دوں گا۔"

حمید زور لگانے لگا۔ مگر وہ آدمی کی گرفت کب تھی۔ ویسے حمید یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ قاسم کے کہیں چوٹ آ جائے، ورنہ قاسم تو کسی ارنے بھینسے کی طرح ڈکرا کر چت ہو جاتا۔

"وہاں کون ہے۔" دفعتاً پورچ کی طرف سے فریدی کی گرجدار آواز آئی اور قاسم نے حمید کی کمر چھوڑ دی۔ حمید تیر کی طرح پھاٹک پر پہنچا اور ٹارچ روشن کی۔

پھاٹک کے پاس ہی ایک لاش راستہ روکے پڑی تھی۔

"لاش.....!" حمید چیخا۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہی فریدی اُسے بتا رہا تھا کہ وہ جسپال کی لاش تھی۔

قاسم جا چکا تھا۔

"وہ ٹویوڈا کی ٹرنک کال تھی۔" فریدی نے کہا۔ "نصیر آباد سے۔ اُس نے کہا ہے کہ "اسی طرح مجھے کچھ دن ذلیل کر کے آخر کار ختم کر دے گا۔"

"میں کل ہی نصیر آباد جاؤں گا۔" حمید نے جھلا کر کہا۔ "دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے۔"

فریدی ہنس رہا تھا۔

الجھن

نادر پھولوں کے بیج خرید کر دوکان سے باہر آیا۔ اس وقت صدر کے فٹ پاتھوں پر تل رکھنے کی جگہ بھی مشکل سے نظر آتی تھی۔ نصیر آباد صدر کی شامیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ کھوے

سے کھوا چھلتا تھا۔ ایک کنارے کھڑے ہو کر تھالی پھینکئے وہ سروں پر پھسلتی ہوئی دوسرے کنارے پر جا گرے گی۔

نادر سر جھکائے ہوئے ایک طرف چلنے لگا۔ لیکن اچانک اُسے ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے اُس کی ٹانگوں میں ٹانگ پھنسا کر دھکا دیا ہو۔ وہ منہ کے بل راہگیروں پر آیا۔ بھیڑ کائی کی طرح پھٹی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ پتھریلے فٹ پاتھ پر تھا۔

پھر اس کی پرواہ کئے بغیر ہی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا کہ پیشانی میں کتنی چوٹ آئی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لوگ رک گئے تھے۔ کچھ بڑبڑا رہے تھے اور کچھ ہنس رہے تھے۔ ان میں سے کسی کی بھی آنکھوں میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات نہیں نظر آئے۔

نادر کا دل چاہا کہ وہیں قتل عام شروع کر دے۔ لیکن اس نے خود کو قابو میں رکھا اور پھر چل پڑا۔ لیکن اس کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔ اگر صرف پیروں میں کسی کی ٹانگ لگ جانے ہی کا معاملہ ہوتا تو وہ اُسے اتفاق سمجھ کر چپ ہو رہتا مگر اُسے تو اچھی طرح یاد تھا کہ کسی نے اُسے دھکا بھی دیا تھا۔ اس کا ذہن کشت وخون کی باتیں سوچ رہا تھا۔ مگر پھر یک بیک خیال آیا کہ وہ اپنی زندگی کی راہ بدل چکا ہے، اُسے صبر سے کام لینا چاہئے۔

وہ ملبوسات کی اس دوکان میں واپس آیا جہاں سلویا کو چھوڑ کر بیج خریدنے گیا تھا۔ سلویا وہاں کچھ کپڑے خریدنے کے لئے رکی تھی۔

"تم بہت جلد واپس آ گئے۔"

"ہاں مادام صرف بیج ہی تو خریدنے تھے۔"

کپڑے خرید کر سلویا بھی باہر نکل آئی۔ اس نے اپنی چھوٹی سی آسٹن ایک گلی میں پارک کی تھی۔

جیسے ہی وہ گلی میں داخل ہونے لگی نادر کا سر چکرا گیا کیونکہ کھوپڑی پر پڑنے والا ہاتھ اتنی طاقت سے پڑا تھا "چٹاخ" کی آواز شاید دور دور تک پھیلی تھی۔ وہ غراتا ہوا پلٹ پڑا لیکن وہ کس کا ہاتھ پکڑ کر کہتا کہ وہ حرکت اسی کی تھی۔ بہتیرے لوگ تو بالکل ہی بے تعلقانہ انداز میں

گذر رہے تھے اور کچھ اسے اس لئے گھور رہے تھے کہ اس کے پیچھے ہی ایک حسین سی بر
عورت کھڑی تھی۔

"چلو کیوں وقت برباد کر رہے ہو۔" سلویا نے کہا۔

"ج..... جی ہاں۔ چلئے مادام۔" نادر نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔

سلویا اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گئی اور نادر سامان اٹھائے ہوئے پچھلی نشست پر آ
کار گلی سے نکلی اور سلویا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "مجھے اتنے بے تکلف دوست قطعی پس
ہیں، جو سرِ راہ بے عزتی کر بیٹھیں۔ تم خود سوچو یہ کتنی بُری بات تھی۔ لوگ مجھے کیسی نظروں
دیکھ رہے تھے۔ میں اب تمہیں اپنے ساتھ کبھی باہر نہ لے جاؤں گی۔ سوچ سوچ کر شرم
ہو رہی ہے۔"

"یقین کیجئے مادام۔" نادر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہاں نصیر آباد میں م
شناسا نہیں ہے۔ میں ابھی حال ہی میں رام گڈھ سے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی نا
آدمی یہاں میرا دشمن ہو گیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جب میں بیج خرید کر فٹ پاتھ پر آ
کسی نے مجھے دھکا دے کر گرایا بھی تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" سلویا کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔ "مگر تم خود سوچو کہ یہ کتنی بُری بات

"یقیناً بُری بات ہے مادام۔ لیکن میں نے ابھی جو کچھ بھی کہا ہے اس میں ذرہ
جھوٹ نہیں۔"

سلویا کچھ نہ بولی۔ البتہ نادر ہی کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ کون اس طر
پر آمادہ ہے۔ دیکھئے میں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ آج آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں صاد
کے دفتر میں بحیثیت کلرک ملازم ہوا تھا۔ ایک دن کسی نامعلوم آدمی نے صاحب کے کم
میں مجھ سے فون پر گفتگو کی وہ مجھ سے اعتراف کرانا چاہتا تھا کہ میں ایک پُراسرار آد
جہاں تک میری پچھلی زندگی کا سوال ہے میں واقعی بہت بُرا آدمی تھا۔ مگر اب میں ایک
آدمی بننے کی کوشش کر رہا ہوں، لہٰذا میں کیسے اعتراف کر لیتا کہ میں اب بھی بُرا آدمی

اس نامعلوم دشمن نے صاحب کو میری پچھلی زندگی سے آگاہ کر دیا تھا اس لئے انہوں نے مجھے دفتر سے الگ کر دیا۔ لیکن وعدہ کیا کہ میرے لئے کہیں کوئی دوسرا کام تلاش کر دیں گے۔ میں صاحب سے بنگلے پر ملا۔ آپ جانتی ہیں۔ انہوں نے میرے لئے کون سا کام تجویز کیا تھا۔"

"نہیں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ سرمایہ ان کا ہوگا اور محنت میری۔ میں کوکین اور دوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کروں۔"

"اوہ..... پھر.....!"

"میں نے انکار کر دیا مادام۔ میں نے کہا میں باعزت طور پر جائز وسائل سے اپنے لئے روزی کمانا چاہتا ہوں۔ اس پر جھلا کر انہوں نے باغبانی کی تجویز پیش کی، جسے میں نے بخوشی منظور کر لیا۔ لیکن انہوں نے چھ ماہ کے معاہدے کی شرط رکھی میں اس پر بھی تیار ہو گیا اور آپ مجھے اتنے دنوں سے دیکھ رہی ہیں کہ میں کتنی محنت سے کام کر رہا ہوں۔"

سلویا فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ نادر بھی خاموش ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد سلویا نے کہا۔ "میں اپنے صاحب سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس لئے میں تمہاری کہانی کو نہ حیرت انگیز سمجھ سکتی ہوں اور نہ غلط قرار دے سکتی ہوں۔ مگر یہ سن کر حیرت ہوئی ہے کہ تم کبھی بُرے آدمی بھی تھے۔"

"مجھے اعتراف ہے محترمہ کہ میں بہت بُرا آدمی تھا۔"

"تم پر قتل کا الزام تو نہیں ہے۔" دفعتاً سلویا نے چونک کر پوچھا اور نادر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ مطمئن رہئے مادام۔ میں روپوش ملزموں میں سے نہیں ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں نے خود کو پولیس سے چھپانے کے لئے آپ کے بنگلے میں پناہ لی ہے اور اگر آپ کو شبہ لگا ہے تو مجھے پولیس اسٹیشن لے چلئے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ پولیس والے میرا نام سنتے ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں گے۔ لیکن اگر وہ مجھے حراست میں لے سکیں تو مجھے وہیں گولی مار دیجئے گا۔ اس سے صرف اتنا ہی ہوگا کہ نصیر آباد کی پولیس ہوشیار ہو جائے گی اور سرکاری طور

پر آپ کو مجھ سے خبردار رہنے کا مشورہ ضرور دیا جائے گا اور میری نگرانی بھی شروع کردی جائے گی۔

''اتنے خطرناک آدمی ہو۔'' سلویا نے پلکیں جھپکائیں۔

''ہوں نہیں بلکہ تھا مادام۔ لوگ اس پر یقین نہیں کرتے کہ پہلے تھا۔ اب نہیں ہوں۔''

''ہاں۔ یہ دشواری تو ضرور پیش آتی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ جب تم میرے واقعات سے واقف نہیں تھے اس وقت تمہاری نظروں میں جتنی وقعت تھی اب نہ رہی ہوگی۔''

''اس سے زیادہ بڑھ گئی ہے مادام اور اب اس میں ہمدردی بھی شامل ہے۔ جو شخص ا برائیاں تسلیم کر لینے کے سلسلے میں لوگوں کی نظروں سے گرنے کا خطرہ مول لے اس سے زیا باہمت اور اونچا آدمی تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور آپ نے اپنی کہانی تو مجھے اس لئے سنائی تھی میں آپ کے شوہر سے ہوشیار رہوں۔ یعنی مجھے ایک دلدل سے نکالنے کے لئے آپ نے خو میری نظروں سے گرانے کا خطرہ بھی مول لیا تھا۔ میں تو فی زمانہ اتنی جرأت اور عالی ہمتی دوس عورتوں میں نہ پاسکوں گا۔ آپ میری نظروں میں بہت بلند ہیں مادام۔ میرا خیال ہے کہ آ کی کہانی عام نہ ہوگی۔''

''کوئی نہیں جانتا۔ کوئی بھی نہیں۔ کم از کم میرے آبرو باختہ ہونے کا علم تو کسی کو بھی نہیں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ تیرہ سال کی عمر سے سن بلوغ تک اس کی داشتہ رہی ہوں۔ لوگ تو سمجھتے تھے کہ وہ میرے سرپرست کی حیثیت رکھتا ہے اور میں اس کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہوں۔''

''پھر آپ ہی بتائیے کہ میری نظروں میں آپ کا مقام بلند کیوں نہ ہو۔''

سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہوگئی۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔ ''میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ میرا شوہر تمہیں بری راہ پر ہی لگنے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ تمہیں بے بسی کا احساس دلا کر دوبارہ تمہیں تمہاری پچھلی زندگی کی طرف واپس لے جانا چاہتا ہے۔''

''میں نے بھی اکثر یہی سوچا ہے مادام۔ وہ انہیں کا کوئی آدمی تھا جس نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ میں مزدوروں کی طرح کام کر کے پیٹ پال

ہوں تو انہوں نے اس قسم کی حرکتیں شروع کرا دیں۔ اب دیکھئے نا مادام آدمی ہی فرشتہ نہیں ہو سکتا۔ ویسے فرشتہ بننے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن حقیقتاً فرشتہ نہیں ہے۔ اُسے بھی آ ہی سکتا ہے اور ایسے اوچھے قسم کے حملے تو پاگل ہی کر دیتے ہیں۔ جب میں فٹ پاتھ اٹھا تو بے اختیار یہی دل چاہا تھا کہ چاقو نکال کر ایک سرے سے قتل عام شروع کر دوں۔ یہ چے بغیر کہ حرکت کس کی تھی اور پھر جب وہ طمانچہ میرے خدا اگر..... میرے خدا.....!''

نادر کی آواز شدت جذبات سے کانپ گئی۔

''میں سمجھتی ہوں نادر۔'' سلویا نرم لہجے میں بولی۔

پھر نادر خاموش ہوگیا اور کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ پھر وہ بنگلے میں داخل ے۔ جب اندر جانے کے لئے راہداری سے گذرنے لگے تو نادر کی نظر منیجر پر پڑی۔ وہ گ روم میں تنہا تھا اور غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

''ٹھہرو۔'' اُس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔ ''اِدھر آؤ۔''

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ نادر سلویا کا خرید کردہ سامان اٹھائے ہوئے تھا۔

''تم بالکل گدھے اور اُلو کے پٹھے ہو۔'' منیجر نادر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

نادر سرخ ہوگیا۔ بس پتہ نہیں کس قوت نے اُسے روکا تھا۔ ورنہ پرانا نادر تو منیجر کے ے تیوری پر جاگ اٹھا تھا۔ اس نے بہت ضبط کر کے دھیمی آواز میں کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''میں نے تمہارے سپرد باغ کیا ہے یا تم شہر میں خرید و فروخت کرنے کے لئے رکھے ہو۔''

''میں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔'' سلویا بولی۔

''تم خاموش رہو۔'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

سلویا خاموش ہوگئی۔ مگر وہ قہر آلود نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

''مادام کے حکم سے سرتابی کیسے کرتا جناب۔'' نادر نے کہا۔

"مادام کے بچے۔ تم صرف مالی ہو۔"

"تم برابر میری توہین کئے جارہے ہو۔" سلویا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"تم یہاں کھڑی کیوں ہو۔ دفع ہو جاؤ۔"

"کیا تم آدمیوں کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے۔"

"نہیں کر سکتا۔" منیجر گردن جھٹک کر بولا۔

"تمہیں شرم آنی چاہئے۔"

"نہیں آئے گی۔"

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یا تو دیوانہ ہو گیا ہے یا نشے میں ہو۔

سلویا نے نادر کے ہاتھ سے پیکٹ لئے اور انہیں بازوؤں میں سنبھالتی ہوئی وہا
چلی گئی۔

"میں سمجھتا ہوں۔" منیجر آنکھیں نکال کر بولا۔ "تمہاری پچھلی زندگی۔ مگر پچھلی ز
نہیں اب کس قسم کا فراڈ کرنا چاہتے ہو۔ میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا کہ تم نے اپنا پچھلا پیشہ
کر دیا ہے، جس شخص نے تمہارے متعلق فون پر اطلاع دی تھی وہ تم سے اچھی طرح واقف
ہوتا ہے۔ اس نے مجھے فون پر ہی بتایا تھا کہ تم بہت مالدار آدمی ہو۔ مگر میں آگاہ کرتا ہ
میں بھی اچھا آدمی نہیں ہوں۔"

"دیکھئے جناب میں آپ کا ملازم ہوں اس لئے آپ کے اچھے یا بُرے ہونے کا
ہی نہیں ہے۔ آخر اب تک میں نے آپ کو کتنے دھوکے دیئے ہیں۔ آپ کو میرے فراڈ
نقصان پہنچا ہے۔"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔"

"میں نے نہیں شروع کی تھی بحث۔"

"تم گدھے ہو۔ تمیز سے بات کرو۔"

"میں نے ابھی تک کوئی بدتمیزی نہیں کی جناب۔ صرف آپ کی باتوں کا معقول ج

یارہا ہوں۔"

"تم بنگلے کے اندر کیوں آتے ہو۔"

"خود سے کبھی نہیں آیا جناب۔ اگر مادام کو کوئی کام ہوتا ہے تو طلب کر لیتی ہیں۔"

"تم اس کے ملازم ہو یا میرے۔"

"میں تو یہی سمجھا تھا جناب کہ وہ مالکہ ہے۔"

"میں سب سمجھتا ہوں۔"

"آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں لیکن ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس جملے سے آپ
کا مراد ہے۔"

"میں ابھی تمہارا حساب کئے دیتا ہوں۔ تم جا سکتے ہو۔"

"چھ ماہ سے پہلے نہیں جناب۔ ہمارے درمیان تحریری معاہدہ موجود ہے۔"

"میں اُسے منسوخ کرتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس میں کوئی ایسا نکتہ نہیں نکال سکیں گے جس کی رو سے آپ
رکیں۔"

"میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتا۔"

"اگر وہ معاہدہ موجود نہ ہوتا تو میں خود بھی یہاں رہنا پسند نہ کرتا۔"

"میں اُسے پھاڑ دوں گا۔ کبھی کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔"

"شاید آپ بھول رہے ہیں کہ اس کی کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔"

"میں کہتا ہوں مجھ سے بحث نہ کرو۔" منیجر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تمہیں یہاں سے جانا
گا۔"

"اگر میں چھ ماہ سے پہلے جانا چاہتا تو آپ مجھے جیل بھجوا دیتے۔ اب آپ مجھے نکال
ہیں تو میں کس سے فریاد کروں۔"

"اب اگر نہ جاؤ گے تو جیل ہی جانا پڑے گا۔"

"کوشش کیجئے۔" نادر نے کہا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔" منیجر گرجا۔ "تم میری اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر نہیں ہو گے۔"

"مادام کا حکم نہ مانوں۔"

"نہیں۔"

"بہت بہتر ہے۔ اب ایسا ہی ہوگا۔"

"باغ کا ستیاناس ہو کر رہ گیا۔"

"پہلے سے بہتر ہے جناب۔ جب میں آیا تھا تو یہاں خاک اڑتی تھی۔"

"جاؤ۔"

نادر اپنی کوٹھری میں چلا آیا۔ منیجر کے خلاف اس کا غصہ تو کبھی کا غائب ہو چکا بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ منیجر کو اس کا سلویا کا ربط ضبط پسند نہیں تھا۔ اس۔ سگریٹ سلگایا اور فرش پر چت لیٹ گیا۔ ابھی اُسے کیاریوں میں پانی دینا تھا۔ اس۔ کہ سگریٹ ختم ہونے تک پائپ بھی خالی ہو جائے گا۔ کیونکہ ملبوسات کی دیکھ بھال کر۔ عورت نل پر کپڑے دھو رہی تھی۔

سگریٹ ختم کر کے وہ پھر باہر آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔

اُسے منیجر پورچ میں کھڑا نظر آیا۔ نظر ملتے ہی اُس نے اشارہ کیا اور نادر اس کی چلا گیا۔

نادر سمجھا تھا شاید پھر وہ کھوپڑی سے باہر ہو جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ ا معمول پر آ چکا تھا اور آنکھوں میں پھر وہی پہلی سی مکار طبیعت کی غماز چمک عود کر آئی۔

"تم واقعی اچھے بن رہے ہو۔ مگر یہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہے۔" اس نے مسکرا

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"اوہ۔ تم شاید اتنے ذہین بھی نہیں ہو جتنا میں نے سن رکھا ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"میں دراصل اس وقت تمہارا امتحان لے رہا تھا۔ واقعی تم نے کافی حد تک خود پر قابو پالیا ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے جناب۔" نادر مسکرایا۔ "پھاوڑا چلانے سے جسم میں قوت آتی ہے اور قوت سے تو شیر تک قابو میں آ جاتے ہیں۔ اپنی طبیعت کیا چیز ہے۔"

"اور تمہارے اس امتحان کے چکر میں بیوی کو بھی ناراض کر دیا۔ سلویا بہت رنجیدہ ہے۔ اُسے حالات کا چونکہ علم نہیں ہے اس لئے راہ راست پر لانے کے سلسلے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ٹھہرو۔ کیا تم سلویا کو صحیح الدماغ سمجھتے ہو۔"

"یقیناً جناب۔ انہوں نے ابھی تک مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں ان کی دماغ کی خرابی کا نتیجہ سمجھ سکتا۔"

"وہ صحیح الدماغ نہیں ہے۔ اس سے شادی کر کے میں نے سخت غلطی کی ہے۔ یہ مجھے اکثر بتایا کرتی ہے کہ جب وہ چھ سال کی تھی تو اُسے پریاں اٹھا لے گئی تھیں اور بھی نہ جانے کیا الا بلا..... میں اس کا مذاق اڑاتا تھا تو خفا ہو جاتی تھی مگر اب میں اس سے خائف ہوں، بے حد خائف۔ ادھر آؤ..... میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔ مجھے معاف کردو۔ اس وقت بہت غصے میں تھا۔ وہ عورت مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

نادر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ پائیں باغ کے ایک گوشے میں آئے۔

منیجر کہہ رہا تھا۔ "میں اتنا اچھا آدمی بھی نہیں ہوں کہ فرشتہ کہلاؤں۔ دولت حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے ہی پڑتے ہیں لیکن میں ان حدود میں کبھی داخل نہیں ہوا جہاں قانون کے بگڑے ہوئے تیور بھی برداشت کرنے پڑیں۔ دنیا میں کوئی ایسا فرشتہ ہے جو سینے پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری سے کہہ سکے کہ اس کی ذات سے کبھی کسی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے اور میں تمہیں قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔ سلویا اب مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ وہ مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دے رہی ہے۔ ملازموں سے میرے متعلق من گھڑت اور بے تکی باتیں کرتی ہے۔"

"مگر جناب انہوں نے مجھ سے کوئی بے تکی بات نہیں کہی۔"

"نہ کہی ہوگی۔ لیکن تمہیں میرا ہر حال میں ہمدرد رہنا پڑے گا۔" منیجر نے اس کے شا پر ہاتھ رکھ کر کہا اور نادر نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

وہ لڑکی

حمید نصیر آباد پہنچ چکا تھا اور فریدی کی ہدایت کے مطابق میک اپ میں تھا۔ لیکن فرید نے اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہوگا۔ بس وہ گرینڈ ہوٹل میں ٹھہر گیا تھا۔ فریدی۔ بس اتنا ہی کہہ دیا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی ٹھہرے اس ہوٹل کے نام سے اُسے بذریعہ تار م کردے چونکہ حمید کو کام کی نوعیت کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ قاسم کو تلاش ک چاہئے۔ بیکاری کے اوقات کے لئے قاسم کچھ ایسا بُرا بھی نہیں تھا۔

حمید کو علم تھا کہ قاسم کسی لڑکی کے چکر میں نصیر آباد آیا ہے۔ اس نے اس لڑکی کی تصو بھی دکھائی تھی اور شاید نام بھی بتایا تھا مگر نام اب ذہن سے اتر گیا تھا۔

بہر حال حمید نے یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس کا اندازہ صحیح نکلا تھا۔ قاسم بھی گرینڈ ہی میں مقیم تھا۔ مگر دشواری میک اپ کی تھی۔ حمید اس پر خود کو ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ لیکن پھر بھی دوسرے ذرائع سے وہ اُسے اپنی تفریحات میں گھسیٹ سکتا تھا۔

قاسم سرِ شام ہی ڈائننگ ہال میں جم گیا تھا۔ حمید نے اُسے دیکھا اور وہ بھی اُس قریب ہی کی میز پر جا بیٹھا۔

قاسم کبھی جماہیاں لیتا اور کبھی کچھ سوچتا ہوا منہ چلانے لگتا۔ پتہ نہیں وہ رات کے کھا کے متعلق سوچ رہا تھا یا اُسے کسی کا انتظار تھا۔ ہوسکتا ہے وہ اسی لڑکی کا منتظر رہا ہو جس کے وہ نصیر آباد آیا تھا۔ اس لئے حمید کو علم نہیں تھا کہ اس لڑکی سے ملاقات ہوئی بھی تھی یا نہیں۔

حمید خاموش بیٹھا رہا۔ مگر اُسے حیرت تھی کہ قاسم ڈائننگ ہال میں بے کار بیٹھا ہوا تھا۔ نے ابھی تک کھانے پینے کا چرخہ نہیں چلایا تھا۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اسموکنگ اور تمباکو کا ڈبہ تھا جو قاسم کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ حمید نے اُسے کبھی تفریحاً بھی پیتے نہیں دیکھا تھا۔ اب وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ قاسم تمباکو کیسے پیتا ہے۔ اس نے حلق سے چند بے ہنگم سی آوازیں نکال کر قاسم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کی طرف متوجہ ے بغیر اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ بے کاری کی اکتاہٹ نے قاسم کو بھی ایک مشغلہ ا دیا اور وہ بھی اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا لیکن اب وہ حمید کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد حمید نے دیکھا کہ وہ پائپ سلگانے کی کوشش کر رہا ہے اور سانپ کی سی کاریں ہال میں گونج رہی تھیں۔ کئی آدمی قاسم کی طرف دیکھنے لگے لیکن وہ ان سب سے پرواہ سلائیاں پھونکتا رہا۔

پھر حمید نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی۔ "پتہ نہیں یہ حرامزادے اتنا گیلا تمباخو کیوں بناتے ۔اچھا سالو..... اب تمباخو کا کارخانہ بھی کھولوں گا۔"

حمید نے بدقت تمام ہنسی ضبط کی۔ قاسم اتنا کھویا ہوا تھا کہ اس نے ادھر اُدھر دیکھنا بھی را نہیں کیا تھا۔ اگر کبھی کسی طرف نظر اٹھ بھی جاتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ سب سے بے ہو اور اُسے توقع ہو کہ دوسرے بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

بمشکل تمام پائپ سلگا اور قاسم کسی ریلوے انجن کی طرح جلدی جلدی دھواں چھوڑنے لگا۔ غالباً تمباکو کو نم ہونے کی وجہ سے اُسے خدشہ تھا کہ وہ پھر بجھ جائے گا۔ لہٰذا وہ کش پر کش رہا۔ حتیٰ کہ پائپ سے لپک اٹھنے لگی اور پھر یک بیک بُرا سا منہ بنا کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا پھر جو کھانسیوں کے جھکڑ شروع ہوئے تو پائپ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا رہا..... اور ا ہوا تمباکو اس سے نکل کر دور جا پڑا۔

لوگ ہنسنے لگے۔ وہ کافی دیر سے قاسم کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔

مگر قاسم کو اب بھی اس کی پرواہ نہیں تھی۔ بدقت تمام کھانسی رکی اور حمید نے اُسے

بڑبڑاتے سنا۔ ''اب کی سالا حلق کے نیچے اتر گیا تھا۔''

غالباً وہ سالا دھواں تھا جو اتفاقاً حلق سے نیچے اُتر گیا۔ ورنہ قاسم تو صرف گالوں
اسے بھر بھر کر فضا میں منتشر کرتا رہا تھا۔

ایک ویٹر نے پائپ اٹھا کر میز پر رکھ دیا اور قاسم جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

''شائے لاؤ۔''

ویٹر تعظیماً جھکا اور آگے بڑھ گیا۔

ادھر حمید بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ اگر وہ قاسم کی میز پر ہوتا تو یہی تفریح طویل بھی
تھی۔ مگر اس وقت، وہ ٹھنڈی آہیں بھر کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم کی ''شائے'' آئی۔ ٹی پاٹ معمول سے کافی بڑا تھا۔

تنہا آدمیوں کی میز پر عموماً چھوٹے چھوٹے ہی ٹی پاٹ لائے جاتے ہیں۔ مگر ظا
کہ ویٹر اس کی خوراک سے آگاہ ہی ہو چکے ہوں گے۔

کچھ وقت گذر گیا۔ حمید ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ قاسم کی چائے نوشی میں ابھی
نہیں لگا تھا۔ دفعتاً ایک خوبصورت سی سفید فام لڑکی قاسم کی میز کے قریب نظر آئی اور قا
کر کھڑا ہو گیا۔

حمید نے پہلی ہی نظر میں لڑکی کو پہچان لیا وہ وہی لڑکی تھی جس کی تصویر قاسم نے اُ
دن پہلے دکھائی تھی۔ حمید نے ایک طویل سانس لی۔ کیونکہ یہ لڑکی اپنی تصویر سے بھی زیاد
تھی۔ اس نے بڑی بے چینی سے پہلو بدلا۔ لڑکی بیٹھ چکی تھی۔

قاسم بالکل اُلو کا پٹھا نظر آنے لگا۔ اس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھ
انڈوں کا ایک مینار بنا کر اس کے حوالے کر دیا ہو اور کہا گیا ہو کہ خبردار ایک بھی انڈا ٹ
پائے، ورنہ کھال کھینچ لی جائے گی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور کبھی وہ تمباکو کا ڈ
طرف سے اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیتا اور کبھی وہ پائپ کو سنبھال کر رکھنے لگتا۔

لڑکی مسکرا کر بولی۔ ''نہ کہنا۔ میں نے کتنی دور سے دیکھ کر تمہیں پہچان لیا تھا اور سید

ی طرف آئی۔''

''جج..... جی..... ہاں۔'' قاسم ہکلایا اور پھر کسی تھکے ہوئے بھینسے کی طرح ہانپنے لگا۔

''آپ تو اپنی تصویر سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔'' لڑکی نے آگے جھک کر پیار بھرے لہجے
کہا اور قاسم کی حالت غیر ہو گئی۔ اس وقت اس کی صحیح شکل و شباہت کا اندازہ کرنا بہت مشکل
کیونکہ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں نے نئے نئے انداز اختیار کرنا شروع کر دیئے تھے۔

''آپ خاموش کیوں ہیں۔'' لڑکی نے پوچھا۔ ''کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ ارے
لوسی پالگریو ہوں۔''

''پ..... پہچان لیا۔'' قاسم کے حلق سے آواز کو آزادی حاصل ہوئی۔

''پھر کیا بات ہے آپ کے خطوط تو بے حد دوستانہ ہوتے تھے۔''

''اوہ..... مم..... دراصل جی ہاں جی ہاں۔ بیمار ہو گیا ہوں۔''

''کیوں کیا ہوا۔''

''بخار.....!''

''اب کیا حال ہے۔''

''اب تو اچھا ہوں۔''

''اچھا..... اچھا شاید اسی لئے آپ تصویر سے کچھ دبلے نظر آرہے ہیں، مجھے بے حد
ل ہے۔''

''کوئی بب..... بات نہیں ہے۔''

''آپ سے مل کر واقعی بے حد خوشی ہوئی ہے۔'' لڑکی ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔ ''میں تو آپ کو
ب میں دیکھا کرتی تھی۔ یہ میں نے اپنے خط میں بھی لکھا تھا۔''

''میں بھی دیکھتا تھا۔''

''آپ بھی دیکھتے تھے۔'' لڑکی ناز کرنے کے سے انداز میں مسکرائی۔ ''بھلا کیوں۔''

حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے خود اس کے حلق میں ہڈی اٹک گئی ہو۔

"بب.....بس۔" قاسم بوکھلا کر بولا۔ "یونہی.....بس یونہی۔"

"سچی بات نہیں بتاؤ گے۔" لڑکی ہنس پڑی اور ساتھ ہی قاسم کی ہی ہی بھی چل نکلی۔

حمید کو اس پر اتنا غصہ آرہا تھا کہ وزنی ساگلدان اس کے سر پر پنخ دے مگر وہ بھی سو تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے۔

ادھر اب قاسم کی ہمت کھلتی جارہی تھی اور وہ باقاعدہ بولنے پر آمادہ نظر آنے لگا تھا۔

حمید نے بھی ایک ویٹر کو اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا تو آہستہ سے بولا "یہ م کھانا کس وقت کھاتے ہیں۔"

"پتہ نہیں۔ جناب ان کی میز والا جانتا ہوگا۔"

"کیا یہ اسی میز پر بیٹھتے ہیں۔"

"شاید انہوں نے اپنے لئے کوئی میز مخصوص نہیں کرائی۔"

"اچھا.....دیکھو کافی لاؤ۔ ساتھ ہی سینڈوچ بھی لانا۔"

ویٹر چلا گیا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ خواہ وہ کسی قسم ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ مگر حمید اُسے برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی قاسم جیسے کے ساتھ تضیع اوقات کرے۔

لڑکی قاسم سے کہہ رہی تھی۔ "میں کتنی خوش ہوں بیان نہیں کرسکتی۔ بس یہ سمجھ لیجئے تک میں اتنی خوش کبھی نہیں ہوئی۔"

"میں بھی بالکل.....یعنی کہ بہت زیادہ خوش ہوں۔ جی ہاں۔" قاسم سر ہلا کر بولا سچ مچ بہت زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔ حمید کے دل پر چھریاں سی چل رہی تھیں۔ اس کا دل تھا کہ یک بیک قاسم کی میز پر چھلانگ لگادے۔

اچانک اس نے محسوس کیا کہ لڑکی کچھ اداس سی نظر آنے لگی ہے۔ قاسم نے بھی شاید محسوس کرلیا تھا۔

فعتاً لڑکی مغموم آواز میں بولی۔ "میں آپ سے پرسوں ہی ملی ہوتی جب آئے تھے۔ مگر میرے خاندان والوں کو ایک بہت بڑی الجھن سے دوچار ہو جانا پڑا۔"

"کیا بات ہے مجھے بتائیے۔"

"اب کیا بتاؤں۔ میرے ڈیڈی کے دشمن ان کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کر رہے ہیں۔ ڈیڈی یورپ گئے ہیں۔ چھ ماہ تک واپس نہ آسکیں گے۔ یہاں دراصل نس ہے۔ ان کے ایک دشمن نے ان کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ بنایا ہے اور ان کی غیر ی میں ان کے خلاف ایک لاکھ کی ڈگری لایا.....اور.....!"

حمید اس سے آگے نہ سن سکا۔ کیونکہ آرکسٹرا جاز بجانے لگا تھا۔ حمید کو اس کی بے وقت نائی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسے یقین ہو چلا تھا کہ یہ لڑکی قاسم سے کوئی بہت بڑا فراڈ کرنے والی اسے یاد آیا کہ قاسم نے اس لڑکی سے خط و کتابت کے سلسلے میں بتایا تھا کہ وہ ایک تصویر ہ سے ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔ قاسم کی وہ تصویر ایک اسکول کے میگزین پی تھی اور تصویر بھی یوں چھپی تھی کہ قاسم سے اسی اسکول کے جلسے کی صدارت کرا کے کوئی قم وصول کی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس میگزین میں قاسم کے اس "عطیہ" کا تذکرہ بھی ضرور گا۔ موٹی مرغی.....حمید نے سوچا کسی جال میں پھنسنے والی ہے۔

جاز بجتا رہا اور وہ صرف ان کے ہونٹ ہلتے دیکھتا رہا کیونکہ گفتگو سننا مشکل تھا۔ ویسے وسیقی کی لہروں کے ساتھ ہی ان کی آوازیں بھی کانوں سے ٹکراتی تھیں۔ لیکن فضول۔

کچھ دیر بعد حمید نے قاسم کو جیب سے چیک بک نکالتے دیکھا اور اس کا ذہن ہوا میں نے لگا۔ قاسم نے قلم نکال کر چیک بک پر کچھ لکھنا شروع کردیا اور پھر جب وہ اس میں سے پھاڑنا چاہ رہا تھا لڑکی نے اس انداز میں اپنا ہاتھ چیک بک پر رکھ دیا جیسے اسے چیک نے سے روک رہی ہو۔ اس کے ہونٹ بھی ہل رہے تھے۔ پھر قاسم نے چیک پھاڑے بغیر چیک جیب میں رکھ لی اور اٹھ گیا۔ لڑکی بھی اٹھی اور وہ دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

اب حمید کس طرح وہیں بیٹھا رہ سکتا تھا۔

غیر متوقع حالات

نادر کافی رات گئے تک سوچتا رہا کہ آخر اب منیجر اس سے کیا چاہتا ہے۔اس نے کے متعلق بھی اسے شبہے میں مبتلا کر دیا تھا۔اب وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے سلویا ہی کسی معا میں منیجر کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔اب تک اس کی نظروں سے صدہا قسم کی عو گذری تھیں۔ان میں ایسی بھی آٹکرائی تھیں جن کا نادر نے احترام کیا تھا۔یعنی اس نے ا سمجھنے میں غلطی کی تھی۔وہ انہیں فرشتہ سمجھتا رہا تھا لیکن وہ شیطان سے بھی زیادہ بھیانک ثا ہوئی تھیں۔

منیجر سے گفتگو کرنے کے بعد پھر سلویا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ورنہ وہ اُسے ٹٹولنے کوشش کرتا۔مگر پھر اس نے سوچا آخر ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اچھائیوں کی تلاش میں نکلا تھا پھر کسی دلدل میں پیر ڈالنے کیا ضرورت تھی۔

وہ کافی رات گئے سویا لیکن زیادہ دیر تک نہیں سو سکا۔کیونکہ صبح ہی صبح کسی نے اس کوٹھری کے دروازے پر دستک دی۔

باہر سلویا کھڑی تھی۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ساری رات سو نہ سکی ہو۔اس کی آنکھ سرخ تھیں اور آنکھوں کے نیچے حلقے سے معلوم ہو رہے تھے۔

''میں اس سے ڈر نہیں سکتی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''تمہیں بھی نہ ڈ چاہئے۔خدا کے لئے میری مدد کرو۔فی الحال تمہارے سوا مجھے اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جو ا کی حرکتوں کا جواب دے سکے۔''

''آخر بات کیا ہے مادام۔میرا خیال ہے کہ اگر صاحب نے دیکھ لیا تو''

''اوہو تو کیا تمہیں اس نے مرعوب کر لیا ہے۔''

''نہیں مادام۔لیکن انہوں نے مجھے شبہے میں ضرور مبتلا کر دیا ہے.....اوہ وہ اس وق ہیں کہاں۔''

''رات باہر گیا ہے۔آج شام تک واپس آئے گا۔مگر اب پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے۔ اس نے کس شبہے میں مبتلا کر دیا ہے۔''

''ان کا خیال ہے کہ آپکے دماغ میں فتور ہے یا پھر آپ انہیں بلیک میل کرنا چاہتی ہیں۔''

''وہ کتے کا پلا ہے۔'' سلویا جھلا کر بولی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پھر ئی آواز میں سسکیاں لیتی ہوئی کہنے لگی۔ ''اس سے بڑا کمینہ اور ذلیل آج تک میری روں سے نہیں گذرا۔میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔چلو اندر چلو، میں بہت کچھ ؤں گی۔''

''مگر صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں بنگلے میں قدم نہ رکھوں۔''

''میں قانوناً اس کی بیوی ہوں۔تم یہ مسئلہ ہم دونوں پر چھوڑو۔اب مجھے اس کی پرواہ بھی ہیں ہے کہ میرے باپ کو پھانسی ہو جائے گی۔''

نادر چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ ''چلئے۔''

اس نے سوچا کہ دیکھ ہی لینا چاہئے۔کون جھوٹا ہے۔

سلویا اسے پھر کچن ہی میں لے آئی۔

نادر پھر اسی کرسی پر بیٹھ گیا جس پر اس سے پہلے بھی ایک رات بیٹھ چکا تھا۔

''ہاں.....اس نے میرے متعلق کیا کہا تھا۔''

نادر نے اختصار کے ساتھ اُسے منیجر کے خیالات سے آگاہ کر دیا۔سلویا اس طرح دانت س رہی تھی جیسے اب ملاقات ہونے پر اپنے شوہر کو کچا ہی چبا جائے گی۔

''وہ جھوٹا اور بے ایمان ہے۔اُسے خدشہ ہے کہ کہیں میں تمہاری ہمدردیاں نہ حاصل کرلوں اور تم سے تو وہ اچھی طرح واقف ہی ہے۔''

''اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مادام میں کیا کروں۔''

''تم میری طرح عورت تو نہیں ہو۔تمہیں یہ نہ سوچنا چاہئے۔اب مجھے خصوصیت سے کسی نہ کسی کی مدد درکار ہے کیونکہ وہ مجھ سے جو کچھ چاہتا ہے اسے میں کسی قیمت پر بھی پسند نہ

کر سکوں گی۔"

"وہ کیا چاہتا ہے۔" نادر نے پوچھا۔

"اب وہ مجھے اپنے دوستوں کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔"

نادر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ سلویا کہتی رہی۔ "مگر میں یہ بھی رہی ہوں کہ وہ آج کل کچھ خائف بھی رہتا ہے۔ پتہ نہیں وہ کس مصیبت میں پڑ گیا ہے یا میرے لئے کوئی کنواں کھود رہا ہے۔ پچھلی رات اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں نے اسکے مشور پر عمل نہ کیا تو وہ کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہوگا ساتھ ہی میرا باپ بھی زندہ نہ رہیگا۔

"وہ مشورے کیا ہیں مادام۔"

"اس نے کہا تھا کہ میں آج رات کو یہاں کی ایک مشہور عمارت میں ایک آدمی ملوں اور مجھ سے جو کچھ بھی کہا جائے اس پر بے چوں و چرا عمل کروں۔"

"تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"میں ہرگز نہ جاؤں گی۔"

"نہیں آپ وہاں چلئے۔ اس طرح حالات سے آگاہی بھی ہو سکے گی۔"

"لیکن اگر۔"

"ہاں کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئیں۔"

"اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو۔"

"میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ ایسا نہ ہونے پائے۔"

"کیا تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"جی ہاں اور آپ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں گا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس نے میز پر دو کپ رکھ دیئے تھے اور اب ان میں چائے انڈیل رہی تھی

"مجھے خوف معلوم ہوتا ہے نادر۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا اور پیسٹریوں کی پلیٹ نادر کی طرف کھسکا دی۔

"اچھا تو پھر صاحب کے مشورے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں کیا ارادہ رکھتی ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ پچھلی رات ایک منٹ کیلئے بھی نہیں سوئی۔"

"بس تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ناشتہ کر کے سو جایئے۔"

"مجھے اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک کہ میں مطمئن نہ ہو جاؤں۔"

"کس سلسلے میں اطمینان کرنا چاہتی ہیں۔"

"یہی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور اس عمارت میں بھیجنے کا مقصد کیا ہے۔"

"دیکھئے۔ مقصد اس وقت تک نہیں معلوم ہو سکتا جب تک کہ آپ ان کے مشورے پر عمل نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ فرض کرو میں اس کے مشورے پر عمل کرتی ہوں۔ اوہ تم نے پیسٹریاں نہیں لیں۔ لو یہ چائے لو۔ ہاں فرض کرو۔ میں وہاں جاتی ہوں اور میرے ساتھ تم بھی ہوتے ہو۔ اگر تمہارے متعلق اسے علم ہو گیا تو تم کیا کرو گے۔"

"سیدھی سی بات ہے مادام۔ میں ان سے کہہ سکوں گا کہ میں انہیں کی ہمدردی میں وہاں گیا تھا۔ میں ان سے کہوں گا کہ میں مادام کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا ہوں اور ان کا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت میں گیا تھا۔"

سلویا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس کی سب سے بڑی الجھن فوری طور پر رفع ہو گئی ہو۔

"اوہ پھر تم نے پیسٹریاں نہیں لیں۔ دیکھو نادر میں خلوص کی بھوکی ہوں اور خلوص مجھے کبھی نہیں ملا۔ میں تمہیں اپنا صرف دوست سمجھتی ہوں۔"

"اگر آپ حق پر ہیں مادام تو مجھے ہمیشہ اپنا دوست پائیں گی۔"

"اوہ..... تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا۔"

"میں اس کا اعتراف کر کے آپ کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔ بس آپ آج وہی کیجئے جو میں کہہ رہا ہوں۔ اگر وہاں آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی ہوئی تو پرانا نادر ایک بار پھر

جاگ اٹھے گا لیکن اس صورت میں مطمئن رہے گا کہ حق کی حمایت میں اسکے قدم اٹھے ہیں۔"

"اچھا نادر" سلویا نے ٹھنڈی سانس لی۔ "ارے پھر تم نے پیسٹری نہیں لی۔"

"میں اپنی موجودہ حیثیت سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا مادام۔"

"کیا مطلب.....!"

"مجھے وہی باسی روٹی کا ٹکڑا چاہئے جو روزانہ ملتا ہے۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو نادر۔"

"ہرگز نہیں مادام۔ میں طنز نہیں کر رہا۔ میرے مطالبے میں خلوص ہے۔ میں آپ کی امکانی خدمت کر سکتا ہوں۔ مگر موجودہ حیثیت کی حدود سے قدم نکالے بغیر مجھے کسی ایسی بات پر مجبور نہ کیجئے، جو میرے ضمیر کی ملامت کا باعث بنے۔"

"تم واقعی بہت شریف اور اونچے آدمی ہو نادر۔ میں یقین نہیں کر سکتی کہ کبھی بُرے رہے ہو گے۔ آدمی اتنی جلدی خود کو نہیں بدل سکتا۔"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں مادام۔ وہ آدمی جو دریاؤں کے رخ بدل سکتا ہے پہاڑوں کے جگر چیر سکتا ہو۔ کیا وہ خود کو نہیں بدل سکتا۔"

"ہاں... الفاظ میں تو وہ بہت کچھ کر سکتا ہے مگر.....!"

"اگر وہ سوچ سکتا ہے تو کر بھی سکتا ہے مادام۔"

سلویا کچھ نہ بولی۔ وہ ایک بڑی روٹی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ رہی تھی۔

نادر خاموشی سے روٹی کے ٹکڑے چائے میں ڈبو ڈبو کر کھاتا رہا۔

اسی شام کو سلویا نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ وہ اپنے شوہر کی ہدایت مطابق اس عمارت میں جانے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ منیجر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ نادر کو ایک سیاہ نقاب کا انتظام کرنا پڑا چونکہ وہ ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ دونوں میں سے کون پر ہے۔ اس لئے اسے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔

ایڈگر ہاؤز نصیر آباد کی مشہور ترین عمارتوں میں سے تھا۔ نادر سلویا کا تعاقب کرتا ہوا

جا پہنچا مگر دشواری یہ تھی کہ وہ صدر دروازے سے عمارت میں نہیں داخل ہونا چاہتا تھا۔

سلویا اندر چلی گئی اور نادر اپنے لئے کوئی مناسب راہ تلاش کرتا ہوا عمارت کی پشت پر آیا۔ راستہ ملنے میں کوئی دشواری بھی نہیں پیش آئی کیونکہ گندے پانی کا پائپ اوپری منزل تک چلا گیا تھا۔ نادر نے جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونسے اور پائپ کے سہارے اوپر چڑھتا چلا گیا۔

اوپری منزل ویران پڑی ہوئی تھی۔ کسی جگہ بھی روشنی نہیں دکھائی دی۔

نچلی منزل کے زینے تلاش کرنے میں بھی دشواری نہیں پیش آئی اور پھر کچھ دیر بعد وہ اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں اس کا پہنچنا ضروری تھا۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ سلویا اندر ہی تھی، مگر نادر نے جو کچھ بھی دیکھا وہ اس کے لئے غیر متوقع اور تحیر کن تھا۔ ایک بوڑھا یوریشین جس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور ظاہری حالت بہت سقیم تھی۔ سسک سسک کر رو رہا تھا اور سلویا اس طرح سامنے کھڑی ہوئی تھی جیسے اس سے کوئی زبردست غلطی سرزد ہوئی ہو۔ ویسے اس کے چہرے پر گہرے غم کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً بوڑھا اپنی سسکیوں پر قابو پا کر بولا "اب یہ لوگ مجھ سے بھی قتل کرانا چاہتے ہیں۔ جس راز سے ڈریگی واقف تھا اس سے یہ بھی واقف ہیں۔ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر میں نے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"کسے قتل کرانا چاہتے ہیں۔" سلویا نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ڈریگی کو۔"

"ارے۔" سلویا یک بیک اچھل پڑی اور پھر بولی۔ "اسی نے تو مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"ڈریگی نے۔" بوڑھا بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ادھر اچانک کسی نے نادر کی گردن پیچھے سے پکڑ لی۔ نادر بڑی تیزی سے مڑا اور ایک جھٹکے کے ساتھ گردن چھڑا کر اس کے پیٹ پر ایک لات رسید کی۔ وہ آدمی تو چیخ کر وہیں ڈھیر ہو گیا لیکن اس کے پیچھے کھڑے ہوئے دوسرے آدمی نے نادر پر چھلانگ لگا دی۔ نادر بھی غافل نہیں تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹا اور چھلانگ لگانے والا منہ کے بل آ رہا۔ پھر نادر نے اُسے

سنبھلے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی دو ہی ٹھوکروں نے اس کا مغز تک ہلا کر رکھ دیا۔

مگر دو آدمی نہ جانے کدھر سے نکل آئے۔ نادر انہیں دیکھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

وہ دونوں بھی خاصے پھرتیلے اور تیز رفتار معلوم ہوتے تھے۔ دروازے تک جا کر اچانک نادر پھر پلٹا۔ اس کی یہ حرکت دونوں تعاقب کرنے والوں کے لئے غیر متوقع تھی اس لئے وہ گڑبڑا گئے۔ نادر کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے دونوں کے چہروں پر بیک وقت بھرپور ہاتھ رسید کئے۔ دونوں ہی لڑکھڑائے لیکن نادر نے ایک کو سنبھال کر بڑی تیزی سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے دوسرے پر پٹخ دیا۔ دونوں ہی چیخ کر ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے۔

دروازے میں سلویا کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔ نادر کا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ چار آدمی فرش پر پڑے ہوئے تھے اور نادر سلویا کو گھور رہا تھا۔

دفعتاً بوڑھا بڑبڑایا۔ ''یہ کون ہے۔''

''ایک ہمدرد۔'' سلویا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ارے تو پھر کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ نکلو یہاں سے۔ ان چاروں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔

نادر نے سلویا کو اشارہ کیا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سلویا اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ لیکن بوڑھا آدمی ان دونوں سے زیادہ تیزی دکھا رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے پہلے وہی کمپاؤنڈ میں پہنچا۔ اس نے مڑ کر نادر سے کہا۔

''ان کی گاڑی گیراج میں موجود ہے۔''

''آ..... ہاں۔'' نادر نے کہا اور دوڑتا ہوا گیراج کی طرف چلا گیا۔ کار اندر موجود تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اُسے باہر نکالا۔ سلویا اور بوڑھا پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔

کار پھاٹک سے نکلی اور ایک طرف روانہ ہو گئی۔

''مگر میں اب کہاں جاؤں۔'' بوڑھا بڑبڑا رہا تھا۔ ''یہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے۔''

یوں.....!'' نادر نے پوچھا۔

''یہ کون ہے۔'' بوڑھے نے سلویا سے پوچھا۔

''ایک ہمدرد۔''

''میں نام معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' بوڑھا جھنجھلا گیا۔

''نام نہیں بتایا جائے گا۔'' سلویا نے بھی غصیلی آواز میں کہا۔

بوڑھا خاموش ہو گیا اور نادر نے سلویا سے پوچھا۔ ''کدھر مادام۔ یہ شہر میرے لئے بالکل ہے۔ میں راستوں سے واقف نہیں ہوں۔''

''اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا۔ ہم گھر نہیں جائیں گے۔'' سلویا نے جواب دیا۔

''کہاں..... کہاں۔'' بوڑھا مضطربانہ انداز میں بولا۔

''کہیں بھی مگر میں تمہیں لے جاؤں گی۔ ڈیڈی تم نے کہا تھا کہ وہ تمہیں کہیں سے بھی سکتے ہیں۔''

''مادام جلدی کوئی فیصلہ کیجئے۔ اس کار کے سلسلے میں ہم گرفتار بھی کئے جا سکتے ہیں۔''

''تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں۔''

''یہ آپ کے ڈیڈی ہیں۔''

''ہاں۔''

''آپ انہیں گرفتار کرا دیجئے۔''

''کیوں..... کیا بک رہے ہو۔'' بوڑھا بوکھلا کر بولا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مسٹر۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ مسٹر ڈریگی آپ کو بلیک کرنا چاہتے تھے۔ کسی دوسرے نے آپ کو پکڑا اور آپ سے چاہتا ہے کہ آپ ڈریگی کو قتل دیں۔ ادھر مسٹر ڈریگی بھی بلیک میل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مادام کو اس عمارت میں بھیجا تھا کہ وہ اس شخص سے ملیں، جو انہیں بلیک میل کر رہا ہے۔ کیا یہ الجھاؤ حیرت انگیز نہیں غالباً مادام یہاں اس لئے بلوائی گئی تھیں کہ آپ انہیں ڈریگی کے قتل پر آمادہ کر سکیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' سلویا نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

"ایک ہی آدمی آپ کے ڈیڈی اور مسٹر ڈریگی کو بلیک میل کر رہا ہے۔ یقین کیجئے مسٹر.....ار..... کیا نام ہے۔ آپکے ڈیڈی آپ کو مجبور کرتے تھے کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دے دیں۔"

"کیوں ڈیڈی۔"

"ہاں۔" بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھا آپ نے۔" نادر نے سلویا کو مخاطب کیا۔

"یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔"

"دیکھئے مادام..... اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کے ڈیڈی محفوظ رہیں تو انہیں پولیس کے حوالے کر دیجئے۔"

"نہیں..... نہیں..... میں مرنا نہیں چاہتا۔" بوڑھے نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سسکی لی۔

"ایک منٹ خاموشی رہیے مسٹر۔ پوری بات سن لیجئے۔ ہاں مادام۔ پوری بات سن لیجئے آپ فی الحال انہیں تھانے لے جایئے اور ان کے خلاف رپورٹ درج کرا دیجئے کہ یہ آپکا بگ اڑا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ آپ دونوں میں کیا رشتہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ صرف جیل ہی میں محفوظ رہ سکیں گے اور آپ بھی مطمئن رہ سکیں گی۔"

سلویا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "تمہاری تجویز معقول ہے۔"

"اچھا تو بس تھانے کی طرف چلئے۔ میں آپ دونوں کو وہاں اتار کر گاڑی کہیں اور چھوڑ دوں گا۔"

"نادر واقعی تم بہت کام کے آدمی ہو۔" سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

چیک بک

قاسم اور لوسی پالگریو ایک ٹیکسی میں تھے اور حمید بھی ٹیکسی ہی میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اگلی ٹیکسی ایک عمارت کے سامنے رکی۔ مگر یہاں اندھیرا تھا۔ حمید نے اپنی ٹیکسی کی رفتار کم کرادی اور پھر اس نے ان دونوں کو ٹیکسی سے اترتے دیکھ کر اپنی ٹیکسی رکوا ہی دی۔ دونوں ٹیکسیوں کے درمیان تقریباً تین سو گز کا فاصلہ تھا۔

اگلی ٹیکسی کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ انکے اترنے کے آدھے منٹ بعد ہی ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ پھر تاروں کی چھاؤں میں وہاں صرف قاسم ہی کا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ لڑکی شاید عمارت میں چلی گئی تھی۔ حمید ٹیکسی سے اتر آیا لیکن ڈرائیور کو ہدایت کردی کہ وہ اسکی واپسی تک وہیں ٹھہرے۔

قاسم جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً حمید اس سے ٹکرایا اور ایسا کرتے وقت اس کی جیب سے چیک بک اڑا لی۔

"ابے اندھے ہو گیا۔" قاسم غرایا۔

"شکر ہے کہ تم آدمی ہی نکلے۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔ "ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ شاید اندھیرے میں کسی گدھے سے ٹکرا گیا ہوں۔"

"بھاگ جاؤ۔" قاسم گھونسہ اٹھا کر بولا۔ "میں یہاں لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔"

"بہت اچھا جناب۔" حمید نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک عمارت کی کمپاؤنڈ وال سے جا لگا۔ بہرحال وہ یہاں سے قاسم کو صاف دیکھ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد اُسے قاسم کے قریب ہی ایک دوسرا سایہ بھی نظر آیا۔ یہ یقیناً وہی لڑکی لوسی تھی پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔

حمید اپنی جگہ سے ہلا اور پھر اسی عمارت کیطرف چلنے لگا جس میں وہ دونوں داخل ہوئے تھے۔

چھوٹے سے پائیں باغ کے صرف ایک حصے پر روشنی کا بڑا سا دھبہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے حصے تاریک پڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر آ جانے والی روشنی تھی۔

حمید نے جب اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اس عمارت میں کتوں کی موجودگی کے

امکانات نہیں ہوسکتے تو وہ پائیں باغ میں داخل ہوگیا۔

وہ کمرہ خالی تھا جس سے روشنی باہر آرہی تھی۔ وہ روشنی کی زد سے بچ کر نکلا اور با
جانب مڑ گیا۔ ادھر کمپاؤنڈ وال اور اصل عمارت کی دیوار کے رنگین شیشے بھی روشن نظر آر
تھے۔ حمید آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ آخر کار اس نے قاسم کی ''غوں غوں'' سن ہی لی
ہنس ہنس کر ہکلا رہا ''جی ہاں۔ بہت بہت گہری دوستی۔ مجھے یوریشین لوگ بے حد پسند ہیں
میں اپنے ایک بوڑھے یوریشین پڑوسی کو فادر کہتا ہوں۔ جی ہاں..... جی ہاں۔''

اس کھڑکی کے شیشے منقش اور رنگین تھے۔ اس لئے حمید کمرے کے اندر کا حال نہ
سکا۔ ویسے اس نے قاسم کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا اور سمجھا تھا۔

''اوہ انکل۔'' اس نے لڑکی کی آواز سنی۔ ''یہ بہت شریف اور عالی ہمت ہیں۔ میں
دنگ رہ گئی ان کی عالی ہمتی دیکھ کر۔''

''کیا بات ہے۔'' یہ کسی مرد کی بھرائی ہوئی آواز تھی۔

''بس کیا بتاؤں انکل۔'' لڑکی کی آواز سے شرمندگی ظاہر ہو رہی تھی۔ ''میری حماقت
ڈگری کا ذکر نکل آیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہمارا دشمن ایک لاکھ کی ڈگری لایا ہے۔ پاپا یو
گئے ہیں اور چھ ماہ تک واپس نہیں آسکیں گے ان کی عادت ہے کہ وہ سفر کے دوران میں
کم خط و کتابت کرتے ہیں اور اس وقت یہ پتہ نہیں یورپ کے کس حصے میں ہوں گے اور
کے دستخط کے بغیر کوئی بڑی رقم بینکوں سے نہیں نکالی جاسکتی۔''

''خاموش رہو۔'' دفعتاً مرد نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''آخر اس قسم کی بکواس کی
ضرورت تھی۔''

''بب..... بس غلطی ہوگئی انکل۔ مگر میں نے دوسری غلطی نہیں کی۔'' لڑکی سہمی ہوئی
آواز میں بولی۔

''دوسری غلطی کیسی۔'' مرد غرایا۔

''یہ مجھے پچاس پچاس ہزار کے دو چیک دے رہے تھے جو تین دن کے وقفے سے

کرائے جاسکتے۔ لیکن میں نے نہیں لئے۔''

''ارے تو بات ہی کیا تھی دوستی میں۔'' قاسم نے کہا اور حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں
میں دبالیا۔

''نہیں جناب۔ یہ لڑکی احمق ہے۔'' مرد کی آواز آئی۔

''میرا خیال ہے آپ چیک لے لیجئے جب ان کے پاپا آجائیں تو آپ یہ روپے واپس
کردیجئے گا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ ہم ایسا نہ کرسکیں گے۔'' مرد کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''آپ مجھے مایوس کررہے ہیں۔'' قاسم دردناک آواز میں بولا۔

''تم بہت واہیات ہو لوسی۔ تمہیں خاندان کی عزت کا خیال نہیں ہے۔'' مرد کی آواز
غصیلی تھی۔

''میں کیا بتاؤں انکل۔ بڑی غلطی ہوئی۔ یقیناً مجھے ان سے اسکا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

''آپ لوگ مجھے غیر سمجھتے ہیں۔'' قاسم گڑگڑایا۔

''انکل یہ زبردستی کررہے ہیں کہ میں چیک لے لوں۔ لیکن میں نے کہا کہ میں انکل کی
اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کرسکتی۔ لہٰذا یہ اسی وقت آپ سے ملنے پر مصر ہوگئے۔ مجھ سے
بہت بڑی بڑی غلطیاں ہوجاتی ہیں، انکل خدا کے لئے معاف کردیجئے۔''

''دیکھئے انکل۔'' قاسم پھر گڑگڑایا۔ ''آخر مجھے بتایئے نا کہ اس میں کیا برائی ہے۔ سمجھ
لیجئے گا کہ آپ کی فرم نے کسی پارٹی سے ایک لاکھ روپے قرض لئے ہیں۔''

''اب یہ تذکرہ ختم کردیجئے جناب۔'' مرد کی آواز میں احتجاج تھا۔

''دیکھئے خدا کے لئے مان جایئے۔'' قاسم کی آواز آئی اور حمید کا دل چاہا کہ اس کی گردن
اڑا دے۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اس کی گردن بہت موٹی ہے۔

''اُف فوہ۔ آپ بھی بڑے ضدی ہیں۔'' مرد کی آواز سے ہنس دینے کا سا انداز صاف
ظاہر ہو رہا تھا۔

"ہاں.....دیکھئے بس میری یہ درخواست منظور کر ہی لیجئے۔"

"اچھا جناب۔" مرد تھکے تھکے سے لہجے میں بولا۔ "مگر مجھے فرم کی طرف سے پر
وغیرہ لکھنے کا اختیار نہیں ہے۔"

"ارے لعنت بھیجئے پرونوٹ پر۔" قاسم جلدی سے بولا۔ "آپ بھی کیسی باتیں
ہیں مسٹر ار.....انکل..... یہ بھی کوئی بات ہوئی یعنی کہ جی ہاں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر یک بیک حمید نے قاسم کی "ارے ارے" سنی۔ جس
کی بوکھلاہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"یعنی کہ.....کیا ہوگئی.....اُف فوہ۔"

"کیا بات ہے۔" مرد کی آواز آئی۔

"مم.....میری چیک بک۔"

"کیوں.....چیک بک کو کیا ہوا۔" یہ لڑکی کی آواز تھی۔

"اسی جیب میں رکھی تھی آپ کے سامنے۔"

"ہاں.....رکھی تو تھی پھر۔"

"غغ.....غائب ہوگئی۔"

"نہیں۔" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں۔"

"کیسے غائب ہوگئی۔" مرد کی آواز آئی۔

"اوہ.....ٹھہرئیے مجھے سوچنے دیجئے۔" قاسم رک رک کر بولا۔ "جی ہاں۔ اب یا
ہے۔ وہ کوئی جیب کترا ہی تھا۔"

"کون.....!" لوسی اور اس کا انکل بیک وقت بولے۔

"جب آپ مجھے سڑک پر چھوڑ کر اندر آئی تھیں.....تب ایک آدمی مجھ سے اندھ
میں ٹکرایا تھا۔ میں نے اُسے بُرا بھلا کہا تھا۔ شاید اسی نے جیب سے نکال لی۔"

"آپ نے تو دو چیک لکھ بھی لئے تھے اور وہ شاید بیئرر تھے۔" لوسی نے کہا۔

"جی ہاں۔"

"مگر آپ کی کوئی رقم یہاں کیوں ہونے لگی۔ آپ تو شاید کہیں باہر سے آئے ہیں۔"
نے کہا۔

"ارے گھپلا ہو سکتا ہے مسٹر انکل۔"

"کیوں.....کیسے۔"

"میں نے سفر کرنے سے پہلے یہاں دو لاکھ منتقل کرائے تھے۔ میں ہمیشہ سفر کرنے سے
پہلے یہ ضرور کر لیتا ہوں۔"

"تب تو آپ فوراً پولیس کو اطلاع دیجئے اور متعلقہ بینک کے ذمہ داروں کو اس سے آگاہ
کیجئے۔ کیا واقعی آپ نے چیک کراس نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔ وہ ذاتی چیک تھا اور میں نے دونوں کی پشت پر بھی اپنے دستخط کر دیئے تھے۔"

"ہاں۔ میں نے دیکھا تھا انکل۔" لڑکی بولی۔

"تو پھر آپ دیر کیوں کر رہے ہیں۔"

"بتائیے میں کیا کروں۔" قاسم بڑبڑایا۔

"فون۔ مگر نہیں ٹھہرئیے۔ فون بے کار ہی ہوگا۔ آپ سیدھے پولیس اسٹیشن چلے
جائیے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی ہوٹل ہی سے آپ کے پیچھے لگ گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے وہاں
آپ کو چیک لکھتے دیکھا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میری گاڑی خراب ہوگئی ہے ورنہ میں آپ کو
پولیس اسٹیشن تک پہنچا دیتا۔"

"کک.....کوئی بات نہیں۔" قاسم نے کہا۔ "میں ٹیکسی لے لوں گا۔"

حمید نے اب کھسک جانا ہی مناسب سمجھا۔ قاسم کو بھلا اس سنسان سڑک پر اس وقت
ٹیکسی کہاں ملتی۔

وہ سڑک پر آ گیا اور تیزی سے اس طرف بڑھا جہاں اپنی ٹیکسی چھوڑی تھی۔ مگر اُسے بے

حد مایوسی ہوئی کیونکہ اب وہاں ٹیکسی نہیں تھی۔ کرایہ وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ اس نے پیچھے دیکھا۔ قاسم لڑھکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔

حمید ایک طرف ہو گیا۔ اب اس کے ذہن میں کوئی واضح پلان نہیں تھا۔ بہر حال اس اپنی دانست میں قاسم کو ایک بہت بڑے خسارے سے بچا لیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی اس کا انکل دونوں ہی فراڈ معلوم ہوتے ہیں۔"

قاسم سڑک ناپتا رہا جب وہ کچھ دور نکل گیا تو حمید بھی سڑک پر آ گیا۔ دونوں آگے چلتے رہے۔

دفعتاً حمید نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک گلی سے نکل کر قاسم کے ساتھ ہو لیا۔ اب وہ کے روشن حصے پر آ گئے تھے۔ پتہ نہیں لوسی پالگریو کے مکان کے سامنے والے پول کا بلب تھا یا اس تاریکی کا بھی کوئی خاص مقصد تھا۔ حمید نے قدم بڑھا دیئے اور کچھ ہی دیر بعد حمید قاسم کی آواز سنی جو شاید اس راہگیر کو اپنی دکھ بھری کہانی سنا رہا تھا۔

اس نے دوسرے آدمی کی "ہوں ہوں" بھی سنی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا اس آدمی کو یہ کہانی گراں گذر رہی ہو اور بس یونہی اخلاقاً کبھی کبھی بول دیتا ہو۔

حمید پہلے تو اس آدمی کو راہگیر ہی سمجھا تھا لیکن جب اس نے قاسم کو یہ بتایا کہ پو اسٹیشن تک پہنچنے کے لئے اسے کم از کم دس میل پیدل چلنا پڑے گا تو حمید کا ماتھا ٹھنکا ا سوچنے لگا کہ آخر قاسم کے گرد کس قسم کا جال پھیلایا جا رہا ہے۔

اب وہ آدمی اپنی رہبری میں قاسم کو پولیس اسٹیشن کی طرف لے جا رہا تھا۔ حمید تعاقب جاری رکھا۔

گلابی دیو

نادر بنگلے کے پھاٹک ہی پر سلویا کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کار شہر کے ایک ایسے میں چھوڑی تھی جہاں زیادہ تر سڑکوں کے کنارے بے شمار کاریں کھڑی رہا کرتی تھیں۔

اس بنگلے تک پہنچنے کے لئے اُسے کافی دیر تک بھٹکنا پڑا تھا۔ اس نے انتہائی کوشش کی تھی کار کے کسی حصے میں اس کی انگلیوں کے نشانات نہ پائے جا سکیں۔

اس کے ذہن میں متعدد سوالات تھے اور وہ اپنے طور پر ان کے تشفی بخش جوابات فراہم نے کی کوشش کر رہا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد سلویا بھی پہنچ گئی۔ وہ بہت زیادہ گھبرائی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔

"آؤ نادر..... اندر چلو۔"

وہ بہت تیزی سے اندر بڑھتی چلی گئی۔ نادر بھی کم مضطرب نہ تھا لیکن اُس نے اپنے ے دلی کیفیات ظاہر نہیں ہونے دی تھیں۔

اندر پہنچ کر سلویا ایک صوفے پر گر گئی کچھ دیر اسی طرح پڑی ہانپتی رہی پھر دو تین بار اس کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ زرد اور ستا ہوا تھا۔ خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیرنے کے ود بھی وہ انہیں نم کرنے سے قاصر رہی تھی۔

"یہ..... یہ..... تم یہ دیکھو نادر۔ میں اپنے باپ کو گرہ کٹی کے الزام میں پولیس کے حوالے آئی ہوں۔ اس سے بڑی ٹریجڈی اور کیا ہوگی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں خود کو دنیا کیسے آدمیوں کو ساتھ رکھوں۔ اُف میرے خدا..... دیکھو میری آنکھیں بالکل خشک ہو گئی ا۔ گہرے سے گہرا غم بھی انہیں بھگونے سے قاصر رہے گا۔ پانی نادر۔ خدا کے لئے ایک اس پانی۔ کسی نوکر کو آواز دو۔"

"میں خود ہی لا رہا ہوں مادام۔" نادر اٹھ گیا۔

اور اُسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر کمرے سے نکل آیا اور کچن سے گلاس میں پانی لے کر زی سے پھر کمرے کی طرف مڑ گیا۔

سلویا صوفے پر نیم دراز تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ نادر نے آہستہ سے اُسے آواز ی۔ وہ اس طرح چونک پڑی جیسے ذہنی طور پر اس کمرے میں نہ رہی ہو۔

اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر کسی پیاسے جانور کی طرح پانی پیا اور گلاس کو فرش پر رکھ کر

بڑبڑائی۔ ''پتہ نہیں یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ ایسا کیوں کررہے ہیں۔''

نادر فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ وہ غور سے سلویا کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے کانوں میں ڈریگی یعنی منیجر کے الفاظ گونج رہے تھے کہ اس کی بیوی اُسے بلیک میل کرنا چاہتی ہے۔

''بولو نادر تم خاموش کیوں ہو۔ اگر اس وقت تم میری مدد نہ کرتے تو میں بہت پریشانیوں کا شکار ہوگئی تھی۔''

''ہاں مادام میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ حالات عجیب تر ہیں۔''

''پھر ہمیں حالات کا علم کیسے ہوگا۔ آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ کون اس کا ذمہ دار ہے''

''کوئی تیسرا آدمی، جو آپ کے والد اور مسٹر ڈریگی کی کمزوریوں سے واقف ہے ا سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کیا آپ مجھے کسی تیسرے آدمی کے متعلق بتا سکیں گی۔''

''میں ایسے کسی تیسرے آدمی سے واقف نہیں ہوں، جو اتنے عجیب اور پُراسرار اندا دونوں کو بلیک میل کرسکے۔''

''بہر حال یہی ہو رہا ہے۔'' نادر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''وہ دونوں ہی کس بڑے بلیک میلر کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ اچھا آپ یہی بتا دیجئے کہ آپ کے والد مسٹر سے اتنے خائف کیوں تھے کہ انہوں نے ان سے آپ کا بھی سودا کر ڈالا تھا۔''

''میرا خیال ہے کبھی اُن سے بھی کوئی بڑا جرم سرزد ہو چکا ہے۔''

''قتل.....!'' نادر سلویا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ممکن ہے قتل ہی ہو۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی۔''

''اس تیسرے آدمی سے مسٹر ڈریگی خائف ہیں۔ اس نے انہیں کسی دھمکی کے سا ان کی گلو خلاصی کے لئے آپ کے اس عمارت میں پہنچنے کی شرط لگادی ادھر اس نے سے آپ کے والد کو بھی قابو میں کر رکھا تھا اور انہیں مجبور کر رکھا تھا کہ وہ مسٹر ڈریگی کردیں۔ انہوں نے معذوری ظاہر کی ہوگی۔ اس پر اس نے آپ کا سوال اٹھا دیا ہوگا۔

ہوا کیا ہوگا کہ وہ آپ کے ذریعے مسٹر ڈریگی کو زہر دلوادیں۔''

''یہ تو ایک طرح کی خودکشی ہوئی جس پر ڈریگی مجبور کیا جارہا ہے۔''

''یقیناً۔ لیکن مسٹر ڈریگی مجھے کافی دل گردے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن مادام اس مقصد حقیقتاً یہ نہیں ہوسکتا کہ ڈریگی مار ڈالے جائیں کیونکہ اگر اس آدمی کی خواہش یہی ہوتی مسٹر ڈریگی مار ڈالے جائیں تو وہ یہ کام خود بھی آسانی سے کرسکتا تھا۔ مسٹر ڈریگی کے فرشتوں ابھی علم نہ ہوسکتا کہ کب اور کہاں سے حملہ ہوا۔ کیونکہ جو آدمی اس قسم کے پلاٹ مرتب کرنے صلاحیت رکھتا ہو سب کچھ کرسکتا ہے۔''

''پھر آخر میرے باپ کو طلب کر کے مجھے کیوں بلوایا گیا تھا۔''

''تاکہ مسٹر ڈریگی کو اس کا علم ہوسکے کہ وہ کیسے جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یعنی اگر وہ اسرار آدمی چاہے تو انہیں خودکشی پر بھی مجبور کرسکتا ہے۔ یہ خودکشی ہی ہے مادام کہ انہوں نے ہی آپ کو بھیجا تھا اور آپ دراصل اس لئے بلوائی گئی تھیں کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دے مگر جو کچھ بھی ہوا اس پُراسرار آدمی کی توقعات کے خلاف ہوا۔ ویسے آپ کو یقین ہونا ہئے کہ خود اسی کی طرف سے ایسے حالات پیدا کئے جاتے کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دینے کی ائے انہیں اس سازش سے آگاہ کردیتیں۔''

سلویا کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اس انداز میں وہ کسی معصوم بچی ہی کی رح بہت پیاری لگ رہی تھی۔ خود نادر بھی اس سچویشن سے کم متاثر نہیں ہوا تھا۔

''تو..... تو میں ڈریگی کو آگاہ کردوں۔'' اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''یقیناً مادام۔'' نادر اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے پھر کہا۔ ''اور میں مسٹر ڈریگی کو اپنی کہانی سناؤں کہ کس طرح میں ان کی حمایت میں مادام کا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت میں پہنچا تھا اور کس طرح مجھے اس اسکیم کا علم ہوا تھا کہ مادام انہیں زہر دے دیں گی اور یہ تو آپ ہی انہیں بتائیں گی کہ آپ اپنے باپ کو پولیس کے حوالے کر آئی ہیں۔'' نادر مسکراتا رہا۔ پرانا نادر اس وقت پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔

حمید دونوں کا تعاقب کرتا رہا۔ ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ یہ کمی فاصلے کی زیادتی وجہ سے رہ گئی تھی۔ ویسے وہ قاسم کی ''غوں غوں'' برابر سنتا رہا تھا۔

پھر وہ ایک پر رونق سڑک پر آ گئے۔ یہاں روشنی میں حمید نے دوسرے آدمی کا چہرہ دیکھا۔ وہ ایک جوان العمر اور جاذب توجہ آدمی تھا۔

دفعتاً حمید نے دونوں کو ایک ریستوران میں گھستے دیکھا اور متحیر رہ گیا کیونکہ قاسم تو بڑ تاؤ میں تھانے کی طرف جا رہا تھا۔

ریستوران کا ڈائننگ ہال کافی کشادہ تھا اور اس میں ایک جانب لکڑی کے متعدد کیبن کی قطار تھی جن کے دروازوں میں ریشمی پردے لہریں لے رہے تھے۔

وہ دونوں ایک کیبن میں چلے گئے۔ حمید بھی اندر گھسا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر برا کوئی کیبن خالی نہ ہوا تو محنت برباد ہی ہوگی۔

لیکن پتہ نہیں یہ قاسم کی خوش بختی تھی یا خود اس کی کہ اس کے کیبن کے دونوں جا والے کیبن خالی ہی ملے۔

حمید چپ چاپ اندر جا بیٹھا اور اب وہ دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ صاف سن رہا

''پاؤں چلنے کی عادت نہیں ہے۔'' قاسم کہہ رہا تھا۔ ''تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد جاتا ہوں۔ مگر دیکھئے بھائی صاحب مجھے فوراً پولیس اسٹیشن پہنچنا چاہئے۔''

''میں ابھی پہنچا دوں گا۔ ڈی ایس پی میرا دوست ہے۔ مگر میری بھی تو سنئے۔ جناب میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگئی۔ میں اب اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں سکتا جب تک کہ آپ وعدہ نہ کرلیں کہ میری مدد کریں گے۔''

''مم..... میں کیا بتاؤں۔''

''ارے جناب۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیسے نوجوان ہیں۔ ارے جناب

ہزاروں ایک سے ایک بانکے سجیلے اور اعلیٰ خاندان کے افراد دن بھر میرے گرد منڈلایا کرتے ہیں کہ میں انہیں ایکسٹرا کا ہی چانس دے دوں۔ خیر..... ٹھہرئیے۔ پہلے آپ کا کام ہو جائے۔ پھر میں اپنی دشواریاں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ہاں دیکھو کافی لاؤ اور کھانے کیلئے کوئی چیز۔''

شاید وہ ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حمید نے بھی ویٹر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

''میں بہت پریشان ہوں بھائی صاحب۔'' قاسم کی آواز آئی۔

''کچھ مجھ سے بھی تو فرمائیے۔ شاید میں ہی آپ کے کام آسکوں۔''

''کسی گرہ کٹ نے میری چیک بک اڑا لی ہے۔ اس میں پچاس پچاس ہزار کے دو چیک لکھے ہوئے دستخط شدہ موجود تھے۔''

''ارے ایک لاکھ۔''

''جی ہاں۔'' قاسم نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''کراس نہیں کیا تھا آپ نے۔''

''جی نہیں۔''

''کس بینک کے چیک تھے۔''

''پراونشل بنک۔''

''ارے بس۔'' دوسرے آدمی نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اتنی سی بات کے لئے آپ اتنے پریشان ہیں۔ میں ابھی سنگر کو فون کئے دیتا ہوں اکاؤنٹ نمبر وغیرہ بتا دیجئے۔''

''سنگر کون۔''

''مسٹر سنگر۔ پراونشل بنک کا منیجر۔ اس سے اپنے گہرے مراسم ہیں۔ بہر حال اگر سنگر ہی کو اطلاع دے دی جائے تو چیک کیش نہیں ہو سکے گا۔''

''میں تو پولیس کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔''

''فضول ہے جناب۔ آپ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کریں گے اور آپ کو رپورٹ درج

کرانے کے لئے کم از کم دس بجے رات تک وہیں بیٹھے رہنا پڑے گا۔"

"ارے بس۔" قاسم ہنس کر بولا۔ "مجھے سالے کیا بٹھائیں گے۔ دس بیس منٹ میں بجاتے رپورٹ لکھی جائے گی۔ کیا آپ مجھے اناڑی سمجھتے ہیں۔"

"قطعی نہیں جناب۔ لیکن یہ نصیر آباد ہے۔ ڈی ایس پی سٹی آج کل ایک بہت ہی قسم کا لگا ہوا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی ایک پائی بھی رشوت کی لے سکے۔ بس جناب رپورٹ لکھو والوں کی ایک لائن لگا دیتا ہے۔ رات کو جائیے تو دوسری صبح کا ناشتہ وہیں نصیب ہو۔"

ویٹر حمید کی میز پر چائے کی ٹرے رکھ کر واپس گیا۔

"اچھا تو پھر۔ صرف فون ہی سے کام چل جائے گا۔"

"بالکل چلے گا جناب۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"تب تو واقعی آپ کمال کے آدمی ہیں..... ہی ہی ہی۔"

"ہے ہے۔ آپ کے ہنسنے کا انداز۔" دوسرا آدمی شاید کافی محظوظ ہو کر بولا۔ "خدا چلے گا۔ اس سال کی بہترین ہٹ۔ بس آپ میرا دل نہ توڑیئے۔ آہ..... ارے فن کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے تو لوگ جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور آپ صرف اپنے والد صاحب ڈر رہے ہیں۔ کمال کرتے ہیں آپ بھی۔"

"نہیں بھائی۔ میں فلم میں کام نہیں کروں گا۔" قاسم سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹیکنی کلر میں بنا رہا ہوں مسٹر۔ ساری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔ بالکل نیا موضوع کا نام گلابی دیو ہے۔ رستم اور گلابی دیو کی جنگ۔ بس آخیر میں رستم آپ کو پچھاڑ دے گا۔"

"ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا سالے کی۔" شائد قاسم کی ذہنی حالت بہک گئی تھی اور اُسے غصہ آ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے خواہ مخواہ غصہ نہ دلایئے۔"

"اُف فوہ۔ بالکل فٹ۔" دوسرے آدمی کا لہجہ بے حد پر مسرت تھا۔ "بس گلابی دیو کا کردار بھی ایسا ہی ہے۔ خدا کی قسم مزہ آ جائے گا جناب۔ آپ بس ہاں کہہ دیجئے۔ میں سمجھوں گا مجھے دنیا ہی میں جنت مل گئی۔"

"میں فلم میں کام نہیں کروں گا۔ چاہے تم فون کرو یا نہ کرو۔"

"آپ کام کریں یا نہ کریں۔ میں بہرحال فون یقینی طور پر کروں گا بلکہ فون پر آپ کو مسٹر نگر سے ملوا دوں گا۔ آپ خود ہی ان سے کہہ دیجئے گا۔"

"بھئی۔ یہ فلم کمپنی والا معاملہ۔" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ فلم میں کام کروں مگر میرا باپ بڑا ظالم ہے بھائی صاحب۔ وہ مجھے پکا..... ارے کچا چبا جائے گا۔"

"اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔ ارے جناب ہماری پستی کے یہی اسباب ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے والدین بڑی خوشی سے اپنی اولادوں کو آرٹ پر قربان کر دیتے ہیں۔"

"اچھا.....!" قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

"یقین کیجئے۔ اگر میں نے کسی یوروپین یا امریکن سے استدعا کی ہوتی تو وہ میری فلم میں مفت کام کرنے پر تیار ہو گیا ہوتا اور پھر آپ یہ سوچئے کہ خود آپ کی تفریح مفت رہی۔ مثلاً گلابی دیو کے ساتھ پانچ عدد نیم برہنہ پریاں ہوں گی۔ ان پانچوں کا انتخاب میں خود کر چکا ہوں۔ ایک سے ایک بڑھ کر حسین ہے۔"

حمید نے معنی خیز انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور سوچا کہ قاسم یقینی طور پر اس وقت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا ہوگا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے قاسم کو ہکلاتے سنا۔

"پپ..... پریاں..... پپ پریاں..... کیسی ہوتی ہیں بھائی صاحب۔" "اور..... اور..... نیم برہنہ کیا ہوتا ہے بھائی صاحب۔"

وہ آدمی اُسے بتانے لگا کہ نیم برہنہ کسے کہتے ہیں اور پھر اس نے کہا۔ "وہ پانچوں لڑکیاں آپ کے ساتھ ہر وقت رہیں گی۔"

"ارے باپ رے۔" قاسم نے غالباً پیٹ سہلا کر کہا ہوگا۔ "مم..... مطلب یہ کہ..... مگر اپنے باپ سے پوچھ لوں تو..... بب بتاؤں۔"

"آپ خود اپنے متعلق سوچئے کہ آپ گلابی دیو کے رول میں کتنے جچیں گے اور آپ کے

چہرے کا کلوزاپ تو بہتیرے لوگوں کو چیخیں مارنے پر مجبور کردے گا۔آپکا قیام کہاں ہے جناب

"گرینڈ میں۔" قاسم نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

غالباً انہوں نے چائے شروع کردی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے دونوں کو کاؤنٹر پر دیکھا۔ دوسرا آدمی کسی سے فون پر گفتگو کر رہا پھر اس نے قاسم کو بھی اس سے ریسیور لے کر گفتگو کرتے دیکھا۔

حمید کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ آخر قاسم کے گرد کتنے پھیلائے جا رہے ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔

دیو کا سیکریٹری

تقریباً تین بجے کسی نے کمپاؤنڈ کا پھاٹک ہلایا اور چوکیدار نے "جاگتے رہو" کی ہانک لگ نادر کو ابھی تک نیند نہیں آئی تھی۔ اُسے ڈریگی کا انتظار تھا۔ وہ بھی اپنی کوٹھری سے نکل پھاٹک کی طرف چل پڑا۔

آنے والا ڈریگی ہی تھا۔ یہاں اندھیرا تھا اس لئے نادر کو نہ پہچان سکا۔

"دوسرا کون ہے۔" ڈریگی نے چوکیدار سے پوچھا۔

"باغبان جناب۔" نادر نے کہا۔

"ارے.....تم کیوں؟"

"آپ کا تھوڑا وقت لینا چاہتا ہوں۔"

"ضرور.....ضرور آؤ۔"

"بنگلے میں نہیں۔" نادر نے کہا۔ "میری کوٹھری میں چلئے۔ میں نے آج رات آپ لئے کچھ کیا ہے۔"

"آہا.....چلو چلو۔"

نادر اُسے اپنی کوٹھری میں لایا اور آہستہ سے بولا۔ "آپ کا خیال درست تھا جناب۔ ام آپکے ایسے دشمنوں سے ملی ہوئی ہیں جو انہیں کے ہاتھوں آپ کو زہر دلوانا چاہتے ہیں۔"

ڈریگی اچھل پڑا۔ وہ اس طرح نادر کو گھور رہا تھا جیسے اس نے اُسے کوئی غیر متوقع خبر سنائی پھر نادر نے جو کچھ بھی سنا اور دیکھا تھا بیان کر دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ اس نے اس بوڑھے کو ڈیڈی کہا تھا۔"

"ہاں جناب مجھے یقین ہے۔ کیونکہ مادام نے اُسے درجنوں بار ڈیڈی کہا تھا۔ بوڑھا ہا تھا۔ مادام بھی رو رہی تھیں۔"

"بوڑھے کا حلیہ بتاؤ۔"

"پتلا چہرہ گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ سر کے نچلے حصے میں سفید بال تھے۔ یانی حصہ بالکل صاف تھا۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح اوپری ہونٹ پر جھکی ہوئی تھی۔ شیو ا ہوا تھا.....کپڑوں کی حالت چیتھڑوں جیسی تھی۔"

"اچھا خیر.....پھر کیا ہوا۔"

"میں ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ پھر مجھے چار یوں سے نپٹنا پڑا۔ انہیں بے کار کر کے میں باہر نکلا۔ میرے ساتھ ہی مادام بھی بوڑھے بت باہر آ گئیں۔ میں نے گیراج سے کار نکالی اور ان دونوں کو بٹھا کر لے اڑا۔ راستے میں ھے نے کہا کہ ڈریگی نے اس کے ساتھ کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ گی کو کوئی گزند نہ پہنچے اور پھر اس نے خود ہی خواہش ظاہر کی کہ مادام اُسے گرہ کٹی کے الزام ا پولیس کے حوالے کر دیں۔ یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیوں۔ اب تمہیں میری مظلومیت کا احساس ہوا یا اب بھی نہیں۔" ڈریگی نے کہا۔

"بہت شدت سے جناب۔"

"سلویا وہاں تمہاری موجودگی پر متحیر تو ضرور ہوئی ہوگی۔"

"بے حد جناب۔"

"پھر تم نے اُسے کس طرح مطمئن کیا تھا۔"

"نہایت آسانی سے۔" نادر مسکرایا۔ "میں نے انہیں بتایا کہ آپ ذہنی فتور میں مبتلا ہیں اور کہا کہ صاحب نے کہہ رکھا ہے کہ میں آپ پر گہری نظر رکھوں۔ لہٰذا آج آپ جب باہر جا رہی تھیں تو میں بھی ساتھ ہی ساتھ چل پڑا تھا۔ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ صاحب کا بیان کہاں تک درست ہے کیونکہ بظاہر آپ صحیح الدماغ معلوم ہوتی ہیں۔"

"پھر اس نے کیا کہا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں جناب۔ کسی سوچ میں پڑ گئی تھیں۔"

"خیر..... ہاں تو اب وہ بوڑھا کہاں ہے۔"

"حوالات میں جناب۔ مادام نے اس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔" نادر نے کہا۔ "مگر جناب اب آپ میری ایک الجھن رفع کر دیں۔"

"کیا ہے بتاؤ۔" ڈریگی نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پل کے لئے ایک بے جان مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"وہ لوگ کون ہیں جو آپ کو زہر دلوانا چاہتے تھے۔ کیا وہ لوگ مادام کو اس پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اگر مادام آپکے خلاف کسی سازش میں حصہ لے سکتی ہیں تو وہ اس پر روئی کیوں تھیں اور کیا وہ بوڑھا آدمی جسے انہوں نے پولیس کے حوالے کیا ہے سچ مچ ان کا باپ ہے۔"

"تم نے ایک ہی سانس میں بہت سارے سوال کر ڈالے ہیں۔" ڈریگی مسکرایا۔ "ویسے حقیقت یہ ہے کہ اس کہانی پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں تم نے بوڑھے کا جو حلیہ بتایا ہے اس کی مناسبت سے وہ اس کا باپ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن نادر میں نے اس کے ساتھ کبھی کوئی بُرائی نہیں کی۔ ویسے تم ہی بتاؤ کہ میں اس کے اوٹ پٹانگ اخراجات کا بار کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ وہ بوڑھا جواری ہے۔ شرابی ہے مطلب یہ کہ وہ مدہوش ہو جانے کی حد تک پیتا ہے۔ بہرحال نہ میں اس کی

شراب کا بار اٹھا سکتا ہوں اور نہ قمار بازی کا۔ اب اگر وہ مجھے بدنام ہی کرنے پر تُل گیا ہے تو ہوا کرے۔ مجھے اسکی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے سلسلے میں میرا ضمیر مطمئن ہے۔"

"غالباً مادام بھی یہی چاہتی ہونگی کہ آپ بوڑھے کے ناجائز اخراجات پورے کریں۔"

"خدا بہتر جانتا ہے۔" ڈریگی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خیر..... بہرحال میرے لائق جو بھی خدمت ہو اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔"

"شکریہ نادر مجھے تم سے یہی اُمید ہے۔ اچھا اب سو جاؤ۔ میری نیند تم نے ختم ہی کر دی۔ اب میرا ذہن اس میں الجھا ہی رہے گا کہ یہ سب کیا تھا۔"

دوسری صبح حمید بستر پر پڑا پچھلی رات کے واقعات پر غور کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ قاسم پولیس اسٹیشن نہیں گیا تھا۔ صرف اس ریستوران سے فون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔

قاسم کی چیک بک اب بھی حمید کے پاس تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے اس سلسلے میں اور کیا کرنا چاہئے۔ قاسم تو گردن تک کسی دلدل میں غرق ہو چکا تھا۔ ایک طرف وہ لڑکی لوسی پالگریو اور دوسری طرف وہ آدمی آٹکرایا تھا جس نے فلم کمپنی والا اسکینڈل شروع کیا تھا۔ فی الحال یہ بتانا مشکل تھا کہ وہ فلم کمپنی والا بھی لوسی پالگریو ہی سے تعلق رکھتا تھا یا وہ کوئی دوسرا ہی فراڈ تھا۔

حمید تھوڑی دیر تک الجھتا رہا پھر ایک تدبیر سمجھ میں آ ہی گئی۔ وہ اٹھا اور ضروریات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا اور پھر وہ سوچ کر ہی باہر نکلا کہ قاسم سے یقینی طور پر مڈبھیڑ ہوگی۔ مگر اُسے یقین نہ تھا کہ قاسم ڈائننگ ہال ہی میں مل جائے گا۔

اس نے سوچا کہ ڈائننگ ہال میں ناشتہ کر کے قاسم کی فکر کرے گا۔

ایک اسکیم اس کے ذہن میں تھی جسے بروئے کار لانے پر قاسم سے قریب ہوجانے کے
امکانات تھے۔

قاسم خلاف توقع اُسے ڈائننگ ہال میں نظر آ گیا وہ اپنی میز پر تنہا ناشتہ کررہا تھا۔ حمید نے ایک ویٹر سے اپنے ناشتے کے لئے کہہ کر ہدایت کردی کہ وہ اُسے قاسم ہی کی میز پر لائے پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قاسم کی میز کے قریب آیا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں حضور والا۔'' اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔

''قیوں.....!'' قاسم نے پوچھا اور بھاڑ سا منہ کھول دیا۔

''مجھے صرف ایک بار اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔''

''کیسی کھدمت۔ خدمت بیٹھ جاؤ۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔'' حمید کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

قاسم اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

''اکثر بڑے آدمی اپنے سکریٹریوں کو ساتھ لے کر سفر نہیں کرتے۔'' حمید نے کہا۔

''اچھا تو پھر۔''

''میں ایک پیشہ ور سفری سکریٹری ہوں۔ گرینڈ ہی میں میرا مستقل قیام رہتا ہے اور ا
بہت بڑے آدمی مجھے اپنے دوران قیام کی مدت کے لئے انگیج کر لیتے ہیں۔''

''اچھا.....!'' قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

''جی ہاں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔''

''ضرورت تو ہے۔'' قاسم کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''مگر میں پیشگی روپے کبھی نہیں دیتا۔''

''میں نے بھی آج تک پیشگی تنخواہ کسی سے نہیں لی۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔ ہو جاؤ میرے سکریٹری۔ مگر ٹھہرو۔ پہلے میں تمہاری کابلیت کا امتحا
لوں گا۔''

''ضرور جناب۔''

''اچھا بتاؤ نیم برہنہ کسے کہتے ہیں۔''

حمید نے قابل تعریف پھرتی سے اپنا قہقہہ ضبط کیا اور سوچنے لگا کہ یہ اُلو کا پٹھا یقینی طور پر
ا بہت بڑی رقم گنوا دے گا۔

''نیم برہنہ۔'' حمید نے کچھ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ''شاید اُسے کہتے ہیں جو
کے درخت پر چڑھ کر اپنی قمیض اتار پھینکے۔''

''فیل.....!'' قاسم بچوں کی طرح خوش ہو کر بولا۔ ''اچھا بتاؤ ویلا یلی کسے کہتے ہیں۔''

''میں نہیں بتا سکوں گا میرے لئے یہ نیا لفظ ہے۔''

''ہاں..... بالکل نیا ہے اور جس نے بھی ایجاد کیا ہے بڑا سؤر آدمی ہے۔''

حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا کیونکہ ویٹر ابھی چائے نہیں لایا تھا۔

''خیر..... فل فلوٹی تو جانتے ہی ہوگے۔'' قاسم نے پوچھا۔

حمید بوکھلا گیا کہ کہیں قاسم نے اُسے پہچان تو نہیں لیا۔ ویسے اس وقت وہ اُسے ایک ایسا
بردار گدھا معلوم ہو رہا تھا جو اپنی فطرت کے خلاف شوخی پر اتر آئے۔

''نہیں جناب، میں نہیں جانتا یہ بھی نیا لفظ ہے۔''

''میں تم سے بہت خوش ہوں سکریٹری۔'' قاسم نے کہا۔ ''تم ایماندار آدمی معلوم ہوتے
۔بے شک نہ معلوم ہوگا۔ یہ لفظ بھی اُسی سؤر نے نہ جانے کہاں سے کھود کر نکالا ہے۔''

''کس سؤر نے۔''

''ہے ایک سؤر..... سالا ہمارا حمید بھائی۔''

''ہاں جناب تو پھر کیا طے فرمایا۔''

''ہم نے تمہیں اپنا سکریٹری مقرر کیا۔'' قاسم نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

اتنے میں ویٹر حمید کا ناشتہ لایا۔

''اے۔ اب ان کا حساب میرے ساتھ چلے گا۔'' قاسم نے ویٹر سے کہا۔

''کاؤنٹر پر کلرک صاحب کی کتاب میں نوٹ کرا دیجئے گا جناب۔''

''صاحب بھی اتنا جانتے ہیں۔ خواہ مخواہ مغز نہ کھاؤ۔'' حمید غصیلے لہجے میں بولا اور ناشتے کی ٹرے میز پر رکھ کر چپ چاپ چلا گیا۔

''وفادار بھی معلوم ہوتے ہو۔'' قاسم خوش ہو کر بولا۔

اتنے میں قاسم کو وہی آدمی نظر آیا جس نے پچھلی رات قاسم سے کسی فلم کے متعلق گف کی تھی اور اُسے پولیس اسٹیشن نہیں جانے دیا تھا۔

وہ سیدھا اسی میز کی طرف آیا۔

''آہا..... آیئے آیئے ڈاکٹر صاحب۔'' قاسم خوش ہو کر بولا۔ ''تشریف رکھئے۔''

وہ بیٹھ گیا لیکن حمید نے محسوس کیا کہ اس نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔

''آپ کی تعریف.....!'' اُس نے حمید کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یہ میرے سیکریٹری ہیں۔'' قاسم نے جواب دیا۔

''اوہ..... خیر ہاں جناب مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔''

''کیوں.....!''

''بس میں یہی سوچتا رہا کہ اگر آپ تیار نہ ہوئے تو کیا ہوگا۔''

قاسم ہنسنے لگا اور اس نے کہا۔ ''آپ سے زیادہ مناسب آدمی گلابی دیو کے رول لئے اور کوئی نہ ملے گا۔''

''بھئی دیکھئے ڈاکٹر صاحب مجھے ایکٹنگ کرنا نہیں آتا۔''

''ارے واہ..... یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اگر مجھے اس کی پرواہ ہو تو میں ڈائریکٹر نہیں چڑی مار کہلاؤں گا۔ کیا آپ نے پروڈیوسر ڈائریکٹر کھٹکھٹے کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔''

''میرے والد نے ضرور سنا ہوگا کیونکہ وہ فلم کے بیحد شوقین ہیں۔'' قاسم نے جواب د

''اُف فوہ..... آپ پھر والد صاحب کا قصہ لے بیٹھے۔ آخر آپ ان سے اتنا ڈر کیوں ہیں۔''

''آپ میرے سیکریٹری سے بات کر لیجئے۔'' قاسم نے کہا۔ ''میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔''

''ارے ہاں۔'' یک بیک اس آدمی نے موضوع گفتگو بدل دیا۔ ''آپکی چیک بک ملی یا نہیں۔''

''چولہے میں جائے۔ میرے پاس کافی کیش بھی ہے۔''

''یقیناً ہوگا جناب۔ میں نے تو یونہی ازراہ ہمدردی پوچھا تھا۔''

''آپ کوئی فلم بنا رہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' اس نے ناک چڑھا کر کہا۔

''کس موضوع پر۔''

''کئی موضوع ہیں۔''

اس کے لہجے پر حمید کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا۔ ''آپ خواہ مخواہ شریف آدمیوں کو بور کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ کوئی اچھی بات ہے۔''

''آپ براہِ کرم سوچ سمجھ کر مجھ سے گفتگو کیجئے۔''

''گفتگو کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔''

''ہاں تو جناب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔'' اس نے قاسم کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''بھئی میں کیا بتاؤں۔''

''ایک بار تجربے کے لئے سہی۔'' حمید بول پڑا۔

''ہاں..... ہو تو سکتا ہے لیکن اگر کبھی میرے باپ نے بھی وہ فلم دیکھ لی تو..... میں کیا کروں گا سیکریٹری۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ آدمی بھی کچھ اکھڑا اکھڑا سا نظر آنے لگا تھا۔ شاید اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ سیکریٹری قاسم کے نجی معاملات میں کافی دخیل ہے۔

آخری آرام گاہ

پھر حمید نے کچھ ایسی باتیں شروع کردیں، جو اُسے اور زیادہ اکھاڑ دینے کے لئے کافی تھیں۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ قاسم کی طرف سے مایوس ہوگیا ہے۔ بہرحال اٹھتے اٹھتے وہ قاسم کو آج شام کی شوٹنگ دیکھنے کی دعوت دے ہی گیا۔

اسکے جانے کے بعد حمید نے قاسم سے پوچھا۔ "اس آدمی کے متعلق آپکا کیا خیال ہے۔"

"خیال.....اچھا تم بتاؤ کیا خیال ہونا چاہئے۔"

"پہلے آپ بتائیے۔"

"دیکھو یار سیکریٹری۔ مجھ سے بحث کبھی نہ کرنا۔ اب تم نے یہ بات چھیڑی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ کیا خیال ہونا چاہئے۔"

"مجھے تو یہ آدمی گرہ کٹ معلوم ہوتا ہے۔"

"گرہ کٹ۔" قاسم یک بیک اچھل پڑا اور اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئیں جیسے چنگیز یا ہلاکو کا نام آ گیا ہو۔ "کیا کہا.....گرہ کٹ" وہ آہستہ سے بولا۔ "تم نے یہ کیسے کہا کہ وہ گرہ کٹ معلوم ہوتا ہے۔"

"صورت ہی سے معلوم ہوتا ہے۔"

"نہیں ٹھیک بتاؤ رات کسی نے میری جیب کاٹ لی اور اس کے بعد یہ سالا وہیں سڑک پر ملا تھا۔"

"آپ کی جیب کٹ گئی۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کتنی رقم تھی۔"

"ایک لاخ۔"

"ارے نہیں۔" حمید ہنسنے لگا۔ "شائد آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

اس پر قاسم نے چیک بک کا قصہ سنایا اور حمید بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"ہوسکتا ہے۔" اس نے سر ہلا کر کہا۔ "اب کسی اور چکر میں ہو ظاہر ہے کہ وہ نہ تو اب

چیک سے فائدہ اُٹھا سکے گا اور نہ چیک بک سے۔ کیونکہ آپ چیک بک کی گمشدگی کی رپورٹ کر چکے ہوں گے۔ لہٰذا اب وہ کسی دوسرے طریقے سے روپیہ اینٹھنے کی کوشش کرے گا۔"

"مار ڈالوں گا سالے کو۔" قاسم آستین چڑھاتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھئے بیٹھئے جناب۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مگر آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ نے دونوں چیک کس لئے لکھے تھے۔"

قاسم جو دوبارہ بیٹھ گیا تھا جھلاہٹ میں میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اپنے کفن کے لئے لکھے تھے۔ اب کیا میں تمہیں یہ سب بھی بتاؤں گا۔"

"بہت ضروری ہے ورنہ پھر سیکریٹری رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ سیکریٹری رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر اُسے اپنے حالات سے آگاہ نہ رکھا جائے۔"

"جروری ہے۔"

"بالکل ضروری ہے۔"

"قاسم ہکلا ہکلا کر لوسی پالگریو اور اس کے چچا کی کہانی دہرانے لگا۔ جب وہ خاموش ہوا تو حمید نے کہا۔ "مجھے تو وہ لوگ بھی فراڈ ہی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ابے جاؤ۔ بڑے آئے سیکریٹری کی دم بن کر۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "سب سالے فراڈ ہی ہوگئے۔ تم بڑے اچھے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک ایک کو فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔" حمید نے کہا۔

دفعتاً ایک ویٹر نے میز کے قریب آکر حمید سے کہا۔ "آپ کا فون ہے مسٹر ناصر۔"

"میں ابھی حاضر ہوا جناب۔" حمید نے قاسم سے کہا اور اٹھ گیا۔ کاؤنٹر پر آ کر اس نے کال ریسیور کی۔ دوسری طرف سے بولنے والا کرنل فریدی تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے وقت برباد نہیں کیا۔" اس نے کہا۔

"پتہ نہیں۔" حمید کا جواب تھا۔

"تمہیں رام گڈھ کا نادر یاد ہے نا۔"

''جی ہاں.....اچھی طرح۔''

''تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کافی دولت مند ہے۔''

''جی ہاں۔ مجھے علم ہے۔''

''لیکن وہ آج کل یہاں ایک بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔''

''وہاں یقیناً کوئی خوبصورت عورت ہوگی۔'' حمید نے خوش ہو کر کہا۔ ''اس لئے میں ہ اس بنگلے میں جھاڑو تک دے سکوں گا۔''

''اوہو تو تم نادر سے اچھی طرح واقف ہو۔ ہاں وہاں ایک خوبصورت عورت بھی ہ مگر میرا خیال ہے کہ وہ عورت کے چکر میں نہیں ہے۔''

''میں پھر عرض کروں گا کہ جہاں عورتوں کا معاملہ آپڑے وہاں آپ کوئی خیال قا کرنے میں جلدی نہ کیا کیجئے۔''

''بکومت۔ تمہیں نادر پر نظر رکھنی ہے۔ یہ معاملہ بھی اہم ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہ لوسی پالگریو کون ہے۔''

''ہاں.....میرے باس کی نئی محبوبہ۔''

''باس.....کیا مطلب۔''

''اس نے مجھے بطور سیکریٹری ملازم رکھ لیا ہے۔''

''خیر بُرا نہیں ہے۔ ہاں تو نادر جس آدمی کا ملازم ہے اس کا نام ڈرگ پالگریو ہے اور عام طور پر ڈریگی کہلاتا ہے۔ لوسی پالگریو اس کی بھتیجی ہے۔''

''اوہ.....تو وہ نادر اسی کے چکر میں ہوگا۔ وہ بے حد حسین ہے۔''

''نہیں وہ اس بنگلے میں نہیں رہتی۔ خیر تو قاسم کی چیک بک کا کیا ہوا۔''

''میرے پاس ہے۔''

''گڈ.....اچھے جا رہے ہو۔ کوشش کرو کہ وہ اس فلم ڈائریکٹر کے چکر میں پڑ جائے۔''

''پڑ جائے۔'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں.....اس کے چکر میں پڑ جائے۔''

''میں تو اُسے اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''نہیں.....پھنسنے دو۔ لیکن خیال رکھو کہ وہ کوئی بڑی رقم ضائع نہ کرنے پائے۔ میں اسی خطرناک آدمی کی راہ پر ہوں۔ اچھا بس۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

نادر کو حالات نے ایک بار پھر اسی ماحول میں جھونک دیا جس سے وہ نکل کر بھاگا تھا۔ گو نوعیت دوسری تھی لیکن لوازمات وہی تھے اسے ایک بار پھر اپنے دل پر سیاہی کی تہیں چڑھانی پڑیں۔ وہ سیاہی جس سے کبھی رحم و ایثار کی کرنیں نہیں پھوٹتیں وہ سیاہی جو آدمی کو سخت کوشی اور ظلم کی طرف لے جاتی ہے لیکن نادر ان حالات میں بھی اکساہٹوں کے خلاف اپنی تمام تر قوت کے ساتھ صف آرا رہتا تھا۔

سلویا اس کے لئے ایک سوال تھی۔ وہ اس سے بے حد قریب ہوگئی تھی۔ اتنی کہ وہ اس پر تصرف بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ اس سلسلے میں پرانے نادر سے لڑتا ہی رہا۔ ویسے اس سے ایک کمینہ پن ضرور سرزد ہوا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اس نے دونوں ہی کو دھوکے میں رکھا تھا۔ دھوکے میں رکھنے کی معقول وجہ بھی تھی۔ وہ دراصل ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ ان میں سے کون حق پر ہے۔ سلویا سے وہ یہ کہتا کہ وہ اس کے لئے کام کر رہا ہے اور ڈریگی کو یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ وہ عنقریب سلویا کے حواریوں سے ٹکرا جائے گا۔ مگر اس نے نہ جانے کیوں ابھی تک سلویا سے کوئی رقم نہیں لی تھی اس کے برخلاف ڈریگی سے کافی بڑی رقومات وصول کر کے انہیں اپنی حالت درست کرنے پر صرف کر چکا تھا۔ ایک بار پھر اس کے جسم سے وہ لباس اتر گیا تھا جو اس

نے رام گڈھ کے ایک شریف آدمی سے قرض لے کر بنوایا تھا۔ وہ اسے ہرگز نہ اتارتا لیکن اب
اسے جس ماحول میں رہ کر کام کرنا تھا وہ اس سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اس وقت وہ سیاہ سوٹ سخت کالر اور سیاہ بو میں تھا۔ سلویا کچن میں شام کی چائے تیار
کر رہی تھی۔ اس نے فرائینگ پین سے انڈے پلیٹ میں الٹتے ہوئے اسے نیچے سے اوپر تک
دیکھا اور ایک دلآویز سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"تم بلاشبہ شاندار ہو نادر۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہ ہوں مادام۔" نادر بھی مسکرایا۔ "کیونکہ آج کل میں مسٹر ڈرگ پالگریو
پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔ وہ مجھے تنخواہ دے رہے ہیں اور اپنے اس کارنامے پر بے حد خو
ہیں کہ انہوں نے بالآخر مجھے بُرائی کے راستے پر لگا ہی دیا۔"

"مگر نادر میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم میرے ہمدرد ہو یا اس کے۔"

"میں سو فیصدی آپ کا ہمدردی ہوں۔ لیکن اس کام کے اخراجات کا بار آپ پر نہ
ڈالنا چاہتا۔ اس لئے مجھے مسٹر پالگریو کا ہمدرد بھی بننا پڑا ہے۔"

"بڑے چالاک ہو۔" سلویا مسکرائی۔

"اور مادام یہ مجھے کل ہی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر پالگریو ایک بے حد حسین بھتیجی بھی رکھتے ہیں"

"نہیں.....!" سلویا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے آپ کی حیرت پر حیرت ہو رہی ہے مادام۔ ارے آپ اپنی بھتیجی لوسی پالگریو۔
واقف نہیں ہیں۔"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتی۔ اس نے آج تک اپنے کسی عزیز کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔"
وہ اسی شہر میں رہتی ہے۔"

"ہاں وہ اسی شہر میں رہتی ہے۔ مادام۔"

"کہاں۔"

"معاف کیجئے۔ یہ ابھی نہ بتا سکوں گا۔ مسٹر پالگریو کا بزنس بہت بڑا ہے۔ میرے

اندازے سے بھی بہت بڑا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔ مجھے بھی بتاؤ۔ اچھے نادر۔"

"مجھے افسوس ہے مادام۔"

"تم مجھے مادام نہ کہا کرو۔ تم میرے صرف دوست ہو۔"

"نہیں مادام۔ مجھے صرف دوست بننے سے بھی معذور سمجھئے۔ میں ایک با اصول آدمی
بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہاں اس وقت آپ کا دوست بن سکتا ہوں جب مسٹر پالگریو کی
ملازمت میں نہ ہوں۔"

"تم بہت عجیب ہو۔" سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اس طرح عجیب ہونے میں بڑی لذت ہے مادام۔"

"خیر..... ہٹاؤ۔ تم نے ان لوگوں کے متعلق کیا معلوم کیا جو ڈریگی کی جان لینا چاہتے
ہیں۔"

"میں ابھی تک ان کے سرغنہ کا پتہ نہیں لگا سکا۔ ویسے وہ چاروں میری نظر میں ہیں جن
سے اس عمارت میں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اب میرا خیال ہے مادام کہ آپ نے اپنے والد کو خواہ مخواہ
پولیس کے حوالے کیا۔ وہ لوگ صرف اتنا ہی چاہتے تھے کہ مسٹر پالگریو ان کی اس سازش سے
آگاہ ہو سکیں۔ میری دخل اندازی فضول تھی۔ نہ آپ کے والد کو کوئی گزند پہنچا اور نہ آپ کو..... وہ
تو مسٹر پالگریو کے لئے ایک دھمکی تھی۔"

"آخر ڈریگی کیا کر رہا ہے اور وہ لوگ اس سے کیا چاہتے ہیں۔"

"اب صرف یہی دیکھنا ہے مادام۔"

"تمہارے انداز گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ڈریگی کے متعلق مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہو۔"

"یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ آپ ان کی بھتیجی لوسی پالگریو ہی سے واقف نہیں ہیں۔"

"مجھے بتاؤ نادر۔ خدا کے لئے الجھن میں مبتلا نہ کرو۔" وہ نادر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر
بولی۔ وہ اس سے اتنی قریب تھی کہ نادر اس کی سانسیں اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا۔ اس نے

ایک جھرجھری سی لی اور آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا دیا اور پیچھے ہٹتا ہوا بولا

"اچھا اب اجازت دیجئے مادام۔"

"ارے..... چائے تو۔"

"نہیں مادام..... میں بہت جلدی میں ہوں۔ کہیں اور پی لوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔"

وہ باہر نکل آیا۔ اس کی کنپٹیاں چٹخ رہی تھیں اور آنکھوں کی ویسی ہی کیفیت تھی جیسے تیز قسم کی شراب کے پہلے ہی گھونٹ نے ان پر ٹھوکر ماری ہو اور اس کے جسم میں ہزاروں انگڑائیاں مچل رہی تھیں۔

قاسم کو ہینڈل کرنا بہت مشکل کام تھا۔ لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح حمید اُسے قابو ہی رکھتا تھا۔ خود حمید کے لئے بھی بہت دشوار تھا کہ ہر وقت اپنے میک اپ کا دھیان رکھتا خراب نہ ہونے پائے۔ یعنی اس کی اصل آواز نہ ظاہر ہونے پائے۔ کبھی کبھی تو اسے اپنی آ پر بالکل ہی قابو نہ رہ جاتا مگر قاسم کو اتنی تمیز کہاں تھی کہ اُسے شبہ ہوسکتا۔

ویسے قاسم اپنے سیکریٹری سے بے حد خوش تھا کیونکہ وہ ہر وقت مرغ مسلم، بکر۔ ران اور تنگڑی تنگڑی عورتوں کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُسے گر کی باتیں سمجھایا کرتا تھا یہ اور بات ہے کہ لڑکیوں پر ڈورے ڈالنے کی وہ ساری تدبیریں ناقابل عمل ہوں بلکہ انہیں ناممکن العمل ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس کی چیک بک اب بھی حمید ہی کے پاس تھی اور اب کیش بھی آہستہ آہستہ ختم جارہا تھا۔ مگر قاسم بالکل بے پرواہ تھا۔ کیونکہ سیکریٹری نے آخیر دم تک اس کی مدد کرنے کا کیا تھا۔ قاسم نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ کیوں نہ دو ایک دن کے لئے دارالحکومت جا

پ کا انتظام کر کے واپس آجائے۔

ویسے اب اس نے باقاعدہ طور پر چیک بک کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی تھی اور ے استدعا کی تھی کہ اُسے دوبارہ چیک بک ایشو کی جائے لیکن حمید کی حکمت عملی کی وجہ بھی تک دوبارہ چیک بک ایشو نہیں ہوسکی تھی۔

لوسی پالگریو قاسم سے برابر مل رہی تھی۔ گو اس نے اب اس سے روپیوں پیسوں کی بات زک کردی تھی۔ مگر اپنی پریشانیوں کی داستان ضرور چھیڑ دیتی تھی اور قاسم حمید پر گرجنے لگتا تھا کہ اس نے بینک سے اب تک نئی چیک بک حاصل نہیں کی۔ حمید لوسی کے سامنے سی صورت بنا کر گڑگڑانے لگتا۔

لیکن لوسی جو بہت زیادہ چالاک معلوم ہوتی تھی ان معاملات کو کسی حد تک سمجھ بھی چکی اُسے شاید شبہ ہوگیا تھا کہ حمید ہی کی وجہ سے دال نہیں گل رہی ہے۔ لہٰذا اب اس نے نہ آہستہ حمید کی طرف بھی ہاتھ بڑھانا شروع کردیا تھا۔

اور آج تو حمید اس کے رویے پر متحیر ہی رہ گیا تھا۔

وہ شام کو اپنے کمرے میں تھا اور شام کی چائے کا انتظار کررہا تھا کہ ویٹر چائے کی ے کے ساتھ ایک خط بھی لایا جو لوسی پالگریو نے لکھا تھا۔ اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اس سے آٹھ بجے بلیومون کلب میں ملنا چاہتی ہے۔ حمید نے سر کو خفیف سی جنبش دے خط جیب میں ڈال لیا۔

بلیومون یہاں کا سب سے بارونق کلب تھا اور یہاں گذر بھی اونچے ہی طبقے کے لوگوں ہوتا تھا۔

حمید قاسم سے کوئی بہانہ کر کے وہاں جا پہنچا۔ لوسی اس کی منتظر تھی۔ حمید نے اس وقت ے معمول سے زیادہ حسین محسوس کیا کیونکہ اس نے خود کو نکھارنے میں شاید معمول سے زیادہ اہتمام کیا تھا۔

"میں بہت بے چینی سے تمہاری منتظر تھی۔" نے مسکرا کر کہا اور حمید نے بھی کچھ

عیاش آدمی کے سے انداز میں چند رسمی جملے کہے۔

"میں ڈر رہی تھی کہ کہیں قاسم کو بھی نہ لیتے آؤ۔ وہ بہت بور کرتا ہے۔" لوسی نے کہا

"میں بھلا انہیں کیسے لاسکتا تھا۔ میں تو بہرحال ان کا ملازم ہوں۔"

"بہت چالاک ہے۔" لوسی معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"وہ میرا پن فرینڈ ہے۔ میں نے اُس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر اب مجھے غلطی پر بے حد افسوس ہے۔ پن فرینڈ کو کبھی ایک دوسرے سے نہ ملنا چاہئے۔ بڑی مایوسی ہے اور سارا خلوص رخصت ہوجاتا ہے۔"

"آہا.....تو آپ کو میرے باس سے مل کر مایوسی ہوئی ہے۔"

"یقیناً ہوئی ہے۔ وہ پرلے سرے کا بیوقوف اور گاؤدی ہے۔"

"دیکھئے محترمہ۔" حمید کسی چڑچڑی عورت کی طرح نتھنے پھلا کر بولا۔ "آپ میرے سامنے میرے باس کی توہین نہیں کرسکتیں۔"

"ہاہاہا.....!" وہ حمید کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر ہنسی "اور تم..... دوسروں کو بناتے وقت بے حد پیارے لگتے ہو۔"

"کیا مطلب.....!"

"تم اس گاؤدی پر اچھی طرح ہاتھ صاف کررہے ہو۔ اب تک کتنی رقم بنائی ہے معلوم ہوا ہے وہ ارب پتی ہے۔"

"مجھے سات سو روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ لیکن آپ کے خیالات بہت خراب ہوتے ہیں۔"

"آہا..... لوسی تم یہاں ہو۔" کسی نے پشت سے کہا اور حمید چونک کر مڑا۔ ایک بے ہنگم یوریشین میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اوہ..... انکل..... آیئے..... آیئے۔" لوسی اٹھتی ہوئی بولی۔

"او بھئی۔ تم نے شام کو مجھ سے روپے مانگے تھے۔ میں بھول گیا تھا۔ میں نے سوچا تم ہوگی۔ دیتا چلوں۔"

"ہاں میں بھول گئی۔" اس نے ہنس کر کہا۔ پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "انکل ملئے۔ یہ میرے دوست مسٹر ناصر ہیں اور یہ میرے انکل مسٹر ڈرگ پالگریو۔"

"بڑی خوشی ہوئی جناب۔" اس نے لاپروائی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور جیب سے سو روپے کے پانچ نوٹ نکال کر لوسی کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں رات کو باہر رہوں گا۔ پانچ ہزار گانٹھیں جاپان کے لئے بک کرانی ہیں۔"

حمید اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس کی چال عجیب تھی نہ جانے کیوں حمید کو اس کے چلنے کے بڑا غصہ آیا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ یا تو تم بہت ایماندار آدمی ہو۔ یا اپنا گھر بھر رہے ہو۔ اگر بات صحیح ہے تو مجھے اس احمق سے ہمدردی ہے۔"

"ہونی بھی چاہئے کیونکہ وہ مالدار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے بیان کے مطابق ا ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ان سے زیادہ چالاک آدمی میری نظروں سے گذرا ہی نہیں۔"

"اوہو.....!" لوسی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔ "تو کیا وہ خود کو بیوقوف ظاہر کرتا ہے۔"

"پہلا بار یہ سوال میرے سامنے آیا ہے اس لئے عرض کروں گا کہ آپ کا خیال بالکل صحیح ایسے آج تک کسی کو شبہ بھی نہیں ہوسکا کہ وہ خود کو بیوقوف ظاہر کرتے ہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"آپ نے یہ تذکرہ کیوں چھیڑا تھا اور مجھے بلانے کا مقصد کیا تھا۔"

"تمہاری باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں لیکن وہ تمہیں بولنے نہیں دیتا۔ میں دیر تک تمہاری سننا چاہتی ہوں۔ اس لئے میں نے آج تمہیں یہاں بلایا ہے۔"

"میں بے حد مشکور ہوں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔ "لیکن اگر باس کو اطلاع ہوگئی تو میری ماچور کردیں گے۔"

"کیوں اُسے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"

"یہی تو آپ نہیں جانتیں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ آپ کے پرا
ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور ان کا خیال ہے کہ آپ بھی ان کی ا
میں اسی طرح تڑپتی ہوں گی۔"

"اس نے مجھے غلط سمجھا ہے۔" یک بیک وہ غصیلی آواز میں بولی۔ "کتنا لغو خیال ہے
دوستی کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ عشق ہی کی شکل اختیار کرلے۔ کیا بیہودہ خیال ہے
نے میرا موڈ خراب کردیا۔"

"خیر آپ کو عشق نہ ہوگا مگر انہیں تو ہوگیا ہے۔ وہ ہر وقت آپ کی باتیں کرتے ہیں۔
وقت آپ کے خیال میں کھوئے رہتے ہیں۔ اگر کھانا کھاتے وقت آپ کا خیال آگیا
کھاتے ہی چلے جائیں گے۔ اس معاملے میں وہ گرینڈ کے منیجر کیلئے ایک مسئلہ بن گئے ہیں۔

"میں اب اُس سے نہیں ملوں گی وہ بڑے گندے خیالات رکھتا ہے۔"

"عشق کی توہین کررہی ہیں آپ۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم صرف اس کے عشق ہی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہو تو چپ چا
اٹھ جاؤ۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی تمہارا وجود برداشت نہیں کرسکتی۔"

"اوہ۔" حمید آنکھیں بند کرکے مسکرایا۔ "آپ غصے میں کتنی اچھی لگتی ہیں۔"

"اب تم نے بھی بکواس شروع کردی۔"

"اوہو۔ میں نے تو یوں ہی رسماً کہہ دیا تھا ورنہ آپ کی شکل پر تو ایسی پھٹکار برستی ہے
خدا کی پناہ۔"

لوسی ششدر رہ گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔

"جب آپ جھلاہٹ میں کچھ کہتی ہیں تو بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے کسی
انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی کو چھیڑ دیا ہو۔ جب آپ ہنستی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چیا
"چک چک" کرتی ہوئی سر پر سے گذر گئی ہو اور جب.....!"

"خاموش رہو۔" وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔ "اگر میں نے خود ہی تمہیں نہ بلایا
بہت بُری طرح پیش آتی۔ تم میری توہین کررہے ہو۔"

"نہیں..... میں جھک مار رہا ہوں جب میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تو وہ بکواس ہو جاتی
ر جب برائیاں بیان کرتا ہوں تو وہ آپ کی توہین ہو جاتی ہے پھر میں کیا کروں۔"

"کچھ بھی نہیں۔ جتنا وہ بیوقوف ہے اس سے کہیں زیادہ تم چالاک ہو۔"

"اب بس کیجئے محترمہ۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ مجھے غصہ آجائے۔"

"کیا ہوگا۔ تمہارے غصے سے میرا کیا بگڑے گا۔"

"آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں گی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"میں یہیں اسی میز پر سر کے بل کھڑا ہو کر آپ کی محبت کے گیت گاؤں گا اور اس وقت
گاتا رہوں گا جب تک کہ یہاں کا ایک ایک آدمی ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائے گا۔"

"اچھا تم اس کی حماقت کا ثبوت ہی چاہتے ہو نا۔" لوسی نے کہا۔ "تو میرے گھر چلو، میں
اس بیان کے سلسلے میں کچھ پیش کروں گی۔"

"چلئے میں تیار ہوں۔"

وہ دونوں اٹھ گئے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ یا تو اب کوئی حادثہ ہونے والا ہے یا وہ لڑکی اس
لئے اپنا جال مضبوط کرنے کے لئے اب کوئی نئی چال چلے گی۔

جیسے ہی نادر کو ہوش آیا وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔ حالانکہ ابھی اس کی نظر تک ٹھیک نہیں ہوئی
تھی اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا

جیسے اس نے پانی میں غوطہ لگا کر آنکھیں کھول دی ہوں۔ بس اسے زرد رنگ کا احساس تھا۔ بے داغ اور سپاٹ زرد رنگ حد نظر تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اندھوں کی طرح اپنے چاروں طرف زمین ٹٹولی اور سر جھکا کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ لیکن نہ تو اُسے زمین نظر آئی اور نہ اپنے ہاتھ ہی دکھائی دیئے۔ نیچے بھی چمکدار زرد رنگ نظر آ رہا تھا۔

وہ بے تحاشہ لیٹ گیا۔ سر زمین سے ٹکرایا۔ چوٹ کا احساس بھی ہوا جہاں چوٹ آئی تھی وہاں ہاتھ سے ٹٹولا بھی لیکن زرد رنگ بدستور حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ بے داغ سپاٹ زرد رنگ۔

اب بھی اُسے اپنے ہاتھ نہ دکھائی دیئے۔ حالانکہ اس نے انہیں اپنے چہرے پر بھی پھیر تھا اور آنکھوں کے قریب لا کر بھی دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے سوچا کیا وہ اندھا ہو گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے وہ ان چاروں آدمیوں میں سے ایک تعاقب کر رہا تھا جن سے سلویا کے معاملے میں ایک عمارت میں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔

وہ آدمی ایک عمارت میں داخل ہوا تھا اور نادر نے پھر اُسی رات کی طرح اس عمارت میں بھی داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ وہ عمارت کی پشت پر پھیلی ہوئی بیل کے سہارے دیوار پہنچنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی چمک گئی تھی اور ایسا محسوس تھا جیسے دھوئیں کے بادلوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ اس کے پھیپھڑوں میں داخل ہو گیا ہو۔ اس دم گھٹنے لگا تھا اور بیل کی جٹائیں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھیں۔ پھر اس کے بعد واقعات کا ہوش اُسے نہیں تھا۔

اور اب اس کی آنکھوں کے سامنے زرد رنگ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دل ہی دل میں اپنی حماقت پر افسوس کر رہا تھا۔ اس وقت اُسے رام گڈھ بھاگنا ہی حماقت معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نیکی اور سچائی کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ البتہ آدمی نے ہمیشہ ان کے خواب ضرور دیکھے ہیں۔ وہ بھی اس وقت جب بدی سے بچنے کی اس میں سکت ہی نہیں رہ گئی جب وہ بالکل ہی بے بس ہو گیا تو اس نے نیکی اور سچائی کے خواب دیکھے۔

22

ادر کا ذہن بھٹکتا رہا اور وہ آنکھیں بند کئے زمین پر پڑا رہا۔ اب اسے اس واعظ پر بھی رہا تھا۔ جس کی نصیحتوں نے اُسے اس حال کو پہنچا دیا تھا۔ شاید اگر اُسے پاگل کتا کاٹ بھی اس سے ایسی دیوانگی سرزد نہ ہوتی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دیوانگی ہی تو تھی کہ وہ صدہا ؤں پر لات مار کر ایک لنگے کے یہاں باغبانی کر رہا تھا۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب تو شاید وہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا جو ڈریگی کے پیچھے ہوئے تھے۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں مگر فوراً ہی اُسے احساس ہوا کہ اب ں کے سامنے پھیلی ہوئی زردی میں کہیں کہیں سیاہ دھبے بھی نظر آنے لگے ہیں۔ آہستہ وہ دھبے بڑے بڑے ہوتے جا رہے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑتا رہا۔ کچھ دیر بعد آنکھوں امنے پھیلی ہوئی زردی حیرت انگیز طور پر سمٹ کر ایک چھوٹے سے نقطے میں تبدیل ہو گئی نقطہ ایک روشن بلب تھا جو چھت سے لٹک رہا تھا اور اس کی روشنی چاروں طرف کمرے یلی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے سیاہ دھبے دراصل بڑی بڑی سیاہ رنگ کی الماریاں تھیں، جو ے میں چاروں طرف نظر آ رہی تھیں۔ نادر نے پہلی ہی نظر میں انہیں گن لیا۔ یہ بارہ ۔ کمرہ کافی طویل و عریض تھا لیکن اس میں اسے ایک بھی دروازہ نظر نہ آیا۔ وہ بڑی پھرتی اٹھا اور باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ اس کی مضطرب آنکھیں برابر گردش کر رہی تھیں پھر ن الماریوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ایک کے ہینڈل پر تھوڑی سی قوت صرف کی اور اس کا زہ کھل گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نادر کو اچھل کر پیچھے ہٹ آنا پڑا۔

الماری کے اندر انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ بڑے بڑے دانت نکالے آنکھوں کے سوراخوں اُسے گویا ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ نادر چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھا۔ ڈھانچے قریب ہی اُسے ایک تصویر نظر آئی یہ کسی دلکش خدوخال والی لڑکی کی تصویر تھی۔ تصویر کے تحریر تھا۔

گریشی براؤن

عمر اٹھارہ سال۔ شبنم سی خنک..... پھولوں سے حسین۔ اس کا

صرف اتنا ہی قصور تھا کہ یہ ایک پولیس آفیسر کی نظروں میں آ گئی تھی۔
اس لئے اس کی ہڈیوں کو گوشت و پوست سے بے نیاز ہونا پڑا۔ عظیم
ٹویوڈا ایک ایسا فنکار ہے کہ چشم زدن میں ہڈیوں سے گوشت الگ
کر دیتا ہے۔"

نادر کانپ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ اُسی خوبصورت لڑکی کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور ٹویوڈا..... ٹویوڈا..... تو وہ ٹویوڈا کے جال میں آ پھنسا ہے۔ وہی ٹویوڈا جس کا غلغلہ ایک دارالحکومت سے اٹھا تھا اور جس پر نادر نے سوچا تھا کہ شاید دارالحکومت کی پولیس کو فرنجک ہ ہے۔ بھلا ٹویوڈا یورپ کی شکار گاہ چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگا۔

اس نے یکے بعد دیگرے ساری الماریاں کھول کر دیکھیں اور دل ہی دل میں ٹویوڈا گالیاں دیتا رہا۔ ان سبھوں میں انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے تھے اور ہر ڈھانچے کے ساتھ ا تصویر تھی۔ تصویروں کے نیچے تحریریں بھی موجود تھیں جن سے ان لوگوں کی شخصیت پر روشنی تھی۔ جنہیں کسی نہ کسی علت میں سزا کے طور پر ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل کر دیا گیا ان میں خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی۔ یہ سب ٹویوڈا کے مجرم تھے اور ٹویوڈا ہی ان موت کا باعث بنا تھا۔

نادر نے الماریاں بند کر دیں اور کمرے کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ ٹانگوں کے لرزنے پر قابو پا سکے لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دفعتاً اس نے ایک الماری کو اپنی جگہ سے کھسکتے دیکھا۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی اور جتنی جگہ اس نے پہلے گھیر رکھی تھی اتنی ہی جگہ میں دیوار پر ایک روشن مگر دھندلا سا شیشہ نظر آیا جس پر بڑے بڑے سیاہ حروف میں تحریر تھا۔

اور یہی انجام تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔ ورنہ
عظیم ٹویوڈا کی ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دو۔
اس کے بنائے ہوئے قوانین کی حدود سے نکلنے

والوں کی آخری آرام گاہیں یہ الماریاں ہیں۔
کیا تم اس کمرے میں تیرھویں الماری کا اضافہ
پسند کرو گے۔ نہیں تم اتنے احمق نہیں معلوم
ہوتے۔"

نادر اس تحریر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ پھر اچانک الماری دوبارہ کھسک کر اپنی جگہ گئی۔ نادر اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

باس کی محبوبہ

حمید بہت احتیاط سے اس عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ لوسی اُسے اپنے ساتھ لانے کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ حمید سے راستے بھر پیاری پیاری باتیں کرتی آئی تھی مگر حمید اپنی دیڑی کی حدود سے باہر نہیں ہوا تھا۔ اچھی طرح ہوشیار تھا۔ یعنی ضرورت پڑنے پر ہر قسم کے ات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

اصل عمارت میں بھی قدم رکھتے وقت اس نے ادھر اُدھر دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ اسٹڈی میں پہنچ گیا اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔

لوسی نے اس کے قریب ہی کھڑے ہو کر انگڑائی لی۔

"تم سچ مچ بڑے عجیب ہو۔" وہ خوابناک انداز میں مسکرائی۔

"جب آپ پچھترویں بار مجھے عجیب کہنے کا ارادہ کریں گی تو میں اس دنیا میں نہ ہوں گا۔ نوٹ کر لیجئے۔"

لوسی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "تمہارا انداز گفتگو ہی تو بے حد پیارا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اس احمق کا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اپنے آفس میں تمہارے لئے کوئی معقول سی جگہ نکلوانے

کی کوشش کروں گی۔"

"کیوں"

"تاکہ میں تم سے روزانہ مل سکوں۔"

"آخر آپ روزانہ کیوں ملنا چاہتی ہیں۔"

"تم مجھے بہت..... یعنی کہ..... تم بہت اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہو۔" لوسی نے آہستہ سے کہا اور پیچھے دیکھنے لگی۔ یہ انداز شرما جانے کا سا تھا۔

"ہاں دیکھئے۔ آپ مجھے یہاں اس لئے لائی تھیں کہ میرے باس کے احمق ہونے کا ثبوت پیش کریں گی۔"

"ارے ثبوت کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں وہ احمق نہیں معلوم ہوتا۔"

"محترمہ۔" حمید غصیلے لہجے میں بولا۔ "میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ مجھے احمق نہیں معلوم ہوتے۔"

"میں نے فضول اتنی کوشش کی۔" لوسی نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "تم اس کا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔"

"ہر شخص اپنے فائدے کی سوچتا ہے۔"

"آہا۔" لوسی بیساختہ ہنس پڑی۔ "تو آ گئی نا فائدے کی بات۔"

"کیوں نہ آئے۔ میرا باس مجھے بہت زیادہ تنخواہ دیتا ہے۔"

"جھوٹے ہو۔ تنخواہ کے علاوہ بھی تم اُس سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھتے ہو۔"

"چلئے اب میں اس کی تردید بھی نہیں کروں گا۔ پھر۔"

"کچھ نہیں۔ مزہ کرو۔ میرا کیا بگڑتا ہے۔ میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ اب مجھے اس گدھے سے ملنا نہ پڑے۔ ایک بار ملنے کے بعد شائد پھر نہ ملتی۔ مگر تم.....!"

"میں نے کیا کیا ہے۔" حمید نے پھر چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

"تم نے بہت کچھ کیا ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "تم پہلے مرد ہو جس نے مجھے

متاثر کیا ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر اُسے ناپسند کرنے کے باوجود بھی اُس سے ملتی رہی ں۔ کسی عورت سے پوچھو کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔"

"فی الحال مجھے ہی عورت تصور کر لو۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"اُسے بھی جہنم میں جھونکو۔ میں تو تمہیں اپنی دلی کیفیت بتا رہی ہوں۔ تمہیں یقین آئے نہ آئے مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔"

"ہاں..... اب آپ نے کہی ہے پتے کی بات۔ بس اسی طرح میرا باس بھی آپ سے بے حد محبت کرتا ہے۔ آپ کو اس کی پرواہ ہو یا نہ ہو۔"

"اس گدھے کی بات نہ کرو۔ اس کے تصور ہی سے مجھے گھن آتی ہے۔ تم بتاؤ کہ تمہارے دل میں میرے لئے کتنی جگہ ہے۔"

حمید نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں۔ پھر بے حد مغموم نظر آنے لگا۔

"جواب دو۔" لوسی نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"میں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا جب تک کہ میرا باس آپ سے محبت کرنا چھوڑ دے۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"ارے..... کیا تم بھی اسی کی طرح احمق ہو گئے ہو۔"

"نہیں محترمہ۔ میں بہت با اصول آدمی ہوں اور لائیے ایک خنجر لائیے تاکہ میں اپنا دل پھاڑ کر آپ کو دکھا سکوں کہ آپ کے لئے اس میں کتنی جگہ ہے مگر ایک با اصول اور شریف آدمی اسی طرح سلگ سلگ کر مر جاتا ہے کبھی اپنی زبان پر وہ نہیں لاتا جو اُسے ضرور کہنا چاہئے۔"

"ڈیئر۔" وہ اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جھکتی ہوئی بولی۔ "تم کتنے شاندار گدھے ہو۔" اور پھر وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

حمید کی آنکھوں سے دو آنسو گالوں پر ڈھلک آئے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ میرا باس پکا فراڈ ہے اُسے آپ سے قطعی محبت نہیں ہے مگر چونکہ وہ زبان سے کہہ چکا ہے اس لئے میں اس کا پابند ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ۔ ارے تم رونے لگے۔ چھی چھی بُری بات ہے۔ اچھا میں اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ بیٹھو۔" اس نے اُسے صوفے میں دھکیل دیا اور خود بھی اس پر لد سی پڑی۔

حمید کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں اور قریب تھا کہ وہ کھوپڑی کی حدود سے تجاوز کر جائے دفعتاً اُسے خیال آ گیا کہ یہ لڑکی سچ مچ مجھے گھسنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لہٰذا اس نے پہلے تو لوسی کے جسم کی لمس کی پرواہ کئے بغیر اپنے آنسو خشک کئے اور آہستہ سے ایک طرف کھسکتا ہوا بولا۔ "دیکھئے میں بہت ستم رسیدہ ہوں۔"

"آج تک کوئی بھی مجھ سے ہمدردی سے پیش نہیں آیا۔ میرا باس ہی مجھے ہر وقت گالیاں دیتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ پیسے اچھے ملتے ہیں اس لئے سب کچھ برداشت کر لیتا ہوں۔"

"قدرتی بات ہے۔ بڑا کمینہ ہے۔ وہ اب ملے گا تو اس کا منہ نوچ لوں گی۔"

حمید کی آنکھوں سے پھر آنسو اُبل پڑے اور وہ باقاعدہ رونے لگا۔ لوسی نے جھپٹ کر ایک بازو اس کی گردن میں ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو خشک کرنے لگی۔ مگر حمید بوکھلا گیا کہ کہیں میک اپ ظاہر نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ تڑپ کر اس کے بائیں بازو سے نکل گیا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "دنیا نے مجھے پیس کر رکھ دیا ہے۔ اب میں خودکشی کر لوں گا اور اب میں اپنے کمینے باس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ صبح شہر کے کسی حصے سے میری لاش اٹھوا لینا۔"

لوسی نے جھپٹ کر اُس کی کمر پکڑ لی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بے وقوف آدمی سے کھیل رہی ہو۔

"چلو..... بیٹھو..... یہ کیا پاگل پن ہے۔ اگر تمہیں اس گدھے سے کوئی شکایت ہے تو اس کا خاتمہ کر دو۔ تم کیوں مرو۔ واقعی اس کی صحبت نے تمہیں بھی احمق بنا دیا ہے۔"

حمید ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگا اور وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑی اُسے دلاسہ دیتی رہی۔ ویسے حمید نے اس بار ایک ایسی کرسی منتخب کر لی تھی جس پر کسی دوسرے کے لئے گنجائش نہ نکل سکے۔

"ہاں ابھی تم نے اُسے فراڈ کہا تھا۔" لوسی نے کہا۔

"قطعی فراڈ ہے اور انتہائی چالاک۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اس نے تمہیں ے چچا کو بھی اُلو بنایا ہے۔ چیک بک وہ باہر پھینک گیا تھا گرہ کٹ کی کہانی بکواس تھی۔ ے بکواس۔ وہ بعد میں ہنس رہا تھا تم لوگوں کا مضحکہ اڑا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ تو میں رعب ڈالنے کے لئے وہ چیک لکھ ڈالے تھے۔ اگر تمہیں یقین نہ آئے تو میں وہ چیک ا کے کمرے سے برآمد کرا سکتا ہوں۔"

"مگر یہ کتنا بڑا کمینہ پن ہے۔ اتفاق سے میری زبان سے اپنی موجودہ پریشانیوں کے ہ نکل گیا تھا۔ اس نے خود ہی پچاس پچاس ہزار کے دو چیک لکھے تھے اور مجھے مجبور ا کہ میں انہیں لے لوں۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ اس لئے پیچھا چھڑانے کی غرض دیا کہ چلو میرے چچا کے پاس..... اگر وہ لے لیں تو مجھے بھی کوئی انکار نہ ہوگا۔ میں سمجھی ی جگہ سے بات ٹل جائے گی۔ لیکن وہ میرے ساتھ یہاں آنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور ا آ کر میرے چچا کے پیچھے پڑ گیا۔ مجبوراً انہیں کہنا پڑا لاؤ بھئی دے دو۔ لیکن اس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں اور کسی نامعلوم گرہ کٹ کو گالیاں دینے لگا۔"

"ہاہا.....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "اب بھی تم اُسے احمق کہو گی۔"

"نہیں۔ مگر اب اُسے سزا دینے کو دل چاہتا ہے۔ کیا اس نے وہ دونوں چیک کینسل نہیں کئے۔"

"نہیں..... چیک بک جوں کی توں رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی قطعی غلط ہے کہ اس نے طور پر چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع دے دی ہے۔"

"تب تو سنو ڈیئر۔ اُسے سزا دینی چاہئے۔ تم کسی طرح وہ دونوں چیک اڑا دو۔ اس ا کچھ دن پریشان کر کے اس کے روپے کسی پھٹے پرانے جوتے میں بھر کر پھر اس کے ار دیں گے۔" لوسی نے کہا۔

"نا..... بابا.....!" حمید کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میں نہیں اڑا سکتا۔"

"ہشت ڈرپوک۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "یہی موقع ہے بدلہ لینے کا۔"

"میں تو نہیں اڑا سکتا لیکن وہ جگہ بتا سکتا ہوں جہاں چیک بک رکھی ہوئی ہے۔ میں باس کو باتوں میں لگائے رہوں گا تم اڑا دینا۔"

"اچھا چلو یہی سہی۔ مگر وعدے سے نہ پھرنا۔ میں چاہتی ہوں اسے ایک ایسا اچھا سبق دیا جا

نادر کسی پتھر کے بت کی طرح کمرے کے وسط میں بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

دفعتاً آٹھ نمبر کی الماری اپنی جگہ سے کھسک گئی اور اس کی پشت پر دیوار میں خلاء نظر جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دروازے کی شکل اختیار کرلی۔

دوسری طرف بھی روشنی ہی تھی۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اب وہ کسی قسم کی بے احتیاطی کے لئے تیار نہیں تھا۔

دفعتاً ایک نقاب پوش اُسے دوسری طرف نظر آیا، جو اس کی جانب ہاتھ پھیلائے بڑ پیار سے کہہ رہا تھا۔ "آؤ دوست۔ خوش آمدید۔ تم ایسی جگہ پہنچ گئے ہو جو تمہارے شایان شان۔ آؤ عظیم ٹویوڈا نے عہد کیا تھا کہ تمہیں فرشتہ نہیں بننے دے گا وہ آج بھی اپنے عہد پر قائم

نادر آگے بڑھ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان پر اس کی کوئی کمزوری ظاہر ہو جائے۔ و بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ٹویوڈا کے نام نے اُسے مرعوب کر دیا ہے۔ وہ بڑے تکلفانہ انداز میں نقاب پوش کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے اس سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا مسکراتا ہوا بولا۔ "اگر تم ہی ٹویوڈا ہو تو تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

"میں ٹویوڈا کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ دوست مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہاں عجائبات دکھاؤں۔"

"ہاں! ضرور ضرور۔" نادر مسکرا کر بولا۔ "ابھی میں نے بارہ آدمیوں کی آخری آ

ہیں دیکھی ہیں، واقعی ٹویوڈا ایک بہت بڑا فنکار ہے۔"

"ابھی ایسے ہی بہتیرے عجائبات ہیں۔ اچھا آؤ میرے ساتھ۔"

وہ ایک لمبی راہداری سے گذر رہے تھے۔ دفعتاً نادر نے کسی کی چیخیں اور کراہیں سنیں۔

اب پوش ہنس رہا تھا۔ "یہ بھی عجوبہ ہے۔ مسٹر نادر آؤ پہلے اسی کو دیکھیں۔"

وہ اسی کمرے میں داخل ہوئے جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔

ایک بڑی میز پر ایک نیم برہنہ آدمی اندھا پڑا چیخ رہا تھا اور دوسرا آدمی داہنے ہاتھ سے نبور پکڑے اس کی پشت سے کوئی چیز نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آؤ..... قریب آؤ..... میں تمہیں ٹویوڈا کا دوسرا کمال دکھاؤں۔" نادر کے ساتھی نے اس ے کہا۔ نادر میز کے قریب چلا گیا۔ دفعتاً اس نے دوسرے آدمی کے زنبور کی گرفت میں ایک ریک سی سوئی دیکھی، جو اس نے نیم برہنہ آدمی کے داہنے شانے سے نکالی تھی۔

"ایسی ہی لاتعداد سوئیاں اس کے سارے جسم میں پیوست ہیں۔ نقاب پوش کا ساتھی کہہ ہا تھا۔ اور یہ سوئیاں اس کا ثبوت ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی بھی عظیم ٹویوڈا کے سامنے لآخر بے بس ہو جاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" نادر نے کہا۔

"عظیم ٹویوڈا اپنے غلاموں کو باندھ کر نہیں رکھتا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا دوست۔" نادر نے بہت زیادہ دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹویوڈا کا قیدی تھا اور اسی عمارت میں تھا۔ آج ٹویوڈا نے اسے اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ وہ ٹھیک نو بجے اسی عمارت میں واپس پہنچ جائے۔ اس نے وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن یہ نو بجے تک واپس نہیں آیا بس پھر یہ جہاں بھی تھا وہیں ٹھیک نو بج کر پانچ منٹ پر اس کے جسم میں سوئیاں چبھنے لگیں اور اسے خیال آیا کہ ٹویوڈا اُسے رہا کرتے وقت نشے میں نہیں تھا، ورنہ یہ بیچارہ تو یہی سمجھا تھا کہ ٹویوڈا نے نشے کی جھونک میں اسے رہا کر دیا ہے۔ لہٰذا رہا ہونے والا جس کے حواس خمسہ اپنی جگہ پر ہی تھے اپنی دانست میں ٹویوڈا کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے

میں کامیاب ہوگیا تھا۔ بھلا پنچھی پنجرے سے اڑنے کے بعد کب واپس آیا ہے۔ اگر تم کسی پرندے کے پنجرے کی کھڑکی کھول کر کہو کہ جاؤ بیٹا اڑ جاؤ لیکن دو گھنٹے بعد واپس آجانا تو دیکھنے اور سننے والے تمہیں یا تو پاگل سمجھ لیں گے یا اس پر یقین کرلیں گے کہ تم بہت زیادہ پی گئے ہو۔ یہی حال اس قیدی کا بھی ہوا۔ یہ سمجھا تھا کہ اب اُسے کون پا سکے گا۔ لیکن اُسے ٹھیک ساڑھے نو بجے یہاں پہنچ جانا پڑا۔ جب کئی سوئیاں اس کے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں تو اُسے خیال آیا کہ کہیں ٹویوڈا ہی کے بھوت نہ ہوں۔ کیونکہ اسے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ سوئیاں آسمان سے برسی ہوں۔"

نادر نے ایک طویل سانس لی لیکن اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔ پھر اس طرح سر کو جنبش دی جیسے اُسے ٹویوڈا کا یہ بچکانہ کھیل بہت پسند آیا ہو۔

"اب آؤ تمہیں دکھاؤں کہ وہ اپنے سرکس کے جانوروں کو کس طرح سدھاتا ہے۔"

وہ اب اسے ایک ایسے کمرے میں لایا جہاں ایک میز کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور اس میز پر ایک ٹیلی ویژن سیٹ بھی موجود تھا۔

اس نے اس کا سوئچ آن کر دیا اور اس کی اسکرین روشن ہوگئی۔

"غور سے دیکھنا۔ ٹویوڈا اپنے سرکس کے لئے ایک، جانور کو ٹریننگ دے رہا ہے۔" ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نادر کو ایک سیاہ پوش نظر آیا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک بھی تھا اور اس کا سارا جسم سیاہ رنگ کے ایک لبادے میں چھپا ہوا تھا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چابک کو گردش دے رہا ہو۔ پھر ایک اور آدمی بھی اسکرین پر نظر آیا۔ یہ غالباً چابک کی زد سے بچنے کیلئے بندروں کی طرح کود رہا تھا۔ ساتھ ہی نادر نے اسکی آواز بھی سنی۔ وہ اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔ "میں اُلو ہوں، میرا باپ بھی اُلو تھا اور مجھے ایک گدھی نے جنم دیا تھا۔"

جب بھی اس کی زبان رکتی سیاہ پوش کا چابک لپکتا ہوا اس کے جسم کے کسی حصے پر ضرور لپٹ جاتا اور وہ دوسری چوٹ بچانے کے لئے اچھلنا کودنا شروع کر دیتا اور ساتھ ہی اس کی

ھی چلنے لگتی تھی۔

نادر کچھ دیر تک یہ تماشا دیکھتا رہا پھر ٹیلی ویژن کا سوئچ آف کر دیا گیا۔

"یہ کیا تھا دوست۔" نادر نے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے اس منظر سے بے حد محظوظ ہوا ہو۔

"یہ ٹویوڈا کی تفریح تھی۔"

"کیا وہ سیاہ پوش۔"

"ہاں..... وہ بذات خود ٹویوڈا ہے۔ اس کی یہ تفریح اس کے غلاموں کی تربیت کا طریقہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"نہ سمجھے ہوگے۔" نقاب پوش نے لاپروائی سے کہا۔ "ٹویوڈا انتہائی پراسرار ہے لیکن اس یقہ کار سائنٹیفک ہوتا ہے۔ جس پر وہ کوڑے برسا رہا تھا ایک نوگرفتار ہے۔ کچھ دن ٹویوڈا یدی میں رکھے گا اور پھر وہ بھی آزاد کر دیا جائے گا اور پہلی آزادی پر وہ یہی سمجھے گا کہ نشے میں تھا۔ بھلا اڑا ہوا پنچھی کب واپس آتا ہے۔ وہ ٹویوڈا سے دور بھاگنا چاہتا ہے مانی بلائیں اُسے گھیر کر دوبارہ ٹویوڈا کے حضور میں لے آئیں گی۔ ابھی تم ایک ایسے ہی و دیکھ چکے ہو۔ جس کے جسم سے سوئیاں نکالی جا رہی تھیں۔ صرف سوئیاں ہی نہیں ٹویوڈا ح کا کسی حد تک تم بھی شکار ہوئے ہو مسٹر نادر۔"

"مثلاً....." نادر تلخ لہجے میں بولا۔ "میرا کاٹن ڈیل کے آفس سے نکالا جانا..... اور بیچ کی بے عزتی کا سامنا کیوں۔"

"یقیناً وہ ٹویوڈا ہی کی تفریح تھی۔"

"آخر کیوں۔ میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔"

"اس کا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ مگر اس کے مسلک کا مضحکہ اڑانے کی کوشش ضرور کی تھی۔ ار بھلا وہ کیسے برداشت کر لیتا کہ اس کی عملداری میں کوئی بُرا آدمی اچھا بننے کی کوشش ے۔ جب کہ اچھوں کو بُرا بنانا ہی اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا مشن ہے۔ مگر دیکھو بعد میں

اُسے تمہاری قدر و قیمت معلوم ہوئی ہے اس لئے اس نے تم سے وہ برتاؤ ترک کر دیا تھ
تمہیں اس طرح نہیں پکڑوایا گیا جیسے دوسرے پکڑوائے جاتے ہیں بلکہ تمہیں موقع دیا گیا
خود ہی یہاں تک چلے آؤ۔"

"تو وہ سلویا پالگریو والا معاملہ۔"

"ہاں۔ وہ معاملہ الگ نوعیت کا حامل بھی ہے اور اس سے تم بھی متعلق ہو۔ مگر یہ نہیں
جاسکتا وہ ڈرامہ محض تمہارے ہی لئے کیا گیا تھا۔ تم خواہ مخواہ بیچ میں آ کودے۔ اس لئے
گیا کہ یہ بھی غیر مناسب نہ ہوگا۔"

"تو کیا میں خود کو ٹویوڈا کا قیدی سمجھوں۔"

"قطعی نہیں۔ تم اگر ابھی واپس جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔ ٹویوڈا تو تمہیں محض یہ دکھانا
ہے کہ تم یہاں سے جانے کے بعد بھی ٹویوڈا کے خلاف کچھ نہ کرسکو گے۔"

"کیا مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ ٹویوڈا جیسے فنکار کی راہ میں آؤں گا۔" نادر نے
کر کہا۔

"نہیں۔ سلویا یا ڈریگی کی حمایت کا خبط ایک دن تمہیں ٹویوڈا کی راہ پر ضرور لائے گا۔
نادر نے قہقہہ لگایا اور بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "سلویا بے حد حسین ہے۔ عورت
معاملے میں میں اب بھی بُرا ہوں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون غلط ہے۔"

دوسرا نقاب پوش

پھر معاملات بہت آگے بڑھ گئے اور حمید کو کچھ دیر تک اپنا سر کھجانا پڑا۔ لیکن آخرا
لوسی کی اس رائے سے متفق ہونا ہی پڑا کہ اس معاملے سے اس کے چچا کو بھی آگاہ کیا جا
کیونکہ قاسم نے اس کی بھی توہین کی تھی۔ بات طے ہوگئی اور یہ مسئلہ دوسرے دن ڈریگی

پیش ہوا۔ غالباً لوسی کا خیال تھا کہ وہ حمید کو اُلو بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے کیونکہ حمید
ورہ اس کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔

ڈریگی نے چیک بک کی کہانی سن کر آپے سے باہر ہو جانے کا مظاہرہ کیا اور کافی دیر تک
برستا رہا۔ پھر لوسی نے اپنی تجویز پیش کی۔

"نہیں قطعی نہیں۔ میں مذاق کے لئے بھی اُسے پسند نہیں کروں گا۔" ڈریگی نے
وار لہجے میں کہا۔

"پھر یہ تو دیکھو انکل کہ اس نے ہم لوگوں کو کیسا ذلیل کیا ہے۔"

"یہ تمہاری غلطی تھی۔ نہیں اب میں مشورہ دوں گا کہ خاموشی اختیار کرو۔ ہاں اگر اب اس
سے ملنے کی کوشش کی تو شہر کی کسی شاہراہ پر اس کے جوتے لگوا دوں گا۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا انکل۔ میں کہتی ہوں تفریحاً ہی سہی لیکن اس کے ساتھ کوئی فراڈ
ہئے۔ مسٹر ناصر کی ایک تجویز ہے۔ یہ بھی اس گدھے سے عاجز آ گئے ہیں۔ اوہ انکل یہ تو
زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ خود کتنا بڑا فراڈ ہے۔ یہ اب اس کی ملازمت نہیں کرنا چاہتے۔
نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی فرم میں انہیں جگہ دوں گی۔"

ڈریگی نے حمید کو نیچے سے اوپر تک دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر لوسی نے کہا۔ تجویز یہ ہے کہ چیک بک اڑا لی جائے اور مسٹر ناصر
سے روئی کے ایک بڑے سودے کا کاغذ لکھوا لیں۔

"ہوم.....!" ڈریگی حمید کی آنکھوں میں دیکھنے لگا بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید کو
نے کی کوشش کر رہا ہو۔

"وہ سودا کس طرح ہوگا جناب۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہر طرح ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ میں اسے اس کے کمینہ پن کا مزہ چکھاؤں گا۔ خواہ مجھے
اجان ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔ وہ مجھے اپنے پالتو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ ہر
نہ گالیاں دیتا رہتا ہے۔ میں اُسے مزہ چکھاؤں گا۔"

"مگر سودا کیا ہوگا؟"

"میں اس سے ایک لاکھ کی روئی وصول پانے کی رسید لکھواؤں گا۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"آپ چیک کیش کرالیجئے گا یا اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرالیجئے گا اگر اس نے کو
قانونی کارروائی کی تو ڈیلیوری ریسیٹ اس کی گردن کا پھندا بن جائے گی۔"

"مگر وہ ڈیلیوری ریسیٹ دینے ہی کیوں لگا۔ اگر وہ اتنا ہی چالاک ہے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑیئے۔ اس کے فرشتے بھی دیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کب حما
کرنے لگتا ہے۔ بس شراب چاہئے..... اور..... خیر میں اس کا ذمہ لیتا ہوں۔ ایک کیا
چاہوں تو اس سے روزانہ دس لاکھ وصول کرسکتا ہوں۔"

"وصول ہی کرتے ہوگے۔" ڈریگی نے ترش لہجے میں کہا۔ "تم بھی مجھے کوئی اچھے
نہیں معلوم ہوتے۔"

پھر اس نے لوسی سے کہا۔ "تم ان لغویات میں نہ پڑو۔ ان کالے آدمیوں پر اعتماد
بڑی حماقت ہے۔"

"مسٹر ڈریگی۔" حمید کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "تم میری توہین نہیں کرسکتے۔
تمہاری بھتیجی میری دوست نہ ہوتی تو تمہیں بتاتا کہ دیکھو میری رنگت تم سے زیادہ سفید ہے
میرے مقابلے میں کوئی حبشی معلوم ہوتے ہو۔"

"بدتمیز۔" ڈریگی گھونسہ تان کر حمید کی طرف بڑھا۔ لیکن لوسی ان کے درمیان آ گئی۔

"انکل یہ کیا کررہے ہو۔ ناصر میرا بہترین دوست ہے۔"

ڈریگی پیچھے ہٹ گیا اور یک بیک اس کے چہرے سے شرمندگی ظاہر ہونے لگی۔

"ناصر.....!" لوسی حمید کے بازو پر ہاتھ پھیرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "انکل دل کے بُ
نہیں ہیں۔ مگر انہیں غصہ بہت جلد آجاتا ہے۔"

"مجھے اپنے اس غیر شریفانہ رویے پر ندامت ہے مسٹر ناصر۔" ڈریگی بھی بھرائی

آواز میں بولا۔ "بات دراصل یہ ہے۔"

"آؤ چلیں۔" لوسی اسے دروازے کی طرف کھینچ لے گئی اور یہ بھی نہ سننے دیا کہ ڈریگی
کیا کہنا چاہتا ہے۔

وہ اسے پھر اسٹڈی میں لاکر بولی۔ "میں کہتی ہوں انکل کو الگ ہی رکھا جائے۔ اس
معاملے کو ہم خود ہی دیکھ لیں گے۔ میں اس سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہوں۔"

"میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ڈیئر۔ تم بُرا مان گئے۔ انکل نے معافی تو مانگ لی تھی۔"

"کچھ دیر مجھے خاموش رہنے دو۔ میرا موڈ بہت خراب ہوگیا ہے۔" حمید منہ پھلائے
ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا لوسی پھر اس پر لد پڑی وہ کرسی کے ہتھے پر بیٹھ گئی تھی اور آہستہ آہستہ
اس کی گردن سہلا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے پوچھا۔ "ایک لاکھ میں کتنی گانٹھیں ہوں گی۔"

"یہ تو انکل ہی سے معلوم ہوسکے گا۔"

"انکل کی بات نہ کرو۔"

"ارے بس یونہی ان سے ریٹ معلوم کرکے گانٹھوں سے ایک لاکھ کو تقسیم دے دوں گی۔
غالباً تم ایک لاکھ قیمت کی گانٹھوں کی ڈیلیوری پر ریسیٹ لکھواؤ گے۔"

"ہاں۔"

"مگر کس طرح لکھوالو گے۔"

"نشے کی حالت میں۔ زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ نشے میں وہ سچ مچ بالکل گدھا ہوجاتا ہے۔"

"ہم کچھ دن اُسے پریشان کریں گے۔" لوسی ہنس پڑی۔ "پھر رقم واپس کردیں گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "آدھے آدھے پر معاملہ کرلو۔"

"چلو، جو تم کہو گے۔ میں اپنا حصہ اُسے واپس کردوں گی۔"

"تمہاری مرضی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

نادر نے کھلی فضا میں پہنچ کر دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور مڑ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ ایسی الجھن سے وہ کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔

آخر ٹویوڈا کے آدمیوں نے اسے کیوں پکڑا تھا۔ پکڑا ہی تھا تو اس طرح چھوڑ کیوں دیا اور اسے اس کا موقع کیوں دیا کہ وہ اس عمارت کے محل وقوع سے واقف ہو جائے۔ مگر یہ وہ عمارت تو ہرگز نہیں تھی جس کی دیوار پر پھیلی ہوئی بیل کے ذریعے اس نے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ یہ شہر کا ایک جانا پہچانا حصہ تھا اور نادر نے ادھر سے گذرتے وقت اس شاندار عمارت کو بار بار دیکھا تھا۔ اس عمارت میں انسانی ہڈیوں کے بارہ ڈھانچے تھے اور ہر ڈھانچے کے ساتھ ایک تحریری اقرار جرم بھی موجود تھا۔ اس عمارت میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں ان کی مرضی کے خلاف محبوس رکھا گیا تھا۔ پھر.....؟ ان لوگوں نے نادر کو ک ایسی عمارت سے کیوں نکل آنے دیا۔ وہ چلتا رہا اور اس کے ذہن میں لاتعداد سوالات چکراتے رہے۔ وہ نہایت آسانی سے پولیس کو اس عمارت کا پتہ بتا سکے گا کیا ٹویوڈا اتنا احمق بھی ہوسکتا ہے۔ پھر کیا بات تھی۔ اسے وہ آسمانی بلائیں یاد آئیں جن کا تذکرہ اس نقاب پوش نے کیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد آیا کہ اسے کس طرح صدر کے فٹ پاتھ پر گرایا گیا تھا۔ کس طرح سر پر چپتیں رسید کی گئی تھیں۔ تو کیا پولیس اسٹیشن کی طرف رخ کرنے سے اس کے جسم پر بھی باریک باریک سوئیوں کی بارش ہوگی۔ یقیناً اس کے ذہن نے جواب دیا۔ ٹویوڈا احمق نہیں ہوسکتا۔ اس نے کسی مضبوطی ہی کی بناء پر اسے اس طرح مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا اُسے فی الحال خاموش ہی رہنا چاہئے۔ ویسے اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن ٹویوڈا سے ضرور ٹکرائے گا۔ خواہ خود ہی فنا ہو جائے۔ تو کیا ٹویوڈا اُسے بُرائی کے راستے پر زبردستی لے جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ نادر کا خون کھولنے لگا اور اس کے قدم بیساختہ اس سڑک کی طرف مڑ گئے جو اسے پولیس اسٹیشن تک لے جاتی۔

لیکن پھر کچھ دور چلنے کے بعد وہ چونک پڑا۔ اُسے ٹویوڈا کی آسمانی بلائیں یاد آ گئیں۔ کا مکارترین آدمی، اس نے سوچا اس کے خلاف علانیہ طور پر جنگ کرنا حماقت ہی ہوگی۔ ا ہے کہ مکاری ہی اس کے سلسلے میں کارآمد ثابت ہوسکے۔

اب نادر کے قدم سلویا کے بنگلے کی طرف اٹھ رہے تھے اور وہ اب سلویا اور ڈریگی کے ں سوچ رہا تھا۔ آخر ان کا ٹویوڈا سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ ٹویوڈا نے ڈریگی کو سلویا کے ں زہر کیوں دلوانا چاہا تھا۔ ان دونوں میں مظلوم کون تھا۔

بنگلے کے قریب پہنچ کر اس نے رک کر چاروں طرف دیکھا۔ لیکن نزدیک و دور کوئی بھی ائی دیا۔ کہیں دور گھڑیال بارہ بجا رہا تھا۔ گھنٹوں کی آوازیں سکوت کا سینہ چیر رہی تھیں۔ نے آگے بڑھ کر پھاٹک ہلایا۔ چوکیدار نے جاگتے رہو کی ہانک لگائی پھر کچھ دیر بعد ک کھل گیا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

وہ اپنی کوٹھری کی طرف چلا آیا۔ کوٹھری کی کنڈی گری ہوئی دیکھ کر اسے حیرت نہیں ۔ اس نے سوچا ممکن ہے اس کی عدم موجودگی میں سلویا آئی ہو۔ وہ اکثر اس کی عدم ودگی میں بھی اس کی کوٹھری میں آجایا کرتی تھی اور اس طرح وہ روزانہ اپنے تکئے پر نیا پایا کرتا تھا۔ بستر گو فرش پر ہوتا تھا لیکن بچھا ہوا ملتا اور سرہانے دو چار تازہ گلاب۔

نادر نے دروازے کو دھکا دیا، جو ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا پھر کوٹھری میں داخل اس نے دروازہ بند کرکے کنڈی چڑھا دی۔ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا اور تختے پر رکھے ہوئے لین لیمپ کے روشن کرنے کے لئے دیا سلائی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ دفعتاً اس چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی تھی اور کسی نے آہستہ سے کہا "ریوالور کا رخ تمہارے سینے طرف ہے۔ اب تم لیمپ روشن کرسکتے ہو۔"

"تم کون ہو۔" نادر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"لیمپ روشن کرو۔ اگر میں نے پسند کیا تو مجھے فوراً پہچان لو گے۔"

نادر نے بے چوں و چرا لیمپ روشن کردیا۔ ٹارچ بجھا دی گئی۔ کیروسین لیمپ کی مدھم

روشنی میں ایک نقاب پوش اُسے نظر آیا۔ جس کے جسم پر سیاہ پتلون اور چمڑے کی جیکٹ تھ
آدمی قد آور تھا اور مضبوط جسم کا معلوم ہوتا تھا لیکن اب اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔ نا
اُسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔''

''کیا ٹویوڈا اُس عمارت میں موجود تھا۔'' نقاب پوش نے پوچھا۔

''نہیں۔'' نادر نے غیر ارادی طور پر کہا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''تم کون ہو۔''

''تم اب مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔'' نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا ''صر
میری باتوں کا جواب دیتے رہو۔''

''اچھی بات ہے۔'' نادر نے مسکرا کر اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ''اگر تمہارے جسم
مجھے زیر کرنے کی قوت موجود ہے تو ضرور تم مجھ سے اپنے سوالات کا جواب لے سکو گے۔''

''اوہ.....!'' نقاب پوش ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''کشتی لڑو گے۔''

لیکن دوسرے ہی لمحے میں نادر نے اس پر چھلانگ لگادی اور پوری قوت سے اس
ٹکرایا لیکن یہ اور بات ہے کہ پلک جھپکتے ہی نقاب پوش اُسے گرا کر سینے پر سوار ہو گیا ہو۔

''کیوں؟'' نقاب پوش ہنس کر بولا۔ ''اب ملے گا جواب۔''

''یقیناً.....!'' نادر بھی جواباً مسکرایا۔ ''ملے گا لیکن اس لئے نہیں کہ میں زیر ہو گیا ہوں
اس لئے کہ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔''

نقاب پوش اُسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

نادر نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے بے حد خوشی ہے کہ اب ایک بہت بڑی الجھن سے کسی
تک نجات مل جائے گی۔''

نقاب پوش نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ ''ٹویوڈا وہاں تھا یا نہیں۔''

''حقیقت یہ ہے کہ میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ویسے مجھے ٹیلی ویژن پر اس
درشن کرائے گئے تھے۔''

''کیا تم نو گرفتاروں میں سے ہو۔'' نقاب پوش نے پوچھا۔

''ذرا مجھے دم لینے دیجئے میں پوری کہانی دہرادوں گا۔'' نادر نے ایک طویل سانس لے
کر کہا۔

سیکریٹری اور مچھر

اس وقت ڈریگی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں جب قاسم نے یہ کہا کہ ڈیلیوری
یٹ پر اس کے دستخط جعلی ہیں۔ ڈی ایس پی سٹی نے چیک کے دستخط سے ڈیلیوری ریسیٹ
دستخط کا موازنہ کر کے کہا۔ ''اوہو..... یہ تو قطعی جعلی معلوم ہوتے ہیں، ایک بچہ بھی کہہ دے گا۔''

ڈریگی بڑی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ حمید کی اسکیم کے مطابق لوسی نے چیک بک قاسم
کمرے سے اڑائی تھی اور قاسم کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ کب کیا ہو گیا وہ تو جب دونوں
ک ڈریگی کی فرم کے اکاؤنٹ میں جمع ہونے کے لئے بینک بھیجے گئے تو ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔
نکہ قاسم نے چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع بینک کو بھی دے دی تھی اور باقاعدہ طور پر اس
رپورٹ بھی درج کرادی تھی۔ بینک نے معاملہ پولیس کے سپرد کر دیا۔

قاسم کو اطلاع ملی کہ ڈریگی ہی نے ان گمشدہ چیکوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔
سناٹے میں آ گیا۔ کیونکہ اس کے پراسرار سیکریٹری کا قول کرسی نشین ہو گیا تھا۔ پھر کوتوالی میں
م اور ڈریگی کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ڈریگی نے ڈیلیوری ریسیٹ پیش کی جو اُسے قاسم سے ملی تھی
حمید نے اُسے یقین دلایا تھا کہ کام پکا ہو گیا ہے۔ اب قاسم کسی صورت سے بھی یہ ثابت نہ
سکے گا کہ اس کے ساتھ جعلسازی ہوئی ہے۔

''مجھے یہ چیک اور ڈیلیوری ریسیٹ تمہارے سیکریٹری سے ملے تھے۔'' ڈریگی نے جھلا
کر کہا۔

قاسم صرف بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا لیکن ڈی ایس پی نے کہا۔ ''کیا چیک اور ڈیلیوری

ریسیٹ ساتھ ہی ملے تھے۔"

"اس کے سیکریٹری کو بلوایا جائے۔" ڈریگی غصیلی آواز میں بولا۔ "وہی بتائے گا اگر یہ ریسیٹ جعلی ہے تو پھر میں تو برباد ہی ہوگیا۔ کیونکہ نہ صرف ایک لاکھ کی روئی خرد برد ہوگئی بلکہ دس ہزار روپے نقد بھی گئے۔"

"کیوں۔" ڈی ایس پی نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اس سودے کے سلسلے میں سیکریٹری نے دس ہزار کا مطالبہ کیا تھا اور ریٹ وہی منظور کرائے تھے جو میں نے دیئے تھے۔ لہٰذا میں نے اُسے دس ہزار نقد دیئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ قابل اعتماد معلوم ہوئے تھے اس لئے رقم وصول ہونے سے قبل ہی سیکریٹری کا مطالبہ پورا کردیا گیا تھا۔ پھر ایک لاکھ کی روئی دی گئی اور مجھے اس کی ڈیلیوری رسید سیکریٹری ہی سے ملی۔ جی ہاں چیک اور ڈیلیوری ریسیٹ ساتھ ہی ملے تھے، چونکہ معاملہ عاصم ٹیکسٹائل ملز کا تھا اس لئے ہم نے کچھ بیعانہ وغیرہ بھی نہیں طلب کیا تھا۔ اگر یہ سب کچھ جعلی ہے تو میری روئی کہاں گئی۔ میں تو کہیں کا نہ رہا۔"

"اور وہ تمہاری شوشو کہاں ہے۔" قاسم نے لچک کر جلے کٹے انداز میں کہا۔ "جس نے لیلیٰ مجنوں والے خط لکھ کر مجھے یہاں بلوایا تھا اور پھر ایک لاکھ روپے اینٹھنے چاہے تھے۔ اب اگر بے ایمانی کرو گے تو اسی طرح کیڑے پڑیں گے۔ تمہارا ستیاناس ہوجائے گا۔"

"آپ کا سیکریٹری کہاں ہے اسے بلوایئے۔" ایس پی سٹی نے کہا۔

"اس سالے کو بھی آج صبح نکال دیا۔ ارے یہ سالا دشمنوں کا شہر ہے کوئی دوست نہیں نظر آتا۔ کل رات اس پھلم کمپنی والے نے بھی چونا لگانا چاہا تھا بولا کہ فائنس کم پڑ گیا ہے۔ اگر دو لاکھ کہیں سے فوراً نہ ملے تو فلم سالی ڈبے میں چلی جائے گی۔"

"آپ پتہ نہیں کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں جناب..... میں کہہ رہا ہوں کہ اپنے سیکریٹری کو بلوایئے۔"

"نکال دیا نا۔ اُسے کون برداشت کرسکتا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔"

"جی ہاں۔ کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔" قاسم سر ہلا کر بولا۔ "صبح میں اپنے کمرے میں رہا تھا کہ سالے نے پٹاخ سے میرے سر پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ الاقسم بس میں اٹھ کر اس ن مروڑنے ہی والا تھا کہ بولا سر پر ملیریا کا مچھر بیٹھا ہوا تھا۔ کاٹ لیتا تو کیا ہوتا۔ میں بس سالے نکل جاؤ یہاں سے۔ آپ خود بتایئے تحصیلدار صاحب۔ اور کپتان صاحب ا اگر ہش کردیتا تب بھی مچھر اڑ جاتا۔ اس کی ایسی تیسی..... خدا غارت کرے۔"

"سن رہے ہیں آپ اس فراڈ کی باتیں۔" ڈریگی نے ڈی ایس پی سے کہا۔

"وہ اس وقت گرینڈ میں ہوگا یا نہیں۔" ڈی ایس پی نے قاسم سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" میں نے تو الگ کردیا تھا۔ اگر اس کی جیب میں پیسے ہوں گے تو ضرور ہوگا۔"

"سیکریٹری کی حاضری ضروری ہے اور آپ دونوں اس وقت تک حراست میں رہیں گے ب کہ وہ حاضر نہ ہوجائے۔"

"ارے واہ۔" قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ "میں کوئی ٹھیکیدار ہوں اس سالے کا۔"

"وہ کب سے آپ کے پاس تھا۔"

"تین چار دن سے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"وہی، جو تین چار دن کا ہوتا ہے۔"

"مسٹر قاسم آپ اوٹ پٹانگ باتیں کرکے اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہیں۔"

"بس اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔" قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہاں لوگ مجھے لوٹنے ش کررہے ہیں اور پولیس الٹا مجھ ہی پر دھونس جماتی ہے۔ میں ابھی وزیراعظم کو فون کرتا ۔ کیا سمجھا ہے آپ لوگوں نے۔"

ڈی ایس پی نے ایک طویل سانس لی اور ڈریگی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"ان لوگوں نے مجھے لوٹ لیا۔" ڈریگی بڑبڑایا۔ ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ڈی

ایس پی سٹی نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو۔ یس ڈی ایس پی سٹی پلیز۔ ارے نہیں۔'' ڈی ایس پی کے چہرے سے حیرت ظاہر ہونے لگی۔ وہ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنتا رہا۔ لیکن کبھی وہ قاسم کو دیکھنے لگتا اور کبھی ڈریگی کو۔

پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا۔ ''جب تک کہ سکریٹری نہ مل جائے آپ دونوں حراست میں رہیں گے۔''

''یہ زیادتی ہے۔ میں ہی لٹ گیا ہوں.....اور.....!''

''مسٹر ڈرگ پالگریو۔ میں مجبور ہوں۔ اس کے علاوہ اس مسئلے کا اور کوئی حل نہیں ہے۔'' ڈی ایس پی نے کہہ کر سب انسپکٹر کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں لے جائے۔

نادر نے جیسے ہی پھاٹک میں قدم رکھا سلویا پورچ سے اس کی طرف دوڑی نادر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ سلویا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ قریب آ کر ہانپتی ہوئی بولی۔

''تم نے سنا وہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔ آؤ چلو شائد تمہیں نہیں معلوم۔ میں بتاؤں گی۔''

اس نے نادر کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی تیزی سے پورچ کی طرف چل پڑی۔ ساتھ ہی وہ جلدی جلدی کہتی جارہی تھی۔ ''میں جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کے ہتھکڑیاں لگیں گی۔ کوئی بھی بُرا آدمی زیادہ دنوں تک نہیں پھل پھول سکتا۔ اس نے کسی سے ایک لاکھ روپے کا فراڈ کیا ہے۔''

''مجھے علم ہے مادام۔ میں شاید آپ سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔'' نادر نے کہا وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔ سلویا ایک صوفے میں گر کر ہانپنے لگی۔ نادر بدستور کھڑا اس کی طرف ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سلویا کی آنکھیں متورم اور سرخ تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ

وئی ہو۔
''مگر مادام۔'' نادر نے آہستہ سے کہا۔ ''آپ اس ناہنجار کے لئے روتی ہیں۔ جس کے
اب میری معلومات کا ذخیرہ یادداشت کے لئے وبال بن گیا ہے۔''
''میں اپنے لئے روئی تھی۔ ڈیڈی مرگئے۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میرے
ایسی ٹریجڈی شاید تمہیں کہانیوں میں بھی نہ ملے۔ وہ مرگئے ہیں لیکن لاوارثوں کی طرح
دیئے جائیں گے۔ میں ان کے جنازے میں بھی شرکت نہیں کرسکوں گی۔ کیسے کرسکتی
میں نے ہی انہیں پولیس کے حوالے کیا تھا۔ انہوں نے اعتراف کیا تھا کہ وہ میرا پرس
کی کوشش کررہے تھے۔ مگر میں اب کیسے کہہ سکتی ہوں کہ میرے باپ تھے۔ ان کی لاش
کے لئے مجھے دی جائے۔ پچھلی رات ان کی حالت بہت خراب تھی۔ انہوں نے ایک
ے استدعا کی کہ انہیں مجھ سے ملا دیا جائے۔ وہ مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہیں۔ انہوں
ے میرا فون نمبر بھی بتا دیا تھا۔ آفیسر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ان سے ملنا پسند کرونگی،
لا کیسے انکار کرسکتی تھی۔ چلی گئی۔ ڈیڈی بہت زیادہ بیمار تھے اور ان کا سینہ کسی لوہار کی
کی طرح چل رہا تھا۔ ہم دونوں اس جگہ تنہا تھے۔ ڈیڈی نے مجھے وہ کہانی سنائی جس کی
ڈریگی انہیں بلیک میل کرتا رہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ جوانی میں وہ بہت زیادہ دولت مند
ور ڈریگی ان کے دوستوں میں سے تھا۔ ایک بُری عورت سے دونوں کی دوستی تھی لیکن
ا یہ نہیں جانتا تھا کہ ڈیڈی بھی اس عورت کے دوست ہیں۔ ڈیڈی بھی عورتوں کے چکر میں
تھے لیکن بہت محتاط آدمی تھے۔ اپنے گناہوں کو منظر عام پر لانا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا
ی کو علم رہا ہو کہ ڈیڈی بھی اس عورت کے دوستوں میں سے ہیں۔ اچھا ڈیڈی کو بھی
ات تک علم نہیں تھا کہ ڈریگی بھی اس عورت سے تعلقات رکھتا ہے۔ اچانک ایک رات
ورت نے ڈیڈی کو فون کیا کہ وہ فوراً اس کے گھر پہنچ جائیں۔ ایک ضروری کام ہے۔
بارہ بجے رات کو آئی تھی۔ ڈیڈی فوراً روانہ ہوگئے۔ خلافِ معمول انہیں صدر دروازہ کھلا ہوا
وہ اندر چلے گئے۔ گھر ویران پڑا تھا لیکن اس عورت کی خواب گاہ میں روشنی تھی۔ ڈیڈی

سیدھے وہیں چلے گئے۔ لیکن انہوں نے بستر پر اس عورت کی لاش دیکھی۔ اس کے سینے سے خون ابل رہا تھا اور قریب ہی فرش پر پستول پڑا تھا۔ ڈیڈی گھبرا گئے۔ عورت مر چکی تھی اور وہ اس لاش کے قریب تنہا تھے۔ انہوں نے سوچا کہ انہیں الٹے پاؤں واپس جانا چاہئے لیکن اس سے پہلے ہی ڈریگی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے لاش سے زیادہ وہاں ڈیڈی کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی اور اس نے ان پر اس عورت کے قتل کا الزام لگایا۔ پھر فوراً ہی ڈیڈی سے اپنی اس غلط فہمی کی معافی بھی مانگ لی اور پھر ان دونوں ہی نے مل کر خیالی گھوڑے دوڑانے شروع کئے کہ اسے کس نے قتل کیا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ڈیڈی سے وہ پستول اٹھانے کو کہا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ڈیڈی نے بے خیالی میں پستول اٹھالیا لیکن پھر ڈریگی جلدی سے بولا۔ ارے نہیں اسے وہیں پڑا رہنے دو اور اب جلدی سے بھاگو۔ ورنہ کہیں ہم ہی کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔ دوسرے دن اس قتل کے سلسلے میں تفتیش شروع ہوگئی لیکن دونوں ہی نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ ڈیڈی نے تو کہا تھا کہ چل کر پولیس کو اطلاع دے دیں ظاہر ہے کہ اُسے ہم نے قتل نہیں کیا۔ اس پر ڈریگی نے کہا کہ تم پولیس والوں کو نہیں جانتے۔ کوئی نہ ملے گا تو وہ ہم ہی میں سے کسی ایک کو پھانسی دلوادیں گے۔ ڈیڈی سہم گئے اور انہوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ تفتیش ہوتی رہی لیکن چھ ماہ تک قاتل کا سراغ نہ مل سکا۔ چونکہ ڈریگی اس سے علانیہ ملتا جلتا تھا اسلئے اس سے بھی پوچھ گچھ ہوئی تھی۔ لیکن اس پر قتل کا شبہ نہیں کیا جاسکا کیونکہ وہ قتل سے تین دن پہلے سے چار دن بعد تک قائم آباد کے ایک ہسپتال میں بیمار پڑا رہا تھا۔''

''اوہ'' نادر نے ایک طویل سانس لی اور سلویا کہتی رہی۔ ''غالباً اس نے پہلے ہی سے اس کا انتظام کرلیا تھا۔ لہٰذا پولیس قائم آباد کے اس ہسپتال سے تصدیق کرنے کے بعد اس کی طرف سے مطمئن ہوگئی تھی۔ ڈیڈی سے پوچھ گچھ بھی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ مقتول سے ان کے بھی تعلقات تھے۔ گو قتل والی رات کو ڈریگی نے انہیں جائے واردات ہی پر دیکھا تھا لیکن اس نے پولیس سے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر چھ ماہ بعد جب معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور اس سلسلے میں پولیس کی سرگرمیاں بھی ختم ہو چکی تھیں ڈریگی نے ڈیڈی سے کہا کہ''

آدمی کو پھانسی دلوا سکتا ہے۔ اس کا صرف ایک معمولی سا اشارہ کافی ہوگا۔ ڈیڈی نے اس کواس پر دھیان نہیں دیا۔ لیکن اس نے انہیں آگاہ کیا کہ پولیس کو پستول کے دستے پر ڈیڈی انگلیوں کے نشانات ملے تھے اگر وہ صرف اشارہ ہی کردے تو ڈیڈی فوراً گرفتار کرلئے ئیں گے کیونکہ فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ میں انگلیوں کے نشانات محفوظ کرلئے گئے ہیں۔ ڈی پستول اٹھانے والا معاملہ بھول گئے تھے۔ اس نے انہیں یاد دلایا اور ڈیڈی چکرا گئے۔ ی ایسے حالات میں ان پر قتل کا الزام عائد ہوسکتا تھا۔ بہر حال ڈریگی نے انہیں یقین دلایا ہ انہیں پھانسی ہوسکتی ہے۔ وہ کسی طرح بھی اپنی بیگناہی نہیں ثابت کرسکیں گے اور بس پھر ں سے ڈریگی نے انہیں بلیک میل کرنا شروع کردیا۔ ان کی تباہی کا باعث ڈریگی ہی بنا تھا۔ ا نے ان کی زندگی میں مایوسیاں بھر دیں اور وہ خود بھی بہت بُرے بن گئے۔ جب اُن کی لت ختم ہوگئی تو ڈریگی نے مجھ پر بھی ہاتھ صاف کردیا۔ آہ۔ نادر خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ مجھ ے بھی زیادہ مظلوم تمہیں آج تک کوئی ملا ہے۔''

''نہیں مادام۔'' نادر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''لیکن آپ کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ الوں کے سروں پر بھی کوئی موجود ہے۔ ڈریگی اپنی تمام تر ذلالتوں سمیت عنقریب فنا ہوجائے ا۔ گردن تک دلدل میں غرق ہوچکا ہے اور اب اس کے ایک نہیں درجنوں جرائم پولیس کی نظر لیں آگئے ہیں۔ لوسی پالگریو اس کی بھتیجی نہیں بلکہ داشتہ ہے۔ اس کے ذریعے وہ مالدار لوگوں کو پانس کر ان سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھتا تھا۔ اکثر کو اس نے بلیک میل کیا ہے۔ یہی لوسی بلیک یلنگ کا بھی واحد ذریعہ تھی۔ یہ مالدار لوگوں سے قریب ہو کر ان کی کمزوریوں کو معلوم کرتی تھی اور انہیں کمزوریوں کے لئے وہ بلیک میل کئے جاتے تھے۔ اس دوران میں اس نے ملک کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار سیٹھ عاصم کے لڑکے کو پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے کم از کم تین لاکھ روپے اینٹھنے کی اسکیم تھی۔ لیکن یہ لوگ خود ہی پھنس گئے۔ لوسی نے اس سے قلمی دوستی کی تھی اور اسے یہاں بلایا تھا۔ وہ اس سے ایک لاکھ روپیہ وصول کرنے کے چکر میں تھی۔ دوسری طرف ڈریگی نے ایک فلم کمپنی کا اسٹنٹ بنایا تھا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ سیٹھ عاصم کے

لڑکے کو پھانسا جائے۔ وہ دراصل عورتوں کا شائق ہے۔ فلم کمپنی کے چکر میں بھی اس کا پھنس جانا یقینی تھا۔ مگر اس کے بعض دوستوں نے ڈریگی کی اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ آدمی بھی گرفتار کرلیا گیا ہے، جو خود کو فلم ڈائریکٹر ظاہر کرکے اس سے دو لاکھ اینٹھنے کی فکر میں تھا۔"

"اب مجھے بتاؤ۔ میں کیا کروں۔"

"اوہ تو کیا آپ ڈریگی کے لئے بھی مغموم ہیں۔"

"ذرہ برابر نہیں۔ میں تو اپنے مظلوم باپ کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"

"دیکھئے مادام۔ ابھی آپ کو کئی الجھنوں سے دوچار ہونا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کچھ دیر بعد یہاں بھی پولیس پہنچ جائے گی۔ شائد عمارت کی بھی تلاشی لی جائے آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ ڈریگی کے ہاتھ بہت آلودہ تھے۔ کاٹن ڈیل نام کی فرم بھی فراڈ تھی۔ روئی کا کاروبار حقیقتاً برائے نام تھا۔ اس سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ فرم کے اخراجات ہی پورے ہوسکتے۔ حقیقتاً روئی کی آڑ میں منشیات کی غیر قانونی تجارت ہوتی تھی۔ ڈریگی خود کو اس کا منیجر ظاہر کرتا تھا۔ لیکن حقیقتاً وہی اس کاروبار کا مالک تھا۔ شرکا فرضی تھے۔ پولیس نے حیرت انگیز طور پر تیزی دکھائی ہے۔ بہت جلد ڈریگی کے بزنس کی تہہ تک پہنچ گئی اور میں تو خود اس وقت یہ کہنے آیا تھا کہ مادام میں کچھ دنوں کے لئے آپ سے اجازت طلب کروں۔"

"کیسی اجازت۔"

"کچھ دن۔ میں اس بنگلے سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان حالات میں یہاں میری موجودگی مناسب نہیں ہے۔ میں بھی تو آخر ایک بدنام ہی آدمی ہوں۔ پولیس مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی طرح آپ سے ملتا رہوں گا۔ اب میں دراصل اس آدمی کی راہ پر ہوں جس کی وجہ سے آپ کے والد کو حوالات میں جان دینی پڑی تھی۔ جس نے ڈریگی کو ڈرانے کے لئے آپ دونوں کو استعمال کرنا چاہا تھا۔"

"جاؤ" سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "لیکن یہ نہ بھولنا کہ اب میں بالکل بے سہارا ہوں۔"

"میں آخری سانس تک آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گا مادام۔ آپ دیکھ ہی لیں

اچھا اب اجازت دیجئے۔" سلویا کچھ نہ بولی۔

بُری جگہ

حمید قاسم کے سلسلے میں اپنا پورا کام کرچکا تھا۔ لیکن قاسم پر یہ ظاہر کئے بغیر کہ وہ حمید ہے ڈریگی کے پکڑے جانے سے پہلے ہی وہ قاسم کا ساتھ چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس لئے چلتے تے اس نے قاسم کی کھوپڑی پر ایک ہاتھ جھاڑ کر اُسے ملیریا کے مچھر کی بشارت دی تھی۔ وہ تھا کہ قاسم اس حرکت پر اسے کچا چبانے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اس نے اس طرح ات کو کچھ اور زیادہ الجھا دیا تھا۔

اور اب وہ نصیر آباد کے ایک دوسرے ہوٹل میں فروکش تھا۔ میک اپ میں بھی اس نے ایسی تبدیلیاں کرلی تھیں کہ قاسم کے سیکریٹری کی حیثیت سے نہیں پہچانا جاسکتا تھا۔

مگر کیا اس کا کام ختم ہوگیا تھا۔

کام ختم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا تھا۔ کیونکہ فریدی بھی نصیر آباد ہی میں کہیں مقیم در حمید نے اب تک جو کچھ کیا تھا فریدی ہی کی اسکیم کے مطابق کیا تھا۔ مگر اس میں وہ چپت ا نہیں تھی جو اس نے قاسم کو ملیریا کے مچھر کے دستبرد سے بچانے کے لئے اس کی کھوپڑی پر ری تھی۔ پھر وہ حمید ہی ٹھہرا۔ کیا بالکل ہی لکیر کا فقیر ہو جاتا۔

ویسے اُسے فون پر فریدی کی طرف سے ہدایات ملتی رہتی تھیں اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ری کا قیام کہاں ہے۔ اس نے اُسے ہوٹل اور اپنے نام کی تبدیلی کی اطلاع دے دی تھی بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ گرینڈ سے کھسک جانے کا مشورہ بھی فریدی ہی نے دیا تھا اور ا کی غرض و غایت بھی سمجھا دی تھی۔ اس نے اُسے میک اپ میں تبدیلی کے ساتھ اٹالیانو ا قیام کرنے کی رائے دی تھی۔

ہوٹل اٹالیانو کے رجسٹر میں اس نے اپنا نام ساجد لکھوایا تھا۔

دن ڈوبتے ہی فریدی کی کال آئی۔ اس نے اُسے ریجنٹ پارک پہنچنے کی ہدایات دی تھی اور کہا تھا کہ وہ ٹھیک آٹھ بجے کیفے وکٹوریا کے صدر دروازے پر نظر رکھے۔ وہاں سے اُسے رام گڈھ کے نادر کا تعاقب کرنا ہے۔

حمید اب کچھ اکتا سا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی تک اس کی خواہش نہیں پوری ہوئی تھی۔ یعنی جس کام کے لئے نصیر آباد آیا تھا وہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ درمیان میں قاسم کا قصہ نکل آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ایک قطعی غیر متعلق کام تھا۔ پھر بھی اُسے خوشی تھی کہ اس نے قاسم کو بال بال بچالیا۔ ورنہ وہ کم از کم تین لاکھ کے دھکے میں ضرور ہی آجاتا۔

قاسم کو وقتی طور پر حراست میں لیا گیا تھا مگر پھر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ویسے ڈریگی اور اس کے دو ساتھی اب بھی حراست میں تھے جن پر منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے یا کرنے والوں کا ہاتھ بٹانے کا الزام تھا۔ ڈریگی پر کئی چارج لگائے گئے تھے۔ فی الحال عدالت سے بھی اس کی ضمانت ہوجانے کے امکانات نہیں تھے۔

حمید کو جب یہ معلوم ہوا کہ لوسی ڈریگی کی بھتیجی نہیں بلکہ داشتہ تھی تو نہ جانے کیوں اُسے بے حد افسوس ہوا۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔ آتی بھی کیسے۔ بہت کم لوگ اپنے ذہن کی گرہیں ٹٹول پاتے ہیں۔

تقریباً آٹھ بجے وہ کیفے وکٹوریہ کے صدر دروازے کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے نادر کو وہاں سے برآمد ہوتے دیکھا، جو سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا اور کوئی بے حد شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ تعاقب حمید کے لئے بے حد ناخوشگوار ثابت ہوتا تھا۔ بشرطیکہ معاملہ کسی لڑکی کا نہ ہو۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک بار فریدی کی ہدایت پر نادر کا تعاقب کر چکا تھا اور آخر میں اُسے سلویا کی دلکش شخصیت نظر آئی تھی آج بھی وہ اسی توقع پر اس کے پیچھے چل پڑا تھا کہ آج بھی سلویا نظر آئے گی اور آج وہ اس تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

لیکن آج نادر اس بنگلے کی طرف نہیں گیا جہاں اس کا قیام تھا۔ وہ ایک دوسری عمارت

کے سامنے رکا تھا اور غالباً اندر جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لیکن حمید کو اسی عمارت کی ایک کھڑکی میں ایک دلکش چہرہ دکھائی دیا اور یہ چہرہ سلویا کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہوسکتا تھا۔

نادر اس عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گیا جہاں کچھ دن پہلے اس نے ٹویوڈا کے عجائبات دیکھے تھے۔ اسے عمارت نہیں کہا جاسکتا تھا۔ لیکن وہ آج آزمائشی طور پر خود ہی اس عمارت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

اچانک اس کی نظر ایک کھڑکی پر پڑی۔ وہ سناٹے میں آگیا۔ کھڑکی روشن تھی اور وہ اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ سلویا کی نظر اس پر نہ پڑی ہو لیکن نادر نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا اور اسے حیرت تھی کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار بھی نہیں تھے کہ نادر ٹویوڈا کی زبردستیوں کے متعلق کچھ سوچتا۔

وہ آج صبح ہی سلویا کو محتاط رہنے کی ہدایت دے کر بنگلے سے چلا آیا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ اب وہ بنگلے سے دور ہی دور رہے گا۔ اس کی وجہ بھی اس نے سلویا کو بتا دی تھی..... تو کیا سلویا اب تک اسے دھوکہ دیتی رہی تھی۔ مگر اس نے تو اس کے اس بیان کی تصدیق بھی کر لی تھی کہ اس کا باپ جیل میں فوت ہوگیا ہے۔ پھر آخر سلویا یہاں کیسے..... نادر وہیں کھڑا رہا اور اس کی الجھن بڑھتی رہی۔ ساتھ ہی اُسے سلویا پر بے حد غصہ بھی تھا۔ وہ اب کھڑکی سے ہٹ چکی تھی۔ کھڑکی بند ہوچکی تھی مگر اس کے دھندلے شیشوں پر اس کا سایہ سا نظر آرہا تھا۔

نادر کا غصہ بڑھتا رہا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہوجائے اس عورت کا گلا خود گھونٹ دے گا۔ وہ ٹویوڈا کی ساتھی تھی اور نادر کو دھوکہ دے کر ڈریگی کے گرد کسی قسم کا جال بنتی رہی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بوڑھا جسے اس نے اپنا باپ ظاہر کیا تھا ٹویوڈا ہی کا کوئی مظلوم شکار رہا ہو اور

اسے کسی مقصد کے لئے اس طرح استعمال کیا گیا ہو کہ وہ پولیس کے قبضے میں آجانے کے باوجود بھی زبان نہ کھول سکا ہو۔ نادر کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور سارے جسم میں گرم گرم لہریں سی دوڑتی محسوس ہونے لگیں۔

اس نے آگے بڑھ کر کال بل کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور وہ بے دھڑک اندر داخل ہوگیا۔

دروازہ کھولنے والا بھی اس کے اس طرح داخل ہوجانے پر غیر مطمئن نہیں تھا۔ نادر نے اُسے فوراً ہی محسوس کرلیا۔ لیکن کسی قسم کی کمزوری ظاہر کئے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ دفعتاً اُس آدمی نے دروازہ بند کرکے اُسے مخاطب کیا۔

''اس طرح بھٹکتے پھریں گے۔ مجھے بتایئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔''

نادر رک گیا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مجھے ٹویوڈا کے پاس پہنچادو۔''

''ٹویوڈا'' وہ آدمی متحیر رہ گیا۔ ''یہ ٹویوڈا کون ہے۔ محترم آپ نشے میں تو نہیں ہیں۔''

دفعتاً نادر سنبھل گیا۔ اس سے غلطی ہوئی تھی، اس نے آہستہ سے کہا۔ ''میں اس عمارت کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ.....تو اس طرف تشریف لایئے۔ مالک نہیں بلکہ مالکہ کہئے۔ کیا آپ پہلی تشریف لائے ہیں۔''

''نہیں دوسری بار۔ مگر مجھے پہلے نہیں بتایا گیا تھا کہ یہاں کوئی مالکہ بھی ہے۔''

''تب پھر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور آپ غلطی سے کہیں اور چلے آئے ہیں۔''

''کیا یہ وہی عمارت نہیں ہے جہاں میں نے ہڈیوں کے بارہ ڈھانچے دیکھے تھے۔''

''آہا۔ یقیناً آپ تشریف لائے ہوں گے۔ آپ کوئی فلسفی ادیب معلوم ہوتے ہیں بلاشبہ بارہ ایسی لڑکیوں کو ہڈیوں کے ڈھانچے کہنا ایک نادر خیال ہے جو عصمت فروشی کر ہیں۔ آپ جیسے نہ جانے کتنے ادیب اور شاعر یہاں آتے ہیں۔ جسموں کا سودا ہی کرنے آ ہیں لیکن پھر شراب پی کر بہکتے ہیں اور اسی قسم کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے

شرے کا ناسور۔ سماج کا گندا پھوڑا اور نہ جانے کیا کیا اور پھر آپ جانتے ہی ہیں اس کے کیا ہوتا ہے۔ وہ سارے عظیم ادباء و شعراء وہ سارا زہر خود پی کر پوری سوسائٹی کو بچا لیتے ۔ چلئے جناب..... آپ شاید پہلی ہی بار تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اس عمارت کے متعلق روں سے کچھ سن لیا ہوگا چلئے مسز وارنر آپ سے مل کر بے حد خوش ہوں گی۔ وہ اپنی چھت نیچے شریف تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندان کے افراد کو دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ چلئے جناب۔''

نادر نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہوگیا۔ وہ اس آدمی کے ساتھ بائیں جانب والی اری میں مڑ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک معمر یوریشین عورت نے اس کا بال کیا۔

نادر الجھن میں تھا کہ اب کس چکر میں آپھنسا ہے۔

''تشریف رکھئے جناب۔'' اس عورت نے کہا۔ ''مجھے مسز وارنر کہتے ہیں۔ آپ شاید پہلی ہاں تشریف لائے ہیں۔''

''نہیں نہیں۔ پہلی بار تو نہیں۔'' نادر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''لیکن شاید پہلے اور لوگ رہتے تھے۔''

''یہاں میں ہی رہتی ہوں محترم اور یہ مسز وارنر کا بورڈنگ کہلاتا ہے۔ اگر آپ دن بھر کی نا اور الجھنوں اکتائے ہوئے ہوں تو یہاں آرام کرسکتے ہیں۔ ہر قسم کی آسائشیں معقول نہ پر مہیا کی جاتی ہیں۔''

''آپ کب سے یہاں ہیں۔''

''وارنر کا بورڈنگ تقریباً پانچ سال سے قائم ہے جناب۔''

''اوہ.....اچھا..... ہاں میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں غلطی سے یہاں آگیا ۔ شاید تین سال بعد نصیر آباد آیا ہوں۔''

عورت نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور دو یا تین منٹ بعد ہی چھ لڑکیاں کمرے میں

گھس آئیں۔ یہ سب جوان اور دلکش تھیں ان میں یوریشین بھی تھیں اور مشرقی بھی۔

''ان میں سے کسی کو پسند کر لیجئے۔'' بوڑھی نے کہا۔

''ان میں سے تو کوئی بھی پسند نہیں آئی۔'' نادر نے مسکرا کر کہا۔

''میرے پاس فی الحال بارہ لڑکیاں ہیں ان میں سے چھ اس وقت تک انگیج ہو چکی ہیں۔ آہا..... ٹھہریئے..... ایک تیرھویں بھی ہے۔ اُسے بلواتی ہوں یا آپ خود ہی اُس راہداری کے آخری کمرے میں چلے جایئے۔ وہ وہیں ہوگی۔ آج ہی آئی ہے۔ ہوسکتا ہے ابھی آسانی سے راہ پر نہ آئے۔ مگر میں یہ کام آپ کی لیاقت پر چھوڑتی ہوں۔''

نادر نے سوچا کہیں وہ تیرھویں عورت سلویا ہی نہ ہو۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھے لیتا ہوں اگر وہ بھی معیار کے مطابق نہ ہوئی تو میں پھر انہیں میں سے کسی کو منتخب کروں گا۔''

''بہتر ہے تشریف لے جایئے جناب۔''

''نادر اٹھ کر راہداری میں آ گیا۔ وہ لڑکیاں اس طرح بڑبڑانے لگی تھیں جیسے انہیں نادر کے رویے سے تکلیف پہنچی ہو۔ نادر راہداری کے سرے پر رک گیا۔ آخری کمرہ روشن تھا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ نادر نے آہستہ سے دستک دی۔ دروازہ کھل گیا اور سلویا ہی نے اُسے کھولا تھا۔

''اوہ..... نادر کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا لیکن نادر بڑی حقارت سے اُسے ایک طرف دھکا دیتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔

''ہاں..... کیا قیمت ہے تمہاری۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''یہ میری شرافت کے تابوت میں آخری کیل تھی۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم۔'' سلویا نے حیرت سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھی۔''

''مجھے اب زیادہ بیوقوف نہ بناؤ۔''

''نادر..... خدا کے لئے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''میں بے حد پریشان ہوں۔

ل نمبر 42

نہیں کیا کہہ رہے ہو۔''

''میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے پسند آ گئی ہو اور مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں ے ساتھ رات بسر کرنے پر آمادہ کروں۔''

''نادر اب تم بھی مجھے بے سہارا سمجھ کر۔'' سلویا نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔

''یہاں تمہاری موجودگی کا مطلب کیا ہے۔'' نادر نے گرج کر پوچھا اور وہ یک بیک چل پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ل نے دھیرے سے کہا۔ ''مجھے حیرت ہے کہ تم مجھ سے یہ پوچھ رہے ہو۔''

''کیوں..... پھر کس سے پوچھوں۔ کیا میں تمہیں لایا تھا۔''

''نادر صاف صاف کہو۔'' وہ یک بیک جھلا گئی۔ ''کیا ہے تمہارے دل میں۔ تم نہیں ے تو میں خود آئی ہوں۔ کیا تم نے مجھے یہاں نہیں بلوایا تھا۔''

''میں نے۔'' نادر نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔

''میں نہیں جانتی۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''تمہارے جانے کے آدھے گھنٹے بعد ایک ڑھی عورت وہاں پہنچی تھی اور مجھے بتایا تھا کہ میں خطرے میں ہوں۔ لہٰذا نادر مجھے ایک محفوظ قام پر پہنچا دینا چاہتا ہے۔ نادر کا نام سن کر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہاں چلی آئی۔''

''تم غلط بیانی سے تو کام نہیں لے رہیں۔''

''نادر خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو۔ ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ لوں گی۔''

نادر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ وہ سُوٴر کا بچہ مجھے لگ ہو جانے پر مجبور کر دے گا۔''

''کون؟''

''کوئی نہیں۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ خیر میں اُسے دیکھوں گا۔''

''تم اُسے نہیں دیکھ سکو گے۔'' دروازے سے آواز آئی۔ نادر چونک کر مڑا۔ ایک نقاب

پوش دروازے میں کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ نادر کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اچانک اس کی داہنی جیب سے ایک شعلہ نکلا اور نقاب پوش چیخ مار کر راہداری میں ڈھیر ہوگیا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ جیب کے سوراخ سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا" سلویا کپکپاتی ہوئی آواز میں چیخی۔

"اس عمارت میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم کمرہ اندر سے بند کرلو۔ کسی حال میں بھی نہ کھولنا.....چلو جلدی کرو۔" نادر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اس نے خود ہی کھینچ کر دروازہ بند کیا تھا اور پھر شاید سلویا نے اندر سے چٹخنی چڑھا دی۔

مسز وارنر

حمید فائر کی آواز سن کر اس عمارت میں نہیں داخل ہوا بلکہ اس نے سڑک پر ہی اس عمارت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں اور اُسے بھی یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ مسز وارنر کا بورڈنگ ہاؤس ہے اور وہاں بڑی خوبصورت لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔ مردوں کا قیام بھی رہتا ہے۔ اکثر طلباء کالج کے ہاسٹل چھوڑ کر یہیں چلے آتے ہیں۔ لیکن صرف مالدار طلباء کیونکہ یہاں کے اخراجات کا بار عام آدمی کا تصور بھی نہیں اٹھا سکتا۔

حمید نے کال بل کا بٹن دبایا۔ دروازہ پھر کھلا اور ایک آدمی نے اُسے خوش آمدید کہا۔

"میں مسز وارنر سے ملنا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"تشریف لے چلئے جناب۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

پھر حمید کو بھی اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں کچھ دیر پہلے نادر اس بوڑھی عورت سے ملا تھا۔ یہاں ابھی وہ لڑکیاں بھی موجود تھیں جو نادر کے لئے بلوائی گئی تھیں۔ حمید کی طبیعت خوش ہوگئی اور وہ سوچنے لگا کہ وقت اچھا گذرے گا۔ رہا فریدی کا معاملہ تو اس نے اس سے نادر کا

اقب کرنے کو کہا تھا۔ وضاحت نہیں کی تھی کہ اگر وہ کسی عمارت میں داخل ہو تو حمید کو کیا کرنا ہوگا۔ بس وہ تعاقب کرتا ہوا عمارت ہی میں داخل ہوگیا اور اب نادر بھاڑ میں جائے۔ وہ بھی سی کمرے میں چین کی بنسی بجا رہا ہوگا۔

"میں مستقل طور پر ایک کمرہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے مسز وارنر سے کہا۔ "ایک امی کالج کا طالب علم ہوں۔ ہاسٹل میں مجھے ڈبل بیڈ والا کمرہ ملا تھا جو مجھے قطعی پسند نہیں۔"

مسز وارنر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ حمید فائر کی آواز سن کر اچھل پڑا اور ساتھ ہی اس نے کسی ی چیخ بھی سنی۔ مسز وارنر بھی بوکھلا کر اٹھی اور لڑکیاں چیخنے لگیں۔

"خاموش رہو۔" مسز وارنر نے انہیں ڈانٹا۔ اتنی دیر میں حمید دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ سے راہداری کے سرے پر نادر نظر آیا جو بائیں ہاتھ سے ایک کمرے کا دروازہ بند کر رہا تھا۔ اہنے ہاتھ میں ریوالور لئے ہوئے تھا۔ اس کے قریب ہی فرش پر ایک آدمی پڑا ہوا نظر آیا۔

حمید پر نظر پڑتے ہی نادر نے اس پر بھی ایک فائر جھونک دیا۔ حمید بال بال بچا۔ ورنہ اس ی کھوپڑی بھی صاف ہوگئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا۔

"کون ہے کیا بات ہے۔" مسز وارنر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ایک آدمی فائر کر رہا ہے۔" حمید نے دروازے کی چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس نے ایک آدمی کو ختم بھی کر دیا ہے۔"

"ارے۔" مسز وارنر کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا وہ سیاہ سوٹ ں تھا۔ راہداری کے سرے پر۔"

"ہاں وہی تھا۔ کیا وہ پاگل ہوگیا ہے۔"

مسز وارنر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کوئی دروازہ پیٹنے لگا۔ ساتھ ہی حمید نے نادر کی آواز سنی، جو کہہ رہا تھا۔ "دروازہ کھولو۔ میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ سؤر کی بچیو..... مجھے بتاؤ کہ امردود ٹوپوڈا کہاں ہے۔ ورنہ میں اس عمارت میں آگ لگا دوں گا اور تم سب خاک کا ڈھیر ہوجاؤ گے۔

"میں ٹو یوڈا اندر موجود ہوں۔" حمید نے گرج کر کہا۔

"باہر نکل نامرد۔"

"نہیں نکلوں گا۔ میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ میں انہیں خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تم چپ چاپ کھسک جاؤ یہاں سے ورنہ مجھے باہر ہی نکلنا پڑے گا۔"

دفعتاً مسز وارنر نے اعشاریہ پانچ کا پستول نکال لیا اور حمید کو مخاطب کر کے غرائی۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"لو بیٹے نادر۔" حمید نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مسز وارنر نے ٹو یوڈا کے ہاتھ بھی اٹھوا دیئے۔"

"میں دروازہ توڑ دوں گا۔"

"کوشش کرو۔" مسز وارنر غرائی۔ پھر حمید سے بولی۔ "تم کون ہو۔"

"میں ٹو یوڈا ہوں ڈارلنگ۔ مجھے پہچاننے کی کوشش کرو۔ پچھلے سال ہم دونوں نے ماؤنٹ ایورسٹ پر آئس کریم کھائی تھی۔"

"لڑکیو۔" وارنر بولی۔ "اُسے زمین پر گرا دو۔"

"اس حرکت کے لئے انہیں لڑکیو نہ کہو بلکہ ہاتھیو کہہ کر مخاطب کرو۔ اگر انہوں نے مجھے گرا لیا تو مجھے ویسے بھی خودکشی ہی کرنی پڑے گی۔"

باہر سے نادر دروازے پر ٹکریں مار رہا تھا۔ اُدھر وہ لڑکیاں حمید پر ٹوٹ پڑیں اور حمید نے موقع مناسب جان کر خود ہی زمین پر لوٹ لگائی۔ وہ دراصل اس فکر میں تھا کہ مسز وارنر کے ہاتھ سے پستول چھین لے۔ لڑکیاں ایک دوسرے پر گریں لیکن حمید تو بہرحال ان کے نیچے ہی تھا۔ پھر اس نے دوسرے ہی لمحے میں دوبارہ غلطک ماری اور سیدھا وارنر سے جا ٹکرایا۔ وہ شاید غافل تھی اس لئے سنبھل نہ سکی۔ دیوار سے ٹکرائی پھر جوتے چکنے فرش پر پھسل گئے اور دھب سے بیٹھ گئی۔ اب اس کا پستول حمید کے ہاتھ میں تھا۔

"چلو..... تم سب دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاؤ۔" حمید نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "مسز وارنر تم

بھی اٹھو۔ اس مہم کے بعد تمہارے لئے ایک یتیم خانہ مہیا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

دفعتاً باہر سے کئی آدمیوں کی آوازیں آئیں اور پے در پے فائر ہوئے۔ لیکن ان فائروں کے درمیان ایک قہقہہ گونجتا رہا تھا۔

"بس....." کسی نے کہا۔ "اب اسے پکڑ لو۔"

حمید کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہ آواز وہ اس سے پہلے بھی ایک بار سن چکا تھا۔ اس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کسی عورت کی آواز تھی یا کسی مرد کی۔ ٹو یوڈا کی آواز تھی اور فائروں کے درمیان قہقہہ بھی اسی کا تھا۔

اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ آدمی لڑ پڑے ہوں۔ حمید نے سوچا ممکن ہے نادر نے یہ فائر ٹو یوڈا ہی پر کئے ہوں لیکن ٹو یوڈا تو اپنے لبادے کے نیچے بلٹ پروف جمائے رکھنے کا عادی تھا۔ یقیناً اب نادر پکڑ لیا گیا ہوگا۔

دفعتاً باہر سے پھر ٹو یوڈا کی آواز آئی۔ "مسز وارنر اندر کون ہے۔"

"ایک اجنبی جناب۔ ابھی اس نے خود کو ٹو یوڈا کہا تھا۔" مسز وارنر نے چیخ کر کہا۔

وہ بے حد خوش نظر آنے لگی تھی۔

"اگر تم میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کیا اس نے تمہیں کور کر رکھا ہے۔" باہر سے پوچھا گیا۔

"ہاں جناب۔ پتہ نہیں یہ کون ہے۔"

"تمہارا کوئی گاہک۔" باہر سے پوچھا گیا۔

مسز وارنر نے کچھ کہنے کیلئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "کہو ہاں۔"

"جی ہاں۔" مسز وارنر بوکھلا کر بولی۔ "وہ یہی کہتا ہے کہ میں گاہک ہوں۔"

"اس سے کہو کہ دروازہ کھول دے اُسے اس شرط پر باہر نکال دیا جائے گا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے۔"

"مجھے منظور ہے۔" حمید نے بلند آواز میں کہا۔ "میں کسی سے نہیں کہوں گا کہ مسز وارنر کا بورڈنگ غنڈوں اور لفنگوں کا اکھاڑہ ہے۔"

"آہا" باہر سے آواز آئی۔ "میرے کان دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ میں نے تمہیں پہچان لیا۔ تم کیپٹن حمید ہو۔ ہاہا..... اب میں باہر سے دروازہ مقفل کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے ساتھ یہ سات عورتیں بھی جل مریں تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"میں عمارت میں آگ لگانے جا رہا ہوں..... ہاہا.....!"

"ارے جناب..... ارے جناب۔" مسز وارنر ہذیانی انداز میں چیخی۔

"صبر کرو مسز وارنر۔ یہ موقع ہی ایسا ہے کہ تم عظیم ٹویوڈا پر قربان ہو کر اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔"

"ارے نہیں..... ارے نہیں۔" مسز وارنر کتیوں کی طرح رونے لگی۔ لڑکیاں بھی پاگلوں کے سے انداز میں حلق پھاڑ رہی تھیں۔

"مجبوری ہے مسز وارنر۔" باہر سے ٹویوڈا کی آواز آئی۔ "میں اس سؤر کو باہر نہیں نکالنا چاہتا۔ ان لوگوں سے بے حد زچ ہوا ہوں اسلئے اب انہیں کسی قسم کی ڈھیل دینا پسند نہیں کرتا۔"

پھر شاید باہر سے اس نے اپنے ساتھیوں سے چلنے کو کہا۔ وہ لوگ غالباً نادر کو بھی اپنے ساتھ لئے جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد راہداری میں سناٹا ہوگیا۔

اب مسز وارنر وحشیوں کی طرح آنکھیں پھاڑے ٹویوڈا کو گالیاں دے رہی تھی اور اس طرح دونوں ہاتھ ہلا رہی تھی جیسے کسی خیالی ٹویوڈا کی دھجیاں اڑا رہی ہو۔ لڑکیاں تو سبھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ دفعتاً مسز وارنر نے انہیں ڈانٹ کر چپ رہنے کو کہا۔

پھر اس نے حمید سے پوچھا "آپ کون ہیں جناب جس کے لئے ہمیں جانیں بھی ضائع کرنی پڑیں گی۔"

"میں ٹویوڈا کی موت ہوں۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

"کیپٹن حمید کہا تھا اس نے..... اوہ کہیں آپ کرنل فریدی کے ساتھی تو نہیں ہیں۔"

"فرض کرو ہوں بھی تو اب کیا ہوسکتا ہے۔ وہ باہر سے دروازہ مقفل کر گیا ہے اور اب ت کے کسی گوشے میں آگ لگا رہا ہوگا۔"

"ہم اس سے پہلے ہی نکلیں گے اور اب میں اُسے بتاؤں گی کہ وہ کتنا چالاک ہے۔ سؤر بچے نے میری خدمات بھی نظر انداز کر دیں۔"

"کیسے بتاؤ گی۔ کیا باہر نکلنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے۔"

"کیوں نہیں۔ اس عمارت کو وہ مجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس دروازے میں دوہرا قفل میں اُسے اندر سے بھی کھول سکوں گی۔"

اس نے میز کی درازیں کھول ڈالیں اور ان میں کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ آخر ایک پرکار اور اس کے نکیلے حصے کو قفل کے سوراخ میں ڈال کر زور لگانے لگی۔ پھر حمید کی باچھیں تو اس ت کھلیں جب دروازہ کھل گیا۔

مسز وارنر لڑکیوں سے کہہ رہی تھی۔ "جاؤ۔ تم لوگ یہاں سے جلدی نکلو۔ تم یہ رات کسی ٹ کلب میں گذار سکتی ہو۔ اسکے بعد میں تم لوگوں کیلئے کچھ سوچوں گی۔ ارے جلدی کرو۔"

لڑکیاں دوڑتی ہوئی صدر دروازے کی طرف چلی گئیں۔

"اب ہمیں یہاں وقت نہیں برباد کرنا چاہیئے۔ آؤ میرے ساتھ آج اس کتے کے پلے کی موت آگئی ہے۔ اگر اس نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا ہوتا تو شاید کچھ دن زندہ بھی رہ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اس عمارت کے پچھلے حصے میں آگ لگادی گئی ہے۔ اوہو..... تم بہت آہستہ چل رہے ہو۔ جلدی قدم بڑھاؤ۔ وہ ٹویوڈا ہے۔"

وہ عمارت سے باہر نکل آئے اور تیزی سے سڑک کی طرف بڑھے۔ مسز وارنر نے ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی رکوائی۔

"چلو بیٹھو۔ تم بہت سست ہو۔" وہ حمید کو پچھلی نشست کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی اور خود بھی اس کے برابر بیٹھتی ہوئی ڈرائیور سے بولی۔ "گرینچ روڈ۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ حمید خاموش تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "تم مجھے کہاں لے جارہی ہو۔"

"اسی گیدڑ کے غار کی طرف۔ میرے علاوہ شاید ہی کوئی اس کے ٹھکانے سے واقف ہو۔"

حمید بے اختیار خوش ہوگیا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مسز وارنر بولی۔ "وہ وہاں تنہا ہوگا۔ اپنے اصل ٹھکانے پر وہ تنہا ہی ہوتا ہے۔"

اب تو حمید کی کھوپڑی آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے سوچا کہ فریدی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی اور وہ ٹویوڈا کو مار لے گا۔ اس طرح پچھلی حماقتوں کے داغ دھل سکیں گے۔ ٹویوڈا انتہائی آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی ہے۔ کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں۔

مسز وارنر خاموش ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی گرینج روڈ پر پہنچ گئی۔ مسز وارنر نے ایک جگہ ڈرائیور سے روکنے کو کہا۔

یہ ایک مختصر سی عمارت تھی جس کے سامنے ٹیکسی رکی تھی۔ حمید سمجھا شائد اسی عمارت میں جانا ہوگا مگر مسز وارنر ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے ایک طرف پیدل چلنے لگی۔

"وہ بہت چالاک ہے۔" مسز وارنر نے کہا۔ "اسلئے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ آخر مسز وارنر ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ چاروں طرف سناٹا تھا اور عمارت بھی تاریک پڑی تھی۔

"ہم اپنے جوتے اتار لیں تو بہتر ہے۔" مسز وارنر نے آہستہ سے کہا۔ وہ گلاب کی اونچی اونچی جھاڑیوں کے قریب رک گئے تھے۔

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ وہ عمارت میں موجود ہی ہو۔" حمید نے کہا۔

"اگر نہ ہوا تو ہمیں اور بھی آسانی ہوجائے گی اور ہم اُسے غفلت میں مار سکیں گے۔ ویسے وہ واپس یہیں آئے گا۔ یہیں رات بسر کرے گا۔ تنہا ہوگا۔ ہم کہیں چھپ رہیں گے۔ عمارت تاریک پڑی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ابھی وہ واپس نہیں آیا۔ جوتے اتار لو۔"

حمید نے جوتے اتار کر جیب میں ٹھونس لئے۔ مسز وارنر نے بھی اپنے جوتے اتار کر ہاتھ میں لٹکا لئے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ برآمدے میں تھے۔ مسز وارنر آگے تھی۔ حمید اندازہ نہیں کرسکا کہ اس نے وازہ کیسے کھول لیا تھا۔

وہ دونوں دبے پاؤں اندر داخل ہوئے۔ شاید مسز وارنر دروازہ بند کرنے کے لئے رکی ی۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ مسز وارنر کی چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی میں حمید ایک ایک رہ دیکھتا پھر رہا تھا۔

پھر وہ ایک ایسے کمرے میں آئے جسے خواب گاہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ یہاں ایک بڑی ہری تھی جس پر بہت پرتکلف بستر نظر آرہا تھا اور چادر فرش پر لوٹ رہی تھی۔

"چھپنے کے لئے یہ بہترین جگہ ہے۔" مسز وارنر نے کہا۔

"کیا مطلب.....!"

"بس اسی مسہری کے نیچے گھس چلو۔" مسز وارنر نے تجویز پیش کی۔

"اس سے کیا ہوگا۔"

"یقین نہیں آتا کہ کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہو۔" مسز وارنر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ارے اسی مسہری پر تو وہ سوئے گا۔ بس پھر مالک ہم ہوں گے۔"

اس نے مغرورانہ انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔

ٹویوڈا کا انجام

کچھ دیر بعد دونوں مسہری کے نیچے پڑے ہوئے تھے اور خواب گاہ میں بالکل اندھیرا تھا۔ ید نے مضبوطی سے پستول کا دستہ پکڑ رکھا تھا۔

پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور حمید کچھ تھوڑا در ہوگیا۔ شاید ٹویوڈا کئی آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔

حمید نے دوسرے ہی لمحے ٹارچ کی روشنی محسوس کی۔ اس کے بعد قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔

"چلو آؤ۔" مسز وارنر نے آہستہ سے کہا۔ "اس کی پرواہ نہ کرو کہ اس کے ساتھ کئی آدمی ہیں۔ بس تم نہایت اطمینان سے فائرنگ شروع کر دینا۔ وہ عموماً بلٹ پروف پہنے رہتا ہے۔ لیکن اب وہ کچھ دیر بعد آرام کرنے کے لئے یہاں واپس آئے گا۔ اس وقت اس کے جسم پر بلٹ پروف نہ ہوں گے۔"

وہ دونوں مسہری کے نیچے سے نکل آئے۔

مسز وارنر اُسے ایک سمت لے جارہی تھی۔ بڑے کمرے میں انہیں روشنی نظر آئی اور حمید نے پستول سنبھال لیا۔

اندر تین آدمی موجود تھے اور ان کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

"کرو فائر۔" مسز وارنر نے آہستہ سے کہا اور حمید نے جھونک مارا..... لیکن اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا اس لئے گولی کسی کے بھی نہ لگی اور وہ اچھل کر ادھر اُدھر ہوگئے۔ پھر حمید کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی کیونکہ اس نے کرنل فریدی اور اس کے دو نقاب پوش ساتھیوں پر فائر کیا تھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے۔" فریدی غرایا۔

"مم..... میں سمجھا ٹویوڈا۔ مگر آپ کہاں۔" حمید نے ہکلا کر کہا۔

"میں بھی ٹویوڈا ہی کی تلاش میں آیا ہوں۔ اور مسز وارنر میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم نے یہاں تک رہنمائی کی۔ مگر ٹویوڈا کہاں ہے۔"

"یہ کون ہے۔" مسز وارنر نے پوچھا۔

"کرنل فریدی۔" [illegible]

"اوہ۔" مسز وارنر بے حد خوش ہو کر بولی۔ "کرنل تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔"

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ ٹویوڈا کی صحیح قیام گاہ سے صرف تم ہی واقف ہو۔" فریدی نے کہا۔

[illegible]

"اور تمہیں غلط اطلاع نہیں ملی تھی۔" مسز وارنر مسکرائی۔ "اسی لئے تم نے مجھے ٹویوڈا سمجھے
ن غصہ دلا کر ٹویوڈا کی قیام گاہ تک پہنچنے کی اسکیم بنائی تھی۔ تم نے کیپٹن حمید کو اسی لئے
ت میں بھیجا تھا کہ وہ وہاں آکر کچھ شروع کرے اور تم ٹویوڈا کا بھیس بدل کر آ پہنچو۔ پھر
اور اسے کسی ایک کمرے میں بند کر کے ایسی باتیں کرو کہ مجھے ٹویوڈا پر غصہ آ جائے۔ تم جو
بھی چاہتے تھے میں نے وہی کیا۔ مجھے ٹویوڈا پر غصہ آیا اور اب میں تمہارے اسسٹنٹ کو
اں لائی ہوں۔ ظاہر ہے کہ تم ہم دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔ لہٰذا اب
ڈا کو تلاش کر لو۔"

"میں ٹویوڈا ہوں۔" دفعتاً مسز وارنر کی آواز بدل گئی۔

"میں جانتا ہوں جاپانی بھڑوے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

اور پھر یک بیک مسز وارنر یا ٹویوڈا کے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہوا۔

نادر دبے پاؤں اس کی پشت والے کمرے سے اندر داخل ہوا تھا اور ٹویوڈا کی کمر پر اس
رکی لات رسید کی تھی کہ وہ اچھل کر کمرے کے وسط میں جا پڑا تھا۔ پھر اس نے اُسے سنبھلنے کا
قع دیئے بغیر ہی اس پر چھلانگ لگا دی۔ سب سے پہلے اس نے پستول پر ہاتھ مارا مگر اس پر
یوڈا کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ دو تین فائر ہو گئے اور کمرے کے کچھ گلدان اور کھڑکیوں کے
ے ضائع ہوئے۔

لیکن نادر نے اس سے پستول چھین ہی لیا اور اب وہ دونوں دو وحشیوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

فریدی نے ہنس کر کہا۔ "میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ جو مجرم بہت زیادہ لاف و
زاف کرتے ہیں انہیں ہاتھ لگانے سے ہمیشہ احتراز کرتا ہوں۔ تم نے کہا تھا نا کہ مجھے کچھ دن
ل کر کے آخر کار مار ڈالو گے۔ لہٰذا اب اس وقت تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور کچھ دیر بعد مار
لو گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے یہاں دھوکہ دے کر لائے ہو۔ جب تک میں نے تمہاری آواز
ملی تھی صرف دور سے دیکھا ہی تھا اس وقت تک تمہیں عورت ہی سمجھتا رہا تھا لیکن ابھی کچھ
پہلے جب تمہارے بورڈنگ میں تمہاری آواز سنی تو بڑا مزہ آیا۔ میں نے سوچا کہ تم باہر

والے ٹویوڈا کی اصلیت سے واقف ہی ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے اب خاصی تفریح رہے گی اور دیکھو یہ رہی تفریح..... ایک ایسا آدمی تمہاری مرمت کر رہا ہے جسے تم اپنے غلاموں کے طبقے میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ ہاں نادر..... شاباش.....!"

ٹویوڈا کی کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف نکل آئی تھی۔ مصنوعی بال اس جدوجہد کے دوران میں سر سے نکل گئے تھے اور اب اس کے لباس کے نیچے سے نہ جانے کیا کیا الا بلا نکل کر فرش پر گر رہی تھی۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جسمانی قوت میں نادر سے کم نہیں تھا اور نادر کو دانتوں پسینہ آ رہا تھا۔

ابھی تک وہ اُسے نیچے نہیں گرا سکا تھا۔

"چلو بس بہت ہو چکا۔" فریدی نے کہا۔ "اب اسے پکڑ کر ایک معمولی گرہ کٹ کی طرح گرفتار کر لو۔ یہ جاپان کا فتنہ ہے..... ہاہا..... یورپ کا زرد بخار ہے..... یہ وہ ہے جس نے عہد کیا تھا کہ مجھے قتل کئے بغیر یہاں سے نہ جائے گا۔"

"ہاں میں تمہیں قتل کئے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا۔" ٹویوڈا دھاڑا اور یک بیک نادر کو چھوڑ کر فریدی کی طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن فریدی بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ٹویوڈا جھونک میں آ کر نیچے گرا لیکن زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی فریدی کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ ایک کریہہ چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔

اب وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی دبائے ہوئے کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا اور خون کی چادر اس کے سینے پر پھیل رہی تھی۔

"کرنل..... ہرّا..... ہرّا....." نادر چیخا۔

دوسری صبح حمید یقین کرنے پر تیار نہیں تھا کہ ٹویوڈا کو اس طرح پکڑ لیا گیا ہوگا۔ اس نے فریدی سے پوچھا۔ "کہیں ہم دونوں خواب تو نہیں دیکھتے رہے ہیں۔"

"بھئی مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ تو کسی چوہے سے بھی بدتر ثابت ہوا۔" فریدی بولا۔ "مجھے دراصل اسی کی فکر تھی ورنہ اس کے بہتیرے آدمی تو یہاں نصیر آباد میں بھی میری نظروں میں آ گئے تھے۔ انہیں میں سے ایک آدھ کو پکڑ کر میں نے یہ بات معلوم کی تھی کہ مسز وارنر یقینی طور پر ٹویوڈا کی قیام گاہ سے واقف ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کو بھی علم نہیں ہو سکتا کہ وہ رہتا کہاں ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس کی آواز سننے سے پہلے اسے نہیں پہچان سکا تھا۔ ویسے میری اسکیم یہی تھی کہ میں مسز وارنر کو ٹویوڈا کے خلاف غصہ دلا کر ٹویوڈا کی قیام گاہ کا پتہ معلوم کر سکوں۔ اسی لئے نادر کو وہاں بھیجا تھا اور تمہیں بھی پیچھے لگا دیا تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اس کے ساتھ بند کر کے آگ لگا دینے کی دھمکی دوں گا۔"

"مگر آپ نے ٹویوڈا کی آواز کی بڑی شاندار نقل اتاری تھی۔" حمید نے کہا۔

"لیکن وہ تو فوراً ہی سمجھ گیا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں اس لئے اس نے بھی وہی کیا تھا، جو میں چاہتا تھا۔ اس طرح وہ دھوکے کا جواب دھوکے سے دے کر میرا مضحکہ اڑانا چاہتا تھا۔ بات کچھ اور ہوتے لیکن نادر نے وہاں پہنچ کر پہلے ہی گڑبڑ مچا دی تھی۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ ٹویوڈا نے سلویا کو اس لئے اڑا دیا ہے کہ وہ پولیس کو ڈریگی کے سلسلے میں اپنا بیان نہ دے سکے۔ بس نادر اُسے اس عمارت میں دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا اور ٹویوڈا کے ایک آدمی کو بھی ...ما کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں جلد ہی نہ پہنچ جاتا تو اس نے کھیل ہی بگاڑ دیا ہوتا۔"

"یہ ڈریگی کا کیا قصہ تھا۔ کیا اس کا تعلق بھی ٹویوڈا سے تھا۔"

"صرف اسی حد تک کہ ٹویوڈا اُسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اپنی زبردستیوں سے اُسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ جب چاہے اُسے چٹکی سے مسل سکتا ہے۔ لہٰذا ٹویوڈا کا پیٹ بھرنے کے

لئے اُسے ہر وقت بڑی بڑی رقومات کی فکر رہتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ قاسم سے کم از کم تین لاکھ وصول کرنے کے چکر میں تھا۔ لیکن اسی چکر میں بالآخر خود بھی مارا گیا اور اُسے پھانسنے کے سلسلے میں تمہارا کارنامہ یادگار حیثیت کا حامل ہے۔ بڑے ڈھب سے اُسے قانون کے شکنجے میں لائے ہو۔"

"اور یہ نادر۔" حمید نے پوچھا۔ "اس کا معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"اوہ..... نادر..... واقعی ایک شاندار آدمی ہے۔ اس نے خود کو یکسر بدل دیا ہے۔ وہ دراصل ڈریگی اور سلویا کے معاملات سمجھنا چاہتا تھا۔"

فریدی نے نادر کی داستان شروع کردی، جو غالباً نادر ہی کی زبانی اس تک پہنچی تھی۔

"مگر..... کیا آپ نے نادر کو پہلے ہی ملالیا تھا۔"

"نہیں وہ تو صرف دو تین رات پہلے کی بات ہے۔ میں اس وقت اس کی کوٹھری میں پہنچ گیا تھا۔ جب وہ وہاں موجود نہیں تھا میں اس سے ملنا ہی چاہتا تھا کیونکہ اس کا رول بھی اس ڈرامے میں کافی دلچسپ معلوم ہوا تھا۔ بہرحال نادر نے اس کے متعلق بہترین ہی اطلاعات فراہم کیں۔"

فریدی نے اُسے بتانا شروع کیا کہ کس طرح ٹویوڈا اُسے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ غالباً اس کا مقصد تو یہی تھا کہ وہ مرعوب ہوکر اس کی ٹولی میں آملے اور اس کے گروہ میں ایک کارآمد آدمی کا اضافہ ہوجائے۔ اس کا اعتراف مجھے آج بھی ہے کہ جہاں تک ذہانت کا تعلق ہے ٹویوڈا ایک دیو ہے اور وہ جانتا ہے کہ کسی آدمی کو کس طرح راہ پر لایا جاسکتا ہے۔ اا اب مجھے ان آدمیوں کو تلاش کرنا ہے جو ٹویوڈا کے غلام کہلاتے تھے۔ ان میں سے بہتیرے ایسے ہیں جو کسی وقت بھی پکڑے جاسکتے ہیں۔"

"مگر ٹویوڈا سلویا کو کیوں لے گیا تھا۔"

"اوہ..... یہ بھی اُس کی ایک عقلمندی ہی تھی، جو پھانسی کے پھندے کی طرح گلے پڑگئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پولیس کو اس کا علم ہوسکے کہ ڈریگی کو بھی کوئی بلیک میل کررہا حالانکہ یہ سارا فتنہ اسی لئے اٹھا تھا کہ وہ ڈریگی کو بلیک میل کررہا تھا۔ اگر یہ سلسلہ نہ ہوتا تو

ی راہ پر کبھی نہ لگتا اور مجھے بہت زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی۔"

دراصل مجھے نادر پر شبہ تو ہوا تھا کہ وہ کوئی حرکت کرنے والا ہے کیونکہ اس کا ڈریگی کے ں ایک باغبان کی حیثیت سے ملازمت کرنا حیرت انگیز تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ یہ کتنا مالدار ی ہے۔ بہرحال نادر کی نگرانی کرتا ہوا میں ٹویوڈا تک جاپہنچا۔"

"اب صرف دو نکتے اور باقی رہ گئے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کٹی پرکنس وہ سرمایہ دار جس پر آپ کو ٹویوڈا کا ساتھی ہونے کا شبہ تھا۔"

"وہ حضرات بھی حراست میں ہیں۔ خود ان کے گھر سے ایسی دستاویزات امر سنگھ نے مد کرلی ہیں جن سے دونوں کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ کٹی پرکنس کے متعلق کیا بتاؤں۔ جمی کارٹر کی وجہ سے وہ بھی سامنے آئی تھی۔ جمی کارٹر اس کا محبوب تھا جسے ٹویوڈا اپنے گروہ شامل کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ جمی ہی کی وجہ سے اُسے شکست نصیب ہوئی تھی اور اس فیلڈ کہیں کہیں کٹی کا وجود بھی اُبھرا تھا اس لئے جمی کو قتل کرکے اس کی لاش تحفتاً کٹی کو بھیج دی گئی۔ ڈا ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا جن سے اُسے کوئی نقصان پہنچ جائے یا نقصان پہنچنے کا ال ہو۔"

ٹویوڈا پکڑ تو لیا گیا مگر اب وہ بین الاقوامی رسہ کشی کا باعث بنا ہوا تھا۔ بہتیری حکومتوں کا ی تھا کہ وہ ان کا مجرم ہے۔ لہٰذا اُسے اُن کے حوالے کردیا جائے۔ اس میں کافی وقت صرف یا۔ لیکن پھر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اُسے حکومت جاپان کے حوالے کردیا جائے۔ یہی اور جاپان میں ٹویوڈا کو بجلی کی کرسی نصیب ہوئی۔

اس کے دوسرے ساتھی جو گرفتار ہوسکے تھے انہیں یہیں کی عدالت نے بڑی بڑی

سزائیں دیں۔ ڈریگی پر قتل کے مقدمات بھی قائم ہوئے تھے۔ لہٰذا اُسے بھی ایک دن تختہ دار پر جانا پڑا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں۔

نادر اب ایک شریف آدمی کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ مگر اب وہ تنہا نہیں ہے۔ ایک شریف عورت بھی اُس کے ساتھ ہے۔ سلویا نادر۔ ان کی ازدواجی زندگی بے حد خوشگوار ہے اور اب وہ ماضی میں جھانکنا بھی پسند نہیں کرتے۔

نادر کا خیال ہے کہ ایک نہ ایک دن ہر بُرے آدمی کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ وہ غلط راہوں پر آنکلا تھا۔ اب اگر اس میں اتنی ہمت ہوئی کہ وہ اسی راہ پر واپسی کے لئے مڑ جائے تو یقیناً اُسے وہ راہ مل جاتی ہے جس سے بھٹک کر غلط راہ پر جا نکلا تھا۔ لیکن اگر اس نے یہ سوچا کہ اب واپسی کی زحمت کون گوارا کرے ہوسکتا ہے یہی راہ آگے جا کر اُس راہ سے مل جائے جس پر اسے سفر جاری رکھنا چاہیے تھا تو وہ ہمیشہ دھوکے ہی میں رہے گا اور وہ راہ آہستہ آہستہ اُسے اندھیروں میں دھکیلتی رہے گی۔

ختم شد